UNIVERSAL LIBRARY
OU_224809
UNIVERSAL LIBRARY

سرگذشت الفاظ

از

احمد دین بی۔ اے وکیل لاہور ۱۹۲۳

در مطبع کریمی واقع لاہور باہتمام میر امیر بخش منیجر طبع شد

بار اوّل ۱۰۰۰ قیمت [illegible]

۹۱۶۴۲۸
۹-۱

ہو المستعان

مولانا مولوی محمد حسین صاحب آزاد کا نام نامی زیب عنوان کتاب ہے اور اسلئے کہ

مولانا ادبیات اُردو میں سلاست زبان۔ لطافت بیان۔ اور لفظوں میں جان ڈال کر جیتی جاگتی تصویریں نظروں کے سامنے کھڑی کر دینے میں تاحال بے مثال ہیں۔

زبان اُردو میں مولانا علم اللسان اور تحقیقات لفظی میں پیشرو ہیں۔

مؤلف کو مولانا کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔

اور مولانا کی تصنیفات سے کہیں کہیں اقتباسات بھی کئے گئے ہیں۔

اُردو میں اپنی قسم کی یہ پہلی کتاب ہے۔ لیکن مؤلف کا ہرگز یہ دعویٰ نہیں کہ یہ طرز اس کی اپنی ایجاد ہے۔ زبان انگریزی میں یہ مضمون اچھوتا نہیں۔ انگریزی دان اصحاب پادری ٹرینچ کی مطالعہ الفاظ سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اور مؤلف تو اپنے زمانہ طالب علمی سے تاحال جو تیس بتیس سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ مطالعہ الفاظ کا گرویدہ

رہا ہے۔ اور اسے اُردو خواں اصحاب کے سامنے پیش کرنے کا خواہاں۔ معلوم نہیں کہ وہ کس نگاہ سے اسے دیکھیں گے۔

اس پیش کش میں مطالعہ الفاظ کا طرز بیان ہی قائم رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور جہانتک ممکن تھا پادری صاحب موصوف کے سلسلہ تحریر کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ البتہ انگریزی۔ فرانسیسی۔ لاطینی الفاظ کی بجائے اُردو۔ ہندی۔ فارسی اور عربی کے الفاظ منتخب۔ کئے گئے ہیں مؤلف کو زبانہائے مذکورہ کی ادبیات میں مہارت یا کمال کا کوئی دعویٰ نہیں اور نہ ہی اَدبیات اس کا شغل ہے بال کی کھال اُتارنے والے خشک پیشہ وکالت کے خوش خرید یا یُوں کہو کہ دام لیکر خریدے ہوئے تفکرات۔ اور شہور شُل کے شہر کے اندیشۂ کی پریشانیوں میں سرگذشت الفاظ۔ لکھی گئی ہے۔ اور اس خیال سے کہ ادبیات اُردو کے اہل کمال اس مضمون میں طبع آزمائی کرینگے اور زبان اُردو کو اپنی بیش بہا اور دلچسپ معلومات سے اس پیرایہ میں مزین اور مالامال کر دینگے

شرم آید از بضاعت کم قیمتم ولیک
در شہر آبگینہ فروش است و جوہری

احمد دین

فہرست مضامین

فصل اوّل

۱- الفاظ قیمتی ہیروں کی کان ہیں۔
۲- علم شے بہ از جہل شے۔
۳- مضمون کی بیحد دلچسپی۔
۴- اُردو اور اسکے الفاظ کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں
۵- زبان متجر نازک خیالی۔اخلاق۔اور تاریخ ہے۔
۶- متجر نازک خیالی۔
۷- اس کی مثالیں۔
برباد۔بیدار۔خوابیدہ۔خوش طالعی
شومی
۸- متجر اخلاق اور اس کی مثالیں
دنیا۔عیش و عشرت
مسرت۔
۹- متجر تاریخ اور اس کی مثالیں۔
فرنگ۔مغلانی
۱۰- آغاز زبان۔
۱۱- ایجاد زبان پر اعتراض۔
۱۲- آغاز زبان۔ اسکی ترقی اور تنزل کی حقیقت
۱۳- آدمی اپنی زبان خود بناتا ہے۔
۱۴- جس طرح درخت جڑ سے قانون قدرت
کے مطابق نکلتا اور پھلتا ہے۔
۱۵- وحشیوں کی زبان پر نقش تنزل۔
۱۶- پادری موفات۔اور لفظ ماریمو
۱۷- خیالات زبان سے ہی پرورش پاتے ہیں
۱۸- زبانوں میں جو کچھ باقی رہ گیا ہے وہ
بھی شہادت تنزل دے رہا ہے
۱۹- قومی ترقی کے ساتھ ساتھ ہی زبان
بھی ترقی کرتی ہے۔
۲۰- الفاظ جو حیات مذہبی نے پیدا
کئے اور ان کی مثالیں۔
جبریہ۔قدریہ۔اواگون۔تناسخ۔ناستک
نیچری۔مقلد۔غیر مقلد۔بقائے اکمل۔
کشمکش وجودی۔عمل انتخاب طبعی۔فلسفہ اشراق

۲۱- زبان - محمل عطیہ -

۲۲- زبان - قوموں کے جذبات - خیالات اور تجربات کی مجسمہ ہے -

۲۳- نام کو اپنے موسوم سے ضرور تعلق ہونا چاہیئے - کافور - پدمنی -

۲۴- کتب مقدس اور نام تبت یدا ابی لہب

۲۵- نام اور ادیب اور شعراء
زیب النساء اور ناصر علی - عرفی اور فیضی اقبال - نورجہاں اور نور دینا مومن - داغ - انبہ - لنگڑا آم - اللہ بیلی

۲۶- نام کی گندم نمائی اور جَو فروشی -

۲۷- نام اصلیت بد کا آئینہ بنانیکی کوشش
نتھو - کادیانی - جگنو میاں -

۲۸- نام میں حسنات وصفات کی پیشینگوئی
ابراہیم عادل - شیر افگن - ناصر علی اور ولی - یحیےٰ - عیسےٰ - موسیٰ -

۲۹- نام اور اُس کے اثر پر عقیدہ -
ماتا - ام الصبیان -

۳۰- نام اور امثال -
پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل - برعکس نہند نام زنگی کافور -

۳۱- انجیل مقدس اور ناموں کی اہمیت

۳۲- نام اور نیک شگونی -
شاہجہان - جہانگیر - عالمگیر - مالن یا سہاگن - گل زباغ علی -

۳۳- تعلیم میں تحقیقات لفظی کی اہمیت -

۳۴- اُردو میں یہ تحقیقات بیش بہا خزانوں سے پُر کر دے گی ؀

فصل دوئم

۱- زبانِ متحجر نازک خیالی ہے -
زلیخا - منوہن - موہنی - چُونی - مہرالنساء - غضنفر - باقر - ارجمند - گلعذار - گل اندام - خورشید عالم - غنچہ دہن - مہ لقا - ماہ جبیں - ملاحت - سنگدل -

۲- شاعری کیا ہے -

۳- الفاظ پھیکے پڑے ہوئے استعارات ہیں -
جگر گوشہ - سحر حلال - دُختِ رز -

بگلا بھگت۔ قوس قزح۔ قوسِ شیطان۔
قوس رستم۔ کہکشاں۔ فرقدان۔ زہرہ
عقرب۔ میزان۔ صبلغ زین۔ بنات
النعش۔ خرمنِ ماہ۔ قلع و قمع۔ تہذیب

۴۔ اخلاقی ترقی کی برکتیں۔
اُم الخبائث۔

۵۔ معنی الفاظ ذہن نشین کرنے کے لئے نامکمل تصور
انبساط۔ تلاطم۔ طیار۔ تیار۔ دیوانہ۔
سہل۔ اعیان و ارکان۔ غور۔ خوش۔
تعمق۔ نرغہ۔ افراتفری۔

۶۔ مقامات کے ناموں میں رنگینی۔
سوڈان۔ کربلا۔ باب المندب۔ ہمالہ
چمن۔ گلستان۔ اندرپرست۔ اندرگڑھ
جزیرۃ الخضراء۔

۷۔ پھولوں اور بوٹیوں کے نام۔
تاج خروس۔ بستان افروز۔ نازبو۔ شہلا
غنچہ۔ سبزہ بیگانہ۔ چھوئی موئی۔
ناگ پھن۔ عصا فیر۔ خون سیاوشاں
سکھ درشن۔

۸۔ پرند و چرند کے نام۔
شتر مرغ۔ آفتاب پرست۔ ہزار داستان
شاہین۔ شاہباز۔ شہمیرہ۔ بادپا۔
ڈومنی۔ سدا سہاگن۔ مرغِ زریں۔
سبزک۔ سرخاب۔ گلدم۔ سیمرغ۔ بوزنہ۔
پروانہ۔ عصفور۔ طاؤس۔ تلیر۔ نیل کنٹھ۔
کٹھ پھوڑا۔

۹۔ ایک اور مثال۔
کھٹمل۔

۱۰۔ روایات اور فسانے ناموں میں۔
آتش زن۔ موسیقار۔ شہاب ثاقب۔
کوہ نور۔ کوہِ طور۔ دُرِّ یتیم۔ سنگِ موسےٰ۔
سنگِ یہود۔ ماہتابی۔ انار۔ پھُلجھڑی
ساون بھادوں۔ گل دوپہر۔ مغل۔

۱۱۔ صورت بدل کر بھی قیامِ نازکخیالی
پر الفاظ کا اقرار۔

۱۲۔ مثالیں۔
بھولی بھٹیاری۔ بچے منٹل۔

۱۳۔ علمی الفاظ میں نازک خیالی۔

شبنم ۔ تن زیب ۔ نین سُکھ ۔ مصراع ۔
ردیف ۔ قافیہ ۔ انشاء تسلسل ۔ فقرہ ۔
تصنیف ۔

۱۴۔ قانونی اصطلاحیں ۔
تنقیح جرح تفتیش ۔ مواخذہ ۔ کفالت
عقد ۔ عدد اسم ۔

۱۵۔ فنِ تعمیر کے اصطلاحات ۔
محراب ۔ نردبان ۔ زینہ ۔

۱۶۔ شہر خموشاں ۔
انتقال ۔

۱۷۔ نازک خیالی میں درد ۔
غریب ۔

۱۸۔ زبان میں دلچسپی کے سامان +

فصل سوم

الفاظ میں اخلاق

۱۔ الفاظ میں اخلاقی شہادت ۔

۲۔ اخلاقی انحطاط ۔
ابکاری ۔ اوباش ۔ اُچکا ۔ اُلّو کرنا
(کمال اُڑانا) ۔ اجاڑ و افسوس ۔ الما

۳۔ زبان انسانی شرارتوں کا آئینہ ۔
شماتت ۔ حسد ۔ ٹکٹکی ۔ شکنجہ ۔ پھانسی ۔
سولی ۔ چار میخ ۔ سنگسار ۔

۴۔ الفاظ انسان کے انحطاط میں اسکے
شامل رہے ہیں ۔
شاطر ۔ عیار ۔ غلام ۔ لونڈی ۔ چھوکرا ۔
چھوکری ۔ فیلسوف ۔ ابن الوقت ۔
حیلہ ۔ مغبچہ ۔ عداوت ۔ تعصب ۔

۵۔ مزید مثالیں ۔
سزا ۔ پاداش ۔ گورو گھنٹال ۔
گورمتا ۔ حرفت باز ۔ دلال ۔ ناٹک ۔

۶۔ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان ۔

۷۔ عین الکمال ۔
عین الکمال ۔ کل جیبھا ۔ مغرور

۸۔ ارتقاء الفاظ ۔
شہید ۔ پیغامبر ۔ شفیع ۔ فردوس بہشت
حج ۔ شریعت ۔ نماز ۔ روزہ ۔

۹۔ تصدیق حقائق روحانی و فتنہ پردازی

شیطان۔
شدنی۔ اجل۔ مصیبت۔ طاعون۔
۱۰۔ زبان خلق نقارۂ خدا
دارالمکافات۔
۱۱۔ اس کی مثالیں۔
خسیس۔ لئیم۔ کناس۔
۱۲۔ شہادت اخلاقی حقائق کی مزید مثالیں
دیانت۔ شرارت۔ سلامت روی۔
۱۳۔ الفاظ انسانی دل کی کمزوریاں دکھاتے ہیں
خوشامد۔ خدائی فوجدار۔ سلیم۔ اندھا
بصیر۔ قافلہ۔
۱۴۔ الفاظ اور حقیقت حال۔
عیش۔ سیاہ کاری۔ غصہ۔ طیش۔ منت
انسانیت۔ عصمت۔
۱۵۔ الفاظ میں اخلاقی تنزل کا اظہار۔
شیخ۔ سادہ۔ منطقی۔ حجت۔
۱۶۔ برکات الٰہی اتفاق اور طالع سے
منسوب کی جاتی ہیں۔
طالع۔ طالعمند۔ نیک اختری۔ قسمت۔ بخت

۱۷۔ انسان کی ناانصافی۔
راس۔ زنجیر۔ مہار۔
۱۸۔ عزت کے نام ذلیل اور خوار چیزوں کو
دیئے جاتے ہیں۔
۱۹۔ بری چیز کا برا ہی نام ہونا چاہیئے۔
۲۰۔ ناموں میں بدی کی پردہ پوشی۔
پنڈت خانہ۔ سرخوش۔ چڑھی ہوئی۔
سوار۔ دخت رز۔ دختر آفتاب۔
۲۱۔ وعید الٰہی سے تمسخر۔
کپتان ارسکین۔ ریش قاضی۔ پائے ترسا
۲۲۔ الفاظ معصیت پر جذبات کا پردہ
ڈالتے ہیں۔
ثالث بالخیر۔ پنچایتی۔ صبح خیزے
رشوت۔ نذر۔ ڈالی۔ بخشیش۔
ہاتھ گرمانا۔
۲۳۔ اسماء کی شوخ چشمی اور ہماری ہندلی نظر
شراب۔ آب طرب۔ آبحیات۔
آب آتشین۔ آتش تر۔
۲۴۔ الفاظ اخلاقی عنصر پھیلاتے ہیں۔

وہابی۔ اہل حدیث۔ موحد۔ مرزائی۔
احمدی۔ محمدی۔

۲۵۔ زبان قوم کا مقیاس الاخلاق ہے۔

۲۶۔ قوم کی بے سبکسری۔
صلواتیں۔ جہنہ (جہنم)۔ فطرتی۔

۲۷۔ افضلترین اسرار روحانی کا واسطہ دنیا کی ادنیٰ چیزوں کے ساتھ نہیں ہونا چاہئے
لن ترانی۔ کھبتین۔ پاکبازی

۲۸۔ اخلاقی گمراہی۔ کھیل اور مذاق میں استعمال نہ ہو۔
حرفت۔ بے ایمانی۔ بددیانتی۔

۲۹۔ لفظ واحد قومی حالات کا نمونہ۔
اسلام۔ گوسوامی۔ گوسائیں۔ نرواں۔

۳۰۔ ایک لفظ کا جانا اور اس کی جگہ دوسرے لفظ کا آنا۔
سکھ سنگھ

۳۱۔ ایک لفظ کا دوسری قوم سے لینا اصولی اختلافات اور قومی خصوصیات کا مظہر
دیو۔

۳۲۔ مذہبی رسوم اور ان کے کارپردازوں کی بے حُرمتی۔
مولوی۔ مولانا۔ مُلّا۔ ملانا۔ کٹ ملا۔
محتسب۔ شیخ۔ قل اعوذی۔

۳۳۔ الفاظ جو اپنے ہاں نہ تھے اور دیگر اقوام سے لئے گئے۔
کلب۔

۳۴۔ زبان میں لفظ کی عدم موجودگی کا اثر۔
وحی۔ الہام۔ شہادت۔ قربانی۔

۳۵۔ دوسری زبان کے پُرمعانی الفاظ۔
مروت۔ احسان۔

۳۶۔ ہمسایہ قوموں کی نزاعوں کا آئینہ۔
ترکی۔ ملیچھ۔ اوزبک۔ پنڈارا۔ مرہٹی۔

۳۷۔ الفاظ عالم عجائبات و اسرار۔

فصل چہارم

۱۔ الفاظ میں تاریخی عنصر۔

۲۔ تحقیقاتِ لفظی اور علم تاریخ میں اسکی اہمیت۔

۳- زبان ملک کی گذشتہ تاریخ بتاتی ہے۔

۴- زبانِ فارسی اور عربوں اور ایرانیوں کا باہمی تعلق۔

۵- حقیقتِ حال اور نئی فارسی کا وجود میں آنا۔

۶- عربوں کی حکومت اور ایرانیوں کی محکومیت کے نشانات۔

سلطان۔ حکومت۔ خراج۔ دولت۔ اطاعت بیعت۔ امیر۔ وزیر۔ نائب السلطنت ولیعہد۔ بیت المال۔ حاجب۔ محل قلعہ قبہ و مینار۔ شاہ۔ دستور۔ مُوبد۔ ارجمندی۔ کلاہ خسروانی۔ باژ۔ سالار۔ گاہ۔ آئین۔ مہر و ماہ۔ ستارگاں آسمان زمین۔ آب و آتش۔ پدر۔ مادر۔ شوہر زن۔ پسر۔ دختر۔ قصر و قلعہ۔ خانہ۔ کاشانہ۔ مرز و بوم۔ آستان۔ بوریا۔ قالین۔ خوان۔ مائدہ۔ سفرہ۔ برو برز دہقان۔ روستا۔ عجمی۔ تازی۔ گندم

جو۔ کنجد۔ گربہ۔ سگ۔ کبوتر۔ ماکیان گاؤ۔ گوسپند۔ پیر مغاں محتسب۔ ترک۔ تاجیک۔

۷- فارسی کا اثر عربی پر۔

سکہ۔ درہم۔ دینار۔ چراغ۔ کوزہ۔ طشت کاس۔ کُرتہ۔ سروال۔

۸- اُردو۔

۹- مسلمان اور ہندوستان۔

ماں۔ باپ۔ بہن۔ بھائی۔ بیٹا۔ بیٹی۔ چاند۔ سورج۔ آگ۔ پانی۔ ہوا۔ مٹی۔ بادل۔ مینہ۔ دن رات۔ جھونپڑا۔ کوٹھا۔ گھر۔ کھیت۔ کنواں۔ ہل۔ کدال۔ کھانا پینا۔ سونا۔ دال بھات۔ روٹی۔ دودھ۔ دہی۔ چاول۔ آٹا۔ گھی۔ دھوتی۔ پگڑی۔ جوتا۔ ٹوپی۔ عورت۔ خاوند۔ خصم۔ آسمان۔ زمین۔ اکاس۔ پرتھوی۔ ثروت۔ احتشام۔ سلطنت۔ عزت۔ وجاہت۔ امیر۔ وزیر۔ بادشاہ۔ سلطان۔ اطاعت۔ فرمانبرداری۔ مال و دولت۔ جاہ۔ مرتبت۔

آرام۔ آسائش۔ مکان۔ محل۔ فرش۔
قالین۔ تکیہ۔ نان۔ کباب۔ پلاؤ۔ زردہ۔
قورمہ۔ روغن جوش۔ بریانی۔ بورانی قمیض۔
کلاہ۔ دستار۔ دلال۔ فراش۔ مزدور۔
وکیل۔ جلاد۔ صراف۔ میرزا۔ نصیحت۔
لحاف۔ توشک۔ چادر۔ صورت۔ شکل۔
چہرہ۔ طبیعت۔ مزاج۔ برف۔ فاختہ۔
قمری۔ کبوتر۔ بلبل۔ طوطا۔ پر۔ دوات۔
قلم۔ سیاہی۔ جلاب۔ رقعہ۔ عینک صندوق
کرسی۔ تخت۔ رکاب۔ زین۔ تنگ۔
نعل۔ کوتل۔ عقیدہ۔ دغا۔ درہ۔ پردہ۔
دالان۔ تہ خانہ۔ تنخواہ۔ ملاح۔ تازہ۔
غلط۔ صحیح۔ رسد۔ کاریگر۔ ترانہ۔ شطرنج۔
معلوم۔ مطلب۔ تجویز۔ حرف۔ موافق۔
میدان۔ مرغا۔ مرغی۔ قرق۔ مشاطہ۔

۱۰۔ فارسی اور ہندی کا ملاپ انہیں اصولوں پر ہوا جو عربی اور فارسی کے باہم ملاپ پر عمل میں آئے تھے۔

۱۱۔ انگریزی حکومت اور موجودہ زبان

کوٹ۔ واسکٹ۔ کالر۔ نکٹائی۔
پتلون۔ بوٹ۔ لیمونیڈ۔ سوڈا۔
تحصیلدار۔ منصف۔ تھانہ دار اور
داروغہ۔ کلکٹر۔ ڈپٹی کمشنر۔ کمشنر۔ لاٹ۔
مجسٹریٹی۔ جج۔ کانسٹبل۔ چور۔ گرفتاری
اور قید۔ پھوڑا۔ پھنسی۔ نشتر۔ ڈاکٹر
اوپریشن۔

۱۲۔ تورانی اور پرتگیزی اثر۔

چلمن۔ چق۔ چقماق۔ چغل۔ ساچق۔
آیا۔ پادری۔ نیلام۔

۱۳۔ محکومین کی قوم اور زبان موجودہ قوم اور زبان کا پشتپاہ ہیں۔

۱۴۔ زبان دُور کے پتے دیتی ہے۔

پدر۔ مادر۔ دختر۔ دوشیزہ۔

۱۵۔ منفرد الفاظ میں تاریخی واقعات کا ذخیرہ۔

مدینہ۔ مہاجرین۔ انصار۔ ہجرت۔
یارغار۔ زندیق۔ سمرقند

۱۶۔ ایک لفظ ایک جنگ کی تاریخ سے

زیادہ سبق آموز ہے۔
مشائین۔ راجپوت۔ ذمی۔ دھرہ۔
ترکتازی۔ داعی۔

۱۷۔ اسماء میں کسی غلطی کا ایماء یا تلمیح سخت عیب کی بات ہے۔

۱۸۔ بعض اوقات یہ غلطی اتفاقیہ اسکے مفہوم میں داخل ہو جاتی ہے۔
سمٹک۔ فنیشین۔ سانڈوین

۱۹۔ نام کی غلطی باعث شر ہے۔
موحدین۔ اہلحدیث۔ رافضی۔ خارجی
وہابی۔ نیچری۔ شیعہ۔ معتزلہ۔

۲۰۔ بعض نام حقیقت حال کے شاہد ہیں۔
دھریہ۔ لاادریہ۔ سناتن دھرم سبھا۔
آریہ سماج۔ احمدی۔ نیچری۔ وہابی۔
سراوگی۔ بیراگی۔ احرار۔ انتہا پسند
اعتدال پسند۔ استبداد۔

۲۱۔ اسماء مفید اور دلچسپ اسباق کا خلاصہ ہیں۔ چیزوں کے نام ان کے اصلی مقامات کی نسبت سے مشہور ہو گئے ہیں
مقناطیس۔ مغنیسیا۔ جلاب۔ تمباکو۔ چینی۔
شستری۔ کیش۔ اصطبل۔ ململ۔
چاپا۔ ختنی۔

۲۲۔ اشیاء اپنے موجد کے نام لیتا ہیں۔
اشرفی۔ سارنگی۔ زرجعفری۔ بہاری
بورانی۔ رضائی۔

۲۳۔ ناموں پر تاریخی اشخاص کا اثر۔
حاتم۔ یوسف۔ نوشیرواں۔ نادری۔
مسیحائی۔ فرعونیت۔ ہیمتی۔ طفیلی۔
بزاخفش۔

۲۴۔ قصے کہانیاں اور ادبیات کا اثر ناموں پر
رستم۔ رستمی۔ خوجی۔

۲۵۔ کئی دفعہ نام غلطی کے پیدا کرنے اور قائم رکھنے کا باعث ہوتے ہیں۔
امریکا۔ کولمبس۔

۲۶۔ کبھی آواز اور حروف غلطی کا باعث ہو جاتے ہیں۔
بندرابن۔ مدمغ۔

۲۷۔ غلط اصلیت کی بنا عجب لطف دیتی ہے۔

پیرمی۔

۲۸۔ زبان رسوم وحالات سوسائٹی کا آئینہ
تجرید۔ خون بہا۔ دیباچہ۔ اسیر۔ بیڑا
اٹھانا۔ پھول

۲۹۔ ایسے نام جو اشیاء کے بعد قائم رہتے
ہیں۔ استدلال میں ان کے ماخذ نہیں
آنے چاہئیں

۳۰۔ متروک اور مسترد مسائل کے اثرات
الفاظ میں باقی ہیں۔
چرخ۔ گردوں۔ ہمایوں۔

۳۱۔ اس کی مزید مثالیں۔
پری۔ دیو۔ پریوش۔ اکھاڑا۔ نیک
اختری۔ بدطالعی۔

۳۲۔ ایسے الفاظ کا استعمال اور ہمارا ضمیر۔
بغداد۔ سکنجبین۔ ربع مسکون۔ ہفت
اقلیم۔ اربع عناصر۔ بارہ دری۔
ستار۔ آئینہ۔ ویور۔ تماشہ۔ گاڑی۔
نارنگی۔

۳۳۔ ترقی و تنزل الفاظ کا تاریخی پہلو۔
حاجب۔ احدی۔ چپقلش۔ سماقی۔ مستر

۳۴۔ لفظی تاریخ کی طرف بے اعتنائی وغیرہ

فصل پنجم

نئے الفاظ

۱۔ الفاظ کی پیدائش۔

۲۔ تنفیہ۔

۳۔ مذہب اور لوازمات کے پیدا کردہ الفاظ
تثلیث۔ توحید۔ مسلم۔ کرستان۔
انصار۔ مہاجرین۔ یار غار۔ حواری۔
نرواں۔ سنگھ۔ سکھ۔ تناسخ۔ تسبیح و
تہلیل۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ ملیچھ۔
دھرم۔ حشر۔ دوزخ۔ بہشت۔

۴۔ تاریخی اور جغرافیائی نام۔
پنجاب۔ ہند۔ افغانستان۔ بلوچستان
لاہور۔ امرتسر۔ سیالکوٹ۔
شاہجہان آباد۔ اکبر آباد۔ ایران
توران۔ بغداد۔ جبل الطارق۔
قرطبہ۔ وادی الکبیر۔ احمد آباد۔ لکھنؤ۔

دلی۔ کلکتہ۔ امیرالمومنین۔ ذمی۔

۵۔ الفاظ مذکورہ بالا میں چند ایک پر مفصل بحث۔

ذمی۔ یارِ غار۔ ہجرت۔ امرت سر افغانستان۔

۶۔ نئے الفاظ کی تحقیقات کا اصول۔

۷۔ اسباب پیدائش الفاظ۔ نئے اخلاقی اور روحانی قوے کا عمل۔

۸۔ ظہور اسلام اور اس کا اثر زبان پر۔ اللہ۔

۹۔ اسلام کا تسلط ایران پر۔ غیر زبان میں نئی روحانی زندگی۔

یزداں۔ خداوندی۔ پیغمبر۔ فرشتہ۔

۱۰۔ دائرہ علمی کی توسیع کلام کا باعث ہوتی ہے۔

۱۱۔ مقبولِ عام تحریکیں نئے الفاظ وجود میں لاتی ہیں۔

مسلم۔ ولیعہد۔

۱۲۔ ممتاز افراد نئے الفاظ بناتے ہیں۔

سُرنگ۔ اجیالی۔ ملاگور۔ رام رنگی۔ سنگترہ۔ گلدم۔ پچلمال۔ گلسرہ۔ بالائی۔

۱۳۔ الفاظ بنانے میں شاعر کا حصہ۔

۱۴۔ الفاظ کی ترویج غور و فکر سے۔

مجالس ملیہ۔ مبعوثین۔ نمایندے۔ حریت۔ حزب الاحرار۔ استبداد۔ عدم تعاون۔ نال ورتن۔ ستیاگرہ۔ سوا راج۔ رضاکار۔ آبدوز کشتی۔ طیارہ۔ مغرب۔ غازہ۔ بطریق۔

۱۵۔ زبان میں ہمنوائی کے اثرات۔

جنتر۔ زیور۔ مولدری۔ مولسری۔ ابتلا۔ نومیدہ۔

۱۶۔ نئی معاشرتی ضرورتیں۔ نئے الفاظ پیدا کرتی ہیں۔

تہذیب۔ اخبار۔ روزنامہ۔

۱۷۔ پرانی چیزوں کے نئے ناموں کی ضرورت۔

قتل مستلزم السواء۔ مابہ الاحتفاظ۔

۱۸۔ کسی لفظ کا رواج اس کے رائج کرنے والے کے رتبہ پر منحصر نہیں۔

۱۹۔ جامع الفاظ اور ان کے فوائد۔

۲۰۔ ایسے الفاظ بالخصوص سائنس کی ضروریات کے لئے مفید ہیں۔

برق آبی۔ اقنوم۔ زیج۔ اصطرلاب دائرہ۔ قوس۔

۲۱۔ نئی چیزوں کی آشنائی نئے الفاظ پیدا کرے گی۔

بینک۔ بٹن۔ تمباکو۔ کیتلی۔ دراز۔ فرغل۔ لبادہ۔ کرتہ۔ قبا۔ چوغا۔ آستین۔ گریبان۔ پاجامہ۔ ازار۔ عمامہ۔ رومال۔ شال۔ دوشالہ۔ تکیہ۔ گاؤتکیہ۔ برقع۔ پوستین۔ دسترخوان۔ چپاتی۔ شیرمال۔ باقرخانی پلاؤ۔ زردہ۔ متنجن۔ فرنی۔ حریسہ۔ مربا۔ اچار۔ فالودہ۔ گلاب۔ بید مشک رکابی۔ طشتری۔ کفگیر۔ چمچہ۔ سینی۔ کشتی۔ حمام۔ کیسہ۔ صابون۔ شیشہ۔ شمع۔ شمعدان۔ تنور۔ حقہ۔ نیچہ۔ تختہ۔ نرد۔ گنجفہ۔ افیون۔ آلو۔ کشتی دخانی۔ ہوائی جہاز۔ سیب زمین۔

۲۲۔ نئے ناموں کے متعلق چند روزہ دو دلی

۲۳۔ بعض اوقات نام درمیانی زبان سے لیا جاتا ہے۔

آکا۔ چق۔ قلاچ۔ تغار۔

۲۴۔ بدی اور بدطینتی اور بدکرداری کے پیدا کردہ الفاظ۔

ٹکٹکی۔ سولی۔ پھانسی۔ سنگسار۔ چارمیخ۔ سوا۔ ہجرت۔ مہاجرین۔ نادرگردی۔ سکھا شاہی۔ حشیشین۔

۲۵۔ تمسخر اور تضحیک کے الفاظ۔

۲۶۔ زبان بھی حیوانوں کی طرح اصول حیات و ممات کی پابند ہے۔

۲۷۔ نو واردوں کی ہمیشہ سے مخالفت ہوتی آئی ہے۔

۲۸۔ الفاظ کی آمد کے حالات۔
دیوان۔ فلاسفر۔ فلسفی۔
۲۹۔ پُرانے الفاظ اور اُنکی حقیقت۔
جزیہ۔ حنفی۔
۳۰۔ غیر زبان الفاظ سے رابطہ قائم کرنے کی قوت۔
مزدور۔ افواہ۔ رس بھری۔ بیلی۔
۳۱۔ نئے الفاظ کی اصلیت معلوم کرنیکی دقتیں اسکے عام خلائق کے دل سے پیدا ہونے کا ثبوت ہیں۔
۳۲۔ نشانات پیدائش محو کر دیتے ہیں عجلت۔ پولٹیکل یا مذہبی فرقوں کے ناموں میں۔
صوفی۔ مرجیہ۔
۳۳۔ صرف ایسے ناموں میں ہی نہیں بلکہ اور جگہ بھی یہی اصول نظر آتا ہے۔
افغان۔ پٹھان۔ حیز۔
۳۴۔ الفاظ جو اپنی اصلیت کا راز نہیں چھپاتے مگر آسانی سے چھپا سکتے ہیں۔
متیش۔ بجے منڈل۔ بلا۔
۳۵۔ ہر ایک لفظ کا ماخذ ہے۔
بھان متی۔
۳۶۔ الفاظ کی ترکیب لفظی معلوم لیکن معنیٰ کا سراغ مفقود
۳۷۔ الفاظ سب کا مشترکہ سرمایہ ہیں۔
۳۸۔ زبان کی حقیقت +

فصل ششم

مترادف الفاظ

۱۔ مترادف الفاظ کیا ہیں۔
۲۔ مرادف یا مترادف۔
۳۔ متحد المعانی الفاظ نادر ہیں۔
۴۔ مترجموں کو تنبیہ۔
۵۔ بالخصوص کتب مقدسہ کے مترجموں کے لئے۔
۶۔ مشنری مترجم کو زیادہ احتیاط لازم ہے۔
۷۔ ایک ہی زبان کے مترادف

الفاظ کا مقابلہ۔

۸۔ مترادف اور اس کا مفہوم۔

سُرخ۔ قرمزی۔ سبز۔ لالچ۔ حرص۔ غرور۔

۹۔ الفاظ جو اختلاف مادہ کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ محض استعمال سے مختلف المعانی ہوگئے ہیں۔ اور اس اختلاف کے اسباب۔

ا اختلاف قبائل۔

آفتاب۔ خورشید۔ مہر

شہریار۔ بادشاہ۔

تخت۔ دیہیم۔

راجہ۔ راؤ۔ رائے۔

پور۔ پسر۔

ب۔ فاتح اور مفتوح قوموں کا سبب۔

۱۰۔ مزید اسباب۔

۱۱۔ ادبیاب۔ شخص۔ منش۔

قیمت۔ سودا۔

نرخ۔ بازار۔ دکان۔ محل۔ پیغام۔

بادشاہ۔ سلطان۔ پنڈت معلم۔ مولوی۔ اُستاد۔ اتالیق۔

ماسٹر۔ پروفیسر۔

۱۲۔ تفریق وتمیز معانی۔

۱۳۔ اس کا طریق عمل۔

لڑکی۔ لونڈی۔ چھوکری۔ چاؤ۔ چاہ۔ تماش بین۔ تماشائی۔

۱۴۔ توسیع عمل کی ضرورت۔

سزا۔ بدلہ۔

۱۵۔ مختلف زبانوں سے آئے ہوئے مترادف الفاظ۔

اٹکل۔ تخمینہ	دُہائی۔ فریاد
بولی۔ زبان	چاپلوسی۔ خوشامد
بہانہ۔ حیلہ	ڈینگ۔ لاف
بھرم۔ عزّت	دھڑکا۔ خوف
دھوکا۔ فریب	نوکر۔ چاکر
جتّھا۔ گروہ	چین۔ راحت
ابال۔ جوش	چٹکلا۔ مذاق
داتا۔ سخی	خدا۔ اللہ

رسول - پیغمبر	تمنا - چاہنا
صلوٰۃ - نماز	کشش - کھینچنا
صوم - روزہ	داد و دہش - دینا
عبادت - پرستش	غریب - کنگال
صاف - پاکیزہ	فقیر - منگتا
زاویہ - گوشہ	چالاک - چالیا
شرع - آئین	بخیل - کنجوس
تہذیب - شائستگی	خوفناک - ڈراؤنا
اعتبار - بھروسہ	بازار - بازاری - سوقیانہ
تقسیم - بانٹنا	....

۱۶- ان کے معانی میں تفریق و تمیز -

۱۷- متحد النسل الفاظ میں بھی تفریق معانی ہو جاتی ہے -

انتظام - اہتمام	سودائی - سوداوی
حجت - دلیل	عیسائی - عیسوی
کسوف - خسوف	آہنی - آہنین
داستان - فسانہ	....

۱۸- اختلاف مادہ اور اختلاف معانی

مرتبہ - درجہ - پایہ -

تحقیقات - تجسس - تفتیش - تفحص

بیزاری - نفرت - حقارت -

۱۹- مترادف الفاظ بعض اوقات ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں -

جعلی - فرضی -

۲۰- الفاظ اپنی اصلیت سے بہر حال وابستگی رکھتے ہیں -

مشعلچی - غریب - خصم -

۲۱- اگر ظاہر نہیں تو ان میں اصلیت کے اثر کی جھلک تو ضرور رہتی ہے

۲۲- مترادف الفاظ کا اخلاقی فایدہ -

تائید و تصدیق - تلطف و مدارا -

نمائش و نمود -

۲۳- مترادف الفاظ میں تفریق کی اہمیت کی چند دیگر مثالیں -

اختراع - ایجاد - دریافت - منکشف -

مرتد - کافر -

مقابل - متضاد -

ڈوراندیشی۔ دلیری۔
محبت اور ڈر۔ محبت اور نفرت۔
شیرینی و ترشی۔ شیرینی اور تلخی۔
۲۴۔ الفاظ کو بلا وجہ متحد المعانی تصور کر لینا اور اس کے نتائج۔
مدرسہ۔ تعلیمگاہ۔ مکتب۔
۲۵۔ مترادف الفاظ میں تمیز کرنا۔ اور اس کے فواید۔
شہرت و تشہیر۔
۲۶۔ مترادف الفاظ کی حد بندی میں مفید مضامین کی تہ تک پہنچنے کا موقعہ ہوتا ہے۔
امیرالمومنین۔ خلیفہ۔ سلطان۔
فرض۔ سُنّت۔ واجب۔ مستحب۔
۲۷۔ مترادف الفاظ کی تفریق سلیس۔ بامحاورہ فصیح و بلیغ عبارت کیلئے یہ مدد دیتے ہیں۔
۲۸۔ غیر مستعمل الفاظ کی طرف توجہ رکھا ہے۔
۲۹۔ اظہار خیالات میں مناسب اور موزوں الفاظ کا استعمال اخلاقی پہلو رکھتا ہے۔

فصل ہفتم

مدرس اور الفاظ

۱۔ فن تعلیم میں ترقی۔
کنڈرگارٹن۔
۲۔ زبان میں تعلیمی ترقی کا ساز و سامان۔
۳۔ رہنماؤں کی شناخت میں احتیاط شرط ہے۔
۴۔ اشتقاق الفاظ میں جلد بازی۔
۵۔ اس کے نتائج۔
۶۔ ظاہری مشابہت پر حکم لگانا خطرناک ہے۔
کلدار۔
لاٹ۔ گوبرناس۔
آب عوّت۔ دمستان حصار۔

٧- سطحی مشابہت اور ظاہری اختلافات کا اثر۔

گندش - گندہک	بونگا - بانکا
ہور - سورج	آدینہ - آذینہ
گیسو - کیشش	جاروب - جھاڑو
گام - گرام	انتقال - انت کال
جیز - ہیجڑا	انتہا - ان تھاہ

٨- ظاہری صورت سے دھوکا نہ کھاؤ۔

٩- اصوات اور ہجا۔

١٠- نقصانات تجویز۔

١١- تجویز پر اعتراضات۔

١٢- نقصانات کی چند مثالیں۔

١٣- تجویز کی عملدرآمد پر اختلافات پیدا ہو جاوینگے۔

١٤- الفاظ کے باہمی رشتہ میں ہیر پھیر ہوتا ہے۔

تافتہ - واہیات - رومال - پیچک۔
تعویذ - بسل - بھیڑ - بھیڑیا - بھیڑیا چال
بھیڑیا چال - سوتیلا۔

١٥- مختلف الفاظ کا باہمی تعلق اور مثالیں۔

طلوع - طلعت - مطالعہ - اطلاع۔
فرق - فراق - تفریق - فرقت۔
جنون - مجنون - جنت - جن - جنین۔
عارض - عارضہ - عرضی - عرض - عریضہ - عروض۔

١٦- ایک ہی لفظ کے مختلف معانی میں رابطہ۔

١٧- مثالیں۔

وجہ۔
اسامی۔
آریخ۔

١٨- صورت الفاظ یکساں لیکن مادہ مختلف۔

کالا - مالی - مور - در۔
جریب - تولیا - بندر - بار۔

١٩- اشتقاق الفاظ کی مزید مثالیں۔

دیباچہ - نخاس - پاکھنڈ - ہوس۔

بغض للّٰہی۔ طومار۔ رام کہانی۔
غنیمت۔

۲۰۔ استعارات ابتدا میں کسی حقیقت
پر مبنی تھے۔
طعنہ۔ ہتک۔ پیشتی۔ تواضع۔
فروتنی۔ عداوت۔

۲۱۔ مطالعہ الفاظ اور وطن پرستی اور
قوم پرستی۔
اکال گڑھ۔ رام نگر۔ رسول پور۔ علی پور۔
اکبر آباد۔ شاہجہان آباد۔ اورنگ آباد۔
امرتسر۔ لودہیانہ۔ راجپوتانہ۔
منٹگمری۔ لائل پور۔ لارنس پور۔
ڈسکہ۔

۲۲۔ الفاظ اور مذہبی تعلیم۔
تلاوت۔ قرآن۔ وید۔ گرنتھ۔ معجزہ۔
سنسکار۔ کفارہ۔ قربانی۔ ستی۔

۲۳۔ خاتمہ اور لفظ بلا کی تحقیقات۔
بلاء۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فصل اوّل

اِفتتاحیہ

۱۔ الفاظ قیمتی ہیروں کی کان ہیں

اِس میں کلام نہیں۔ کہ علم و دانش کے بے بہا خزانے جو انسان کے دل و دماغ نے بہم پہنچائے ہیں۔ اچھی اچھی کتابوں میں محفوظ اور کثرت سے ملیں گے۔ عِلم کی دولت بالعموم اِسی سبیل سے بنی آدم میں نسلاً بعد نسل متداول ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہیگی لیکن اسوقت کتابوں یا مسلسل تقریروں سے بحث کرنا ہمیں مقصود نہیں۔ بلکہ ہمیں یہ بتانا ہے۔ کہ صرف الفاظ میں بلا لحاظ کسی فقرہ بندی یا عبارت کے اخلاقی اور تحریری حقائق انسانی جذبات اور ولولوں کے بیشمار گنجینے بھرے پڑے ہیں۔ اور ان سے بیش قیمت نصیحتیں حاصل ہوسکتی ہیں۔ بشرطیکہ ہم اُن کی طرف تھوڑی سی توجہ

کریں +

اس مضمون میں ہم اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کرینگے کہ الفاظ جو ہم دن رات استعمال کرتے - پڑھتے یا سُنتے ہیں۔ خواہ وہ عالم روحانی کے متعلق ہوں۔ خواہ عالم جسمانی کے۔ بلکہ معمولی الفاظ بھی جو کوچہ و برزن میں رائج ہیں۔ اور روزمرہ کی بولچال۔ شب و روز کے معاملات میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ایسے ایسے قیمتی ہیروں کی کان ہیں۔ جو دم بھر کے تجسس اور کاوشس سے ہمیں مالامال کر دینگی - الفاظ پر غور کرنا یا یوں کہو۔ کہ "مطالعۂ الفاظ" (کیونکہ اکثر اوقات الفاظ بجائے خود ایک کتاب کا مضمون لئے ہوتے ہیں) فی الحقیقت ہمیں بدرجۂ اتم فایدہ پہنچائیگا +

ہمیں پورا یقین ہے۔ کہ اس راز کے انکشاف پر کہ الفاظ جاندار قوتیں ہیں۔ خیالات کا اپنا بنایا ہُوا لباس بلکہ جسم ہیں۔ اکثر نوجوان محسوس کرنے لگیں گے۔ کہ ان کی آنکھوں پر سے ایک قسم کی پٹی جو پہلے بندھی ہوئی تھی۔ اُتار دی گئی ہے۔ اور اب ان کی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ یہ نئی قوت بینائی یا یوں کہو کہ ایک نئی دُنیا کا تعارف ان کی طبیعت کو باغ باغ کر دیگا۔ اور وہ اخلاقی اعجوبے اپنے چاروں طرف دیکھیں گے۔ دن رات۔ صبح و شام۔ لحظہ بلحظہ ان کی نگاہیں ان پر

پڑینگی۔ اور وہ حیران ہونگے +

۴۔ علم شے بہ از جہل شے

اکثر اوقات بیان کیا جاتا ہے۔ کہ کسی چیز کی ناواقفیت ہماری نظروں میں اِس کی قدر و منزلت کو بڑھا دیتی ہے اِس سے زیادہ غلط بات انسان کے مُنہ سے کم نکلی ہوگی۔ کیونکہ اس کے معنے یہ ہونگے کہ کسی چیز کی قدر و منزلت کرنے کا خاصہ جو انسان میں ہے۔ اس کی بنا محض فریب اور دھوکا ہے۔ یا یُوں کہو کہ اصلیت ہمیں پسند خاطر نہیں اور کسی چیز کی اہمیت سے واقفیت حاصل کرنا اس کی قدر و منزلت کا خاتمہ ہے۔ مانا کہ کبھی یُوں بھی ہوتا ہے۔ کہ ہم اپنی ناواقفیت کے سبب کسی چیز کو سراہنے لگتے ہیں۔ اور بعد میں زیادہ واقفیت پر وہ چیز معمولی پیش پا اُفتادہ سی نظر آتی ہے۔ لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ ہزاروں دفعہ ناواقفیت کی بدولت قابل قدر چیزوں کی ہم پرواہ نہیں کرتے +

"علم شے بہ از جہل شے" ایک مشہور قول ہے۔ اور اسکی صداقت میں کسی ایک موقعہ پر بھی فرق نہیں آیا۔ اور نہ آسکتا ہے۔ خواہ ہم عجائبات قدرت کو دیکھیں۔ اور خواہ عجائباتِ صنعتِ انسان پر نگاہ ڈالیں +

علم زبان میں بھی اس قول کی صداقت کسی صورت سے کم نہیں۔ بسا اوقات یہاں ہم ذہنی اور اخلاقی عجائبات کے درمیان بے توجہی کی نظر اور لاپروائی کے خیال سے اِدھر اُدھر چلتے پھرتے ہیں جیسے کوئی مسافر مشہور میدان کارزار یا قدیم نامی شہروں میں سے بغیر کسی ولولے جذبے یا جوش پیدا ہونے کے گذر رہا ہو۔ اور یہ اسلئے کہ اُس کو ان بڑے بڑے کارناموں کی کچھ خبر نہیں۔ جو وہاں کے آسمان نے دیکھے ہیں۔ اور وہ اِن دلوں سے ناواقفِ محض ہے جو اپنے اپنے حوصلے خوش اسلوبی سے نکال کر زمین میں مِل کر خاک ہو گئے ہیں۔ ہم بھی اُسی مسافر کی طرح واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے ایک اعلےٰ درجہ کے پاکیزہ اور ہمت بڑھانے والے جذبۂ دل کے پیدا ہونے کی خوشی سے محروم رہتے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اِن طرح طرح کی نصیحتوں سے فایدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ جو ہر وقت ہماری راہ میں (اگر ہم صرف ہاتھ بڑھانا اور انہیں اپنے تصرف میں لانا جانتے ہوں) بکھری ہوئی ہیں۔ یہ نصائح کی دولت سب سے زیادہ ہمارے روزمرہ کے الفاظ میں ملتی ہے۔ تھوڑی سی واقفیت حاصل ہونے پر ہی ہم یک لخت پکار اُٹھینگے۔ کہ معمولی الفاظ میں بھی جو غریب سے غریب اور جاہل سے جاہل لوگوں کی زبان سے نکلتے

ہیں۔ کیسے کیسے جواہرات لپٹے ہوئے ہیں۔ ہم دیکھیں گے کہ کیسے کیسے خوبصورت پھول ہمارے قدموں میں پڑے ہوئے ہیں جنکی اصلی لطافت اور پنکھڑیوں کی نزاکت ہر وقت پاؤں میں روندے جانے کی وجہ سے مٹ رہی ہے۔

۴۔ مضمون کی بیحد دلچسپی یہ مضمون جو ہم نے اِس طرح شروع کیا ہے۔ آپ کی نظروں میں پھیکا اور دلچسپی سے خالی نہیں ہونا چاہئیے۔ تاکہ ایسا نہ ہو۔ کہ مطلوبہ توجہ بیدلی واکراہ سے دی جائے۔ اگر ایسا ہُوا تو ہمیں ڈر ہے۔ کہ یہ نقص ہمارے طرزِ بیاں کا ہوگا۔ ورنہ الفاظ کے بجا اور بے جا استعمال کا مطالعہ۔ ان کی اصلیت اور ان میں امتیاز کا معلوم کرنا۔ اور ان کے خزائن کا تجسّس خواہ کتنا ہی قلیل ہو۔ اسقدر مفید اور دلچسپ ہے۔ کہ اور کوئی شغل مطالعہ اس کی ہمسری کا دعویٰ تک نہیں کر سکتا۔ اور یہی باتیں ہم آپ کے سامنے اپنے مضمون میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

ایک بڑے انگریز فاضل نے جو ایک یونانی لغات کا مولف ہے۔ اور جس نے اِس لغات کی تالیف میں کئی سال لگائے تھے۔ دیباچہ کتاب میں بعض اشخاص کا بڑے حقارت آمیز الفاظ میں جنکے وہ یقیناً مستحق ہیں۔ ذکر کیا ہے۔ کیونکہ اُنہوں نے کہا تھا۔ کہ ایسا کام

جس میں فاضل مذکور اتنی مدت مدید تک مشغول رہا ہے۔ اِس محنتِ شاقہ کی وجہ سے جو فاضل مذکور کو اِس میں کرنی پڑی ہوگی طبیعت کو مضمحل اور بیزار کر دینے والا ہونا چاہئے۔ بیزار کر دینے والی محنتِ شاقہ اسلئے کہ محض الفاظ ہی سے کام اور معاملہ تھا۔ فاضل مذکور اِس گروہ میں شامل ہونے کے ایما اور اشارے کو بھی زور سے مسترد کرتا ہے۔ جو اپنے آپکو غلامانِ پا بہ زنجیر یا شہیدانِ دُنیائے علم کی طرح مستحق ہمدردی سمجھتے ہیں اور ہمدردی کے خواہاں ہیں۔ وہ صاف صاف بیان کرتا ہے۔ کہ الفاظ کی جماعت بندی ان کے اقسامِ مدارج اور خاندان کا تعین ان میں باہمی امتیاز و تفریق۔ ان کا ماخذ۔ موضوع اور استعمال کا پتہ لگانے کا کام اِس کے لئے محنتِ شاقہ اور باعثِ تکلیف نہ تھا۔ بلکہ خوشی اور محبت کا کام تھا۔

۴۔ اُردو اور اُس کے الفاظ کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں

اور اگر یہ سب کچھ کسی غیر زبان کے متعلق درست ہے۔ تو یہ اپنی زبان کے متعلق زیادہ درست ہونا چاہئے۔ سچ تو یُوں ہے۔ کہ کوئی زبان بھی ایسی نہیں جو ان خوبیوں سے معرا ہو۔ اور جس کے ہر ایک فقرے میں بیش بہا الفاظ کے موتیوں کی لڑیاں نہ پروئی ہوئی ہوں۔ ہندوستان کی مروجہ زبان اُردو ہی کو لیجئے۔ گو اسے بہت پُرانی ہونے کا دعوٰی

نہیں۔ مگر تھوڑی سی عمر میں اِس نے وہ قبولیت حاصل کی ہے۔ کہ باید وشاید۔ اور دوسری زبانوں کے الفاظ اور محاورات کو ایک خاص حد تک جذب کرنے میں وہ مناسبت دکھائی ہے۔ جو بہت کم زبانوں میں پائی جاتی ہے۔ ایسی زبان کے الفاظ کی اصلیت یا ابتدائی لغوی معنے دریافت کرنے کی عادت طلبا میں ڈالنا ایسا مفید اور دلچسپ کام ہے۔ کہ اِس سے بہتر کوئی اور طریقہ تعلیم نہیں ہوسکتا۔ انگریزی زبان کی طرح یہ بہت سی السنہ سے مرکب ہے۔ مگر اس میں ایران کی شیریں اور پیاری زبان کا عنصر غالب ہے۔ اِس میں شک نہیں۔ کہ اُردو کی بنا تو ایک قدیم اور سیدھی سادی بولی پر ہے۔ اور اب بھی جو کوئی اِس بولی کو تقریر و تحریر میں خوبی کے ساتھ نباہ سکے۔ اُستاد مانا جائیگا۔ مگر فارسی کی آمیزش نے اِس زبان میں وہ آبداریاں پیدا کی ہیں۔ جن کے بغیر اس تیغ ہندی کے سارے جوہر کبھی نہ کھلتے۔ اِس لئے ہم اِس مطالعہ الفاظ میں زیادہ تر فارسی الاصل الفاظ کو لینگے۔ کیونکہ ایسے الفاظ جو دوسری زبانوں سے آکر زبان میں مِل جُل گئے ہوں۔ بسا اوقات دلچسپ تاریخ رکھتے ہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ ہمیں ان کی اصلیت اور ابتدائی معنوں کے دریافت کرنے کی تکلیف گوارا کرنی پڑے گی

اس تحقیقات میں بعض الفاظ ایسے ملینگے۔ جن کی تاریخ سے ایسی قابلِ قدر واقفیت ہمیں حاصل ہو گی۔ جو ایک جنگ کی تاریخ سے بھی نہیں ہو سکتی ۔

۵۔ زبان متحجر نازک خیالی اور تاریخ ہے نئی دنیا کے ایک مشہور مصنف نے زبان کو نازک خیالی متحجر کے نام سے موسوم کیا ہے۔ تو اس نام سے اُس کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس طرح حیوانات و نباتات متحجر ہیں۔ اور خوش وضع حیوانات یا نازک پودے جو شاید ہزار سال گذرے ہیں۔ کہ زندہ اور تر و تازہ تھے۔ ہمیشہ کے لئے عالم جمادات سے تعلق پیدا کر کے ہلاکت و فنا سے بچ رہے ہیں۔ اسی طرح الفاظ میں بھی نازک خیالات اور دلفریب صورتیں سلف کے جذبات و تصورات۔ گذشتگان کی اُمیدیں اور حسرتیں (گذشتگان جن کو قبروں میں سوئے ہوئے صدیاں گذر گئیں اور جن کا نام تک فراموشی نے ملیا میٹ کر دیا ہے) زندہ اور قائم ہیں۔ اور معدومیت کی دستبرد سے ابدالآباد تک امن میں ہیں۔ یہ نام موزون اور دلکش ہے۔ اور اگر اس میں کوئی نقص ہو سکتا ہے۔ تو نقصِ تفریط و تنگ بیانی ہے۔ زبان نازک خیالی متحجر ہوتی ہے۔ اور فی الحقیقت ہے۔ لیکن انہی معنوں اور اسی نزد سے ہم

اس کی نسبت یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ زبان اخلاق متجر یا تاریخ متجر ہے۔ تاریخی واقعات اور اخلاقی خیالات بھی اس کثرت اور اس عمومیت سے صورت وجسم لفظی قبول کر لیتے ہیں۔ جو جذبات وخیالات انسان کو حاصل ہیں۔ بلکہ یہاں تک بھی ہوتا ہے۔ کہ اگر کسی موقعہ پر انسان کی اخلاقی طبیعت میں کوئی سقم واقع ہو جائے۔ تو الفاظ ہمیشہ کیلئے اس سقم کی زندہ شہادت قائم کر دیتے ہیں۔ ان سب امور پر ہم بالتفصیل بحث کرینگے۔ لیکن فی الحال ہم ایک دو مثالیں بیان کرنی چاہتے ہیں۔ تاکہ ہمارا مطلب واضح ہو جائے۔

۲۔ متجر نازک خیالی زبان جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ نازک خیالی متجر ہے۔ یا یوں کہو۔ کہ اگر ہمیں کسی قوم کی شاعری سے پوری واقفیت حاصل کرنی منظور ہو۔ تو ہمیں صرف اُس کے اشعار یا نظم کی رنگینی میں رنگی ہوئی روایات ہی کو نہیں دیکھنا چاہئے۔ بلکہ ہمیں بہت سے الفاظ بھی ملینگے جو فرداً فرداً نازک خیالی کے پرورش یافتہ اور دلفریب نقش ونگار سے آراستہ ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ ان میں نظم کا عطر کھینچ کر بھر دیا گیا ہے۔ کسی لفظ کو لو۔ اور ذرا بنظرِ غور سے دیکھو تو فوراً معلوم ہو جائیگا۔ کہ لفظ مذکور میں عالم ذہنی اور عالم اجسام کی کسی بڑی مشابہت اور مناسبتِ باہمی کا نقشہ کھچا ہوا ہے۔ عالم

اجسام کی رنگ آمیزی کی مدد سے عالم ذہن کی تصویریں صاف اور روشن۔ اور قیام و دوام کی صورت میں نظر آتی ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ اب تصویریں بتذل بے حیثیت اور معمولی سی دکھائی دینے لگی ہوں۔ اور شاید انہی الفاظ کی بدولت جو ہر ایک آدمی کے اثاثہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ ایسی معلوم ہو رہی ہوں لیکن جس شخص نے پہلے اس مشابہت کو تاڑا۔ اور اُس کے اظہار کے لئے ایک نیا لفظ ایجاد کیا تھا۔ یا کسی پُرانے لفظ کو جو پہلے اپنے لغوی معنوں میں ہی استعمال ہوتا تھا اصلاحی اور استعاری معنے دیئے۔ وہ بزرگ ہر طرح سے سخن آفرین کے لقب کا مستحق ہے اور اس کی نازک خیالی اور سخنوری بیشک اس قابل ہے۔ کہ اسے سحر بیانوں کے زمرہ میں شمار کیا جائے۔

۷۔ اس کی مثالیں مثلاً جس بندۂ خدا نے کسی کے برباد ہو جانے کا خیال اول ہی اول ظاہر کیا تھا۔ ضرور ہے کہ اس نے بہت دفعہ آندھی اور ہوا کو خس و خاشاک اُڑاتے دیکھا ہو گا۔ اُسنے یہ بھی دیکھا ہو گا۔ کہ یہ خس و خاشاک تنکا تنکا ایک دوسرے سے جُدا۔ کوئی کہیں۔ کوئی کہیں اپنے اصل مقام سے کوسوں دُور۔ طوفانِ باد کے جھونکوں سے اُڑتے پھرتے ہیں۔ اور پھر اِن کی جمعیت کا حاصل ہونا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اِن کا قرار مشکل اور اِن کا نام و نشان مفقود ہو جاتا ہے خس و خاشاک

کی اس بیچارگی اور آوارگی کو اس نے ایک مصیبت زدہ انسان کی حالت سے مقابلہ کیا۔ اور کچھ فرق نہ پایا۔ اُس کی نازک خیال طبیعت نے فوراً اِس نامُراد و کمبخت انسان کی حالتِ بیچارگی کو بھی بربادی کے لفظ سے تعبیر کیا +

بخت کے متعلق بھی بیدار و خوابیدہ کے الفاظ پہلے استعمال کرنے والے ذہن نے جاگتے اور سوتے انسان وحیوان کی حالتوں پر غور کرکے یہ الفاظ بخت پر چسپاں کئے ہیں۔ جاگتے کی ہوشیاری۔ جلب منفعت۔ و دفع مضرت میں چابکدستی۔ اپنی حفاظت اپنی زندگی کے سامان مہیا کرنے کی فکر اور طاقت۔ سوتے کی بیکسی۔ کس مپرسی۔ بیچارگی اور ہو بہو موت کی سی صورت۔ شاعرانہ مذاق کیلئے کافی ووافی مثالیں خوش طالعی اور شومئ بخت کی ہیں +

۸۔ تجر اخلاق اور اسکی مثالیں

اوپر ہم نے یہ بھی ذکر کیا تھا۔ کہ الفاظ اکثر اخلاقی حقائق کے شاہد ہوتے ہیں۔ اللہ جلشانہٗ نے الفاظ پر ایسی مہرِ صداقت لگائی ہوئی ہے۔ کہ انسان اتنے حقائق سے آگاہ نہیں جتنے وہ زبان سے شب و روز نکالتا ہے۔ وہ بڑے بڑے زبردست اصول بیان کرتا ہے جو بعض اوقات اس کے اپنے برخلاف بھی ہوتے ہیں اور جن کو وہ معمولی رواج سوسائٹی سمجھ کر رائج کرتا رہتا ہے۔ خود

دنیا کا لفظ ہی ہمیں بتا رہا ہے۔ کہ اس کے ساتھ دل لگانا جائز نہیں
اس کی اصلیت بعض کے نزدیک "دنی" کمینہ ہے۔ اور اسلئے اس سے
اُمید وفا رکھنا فضول۔ اور اگر اس کے ساتھ اور اس کی چیزوں کے
ساتھ موانست پیدا کرتے ہیں۔ تو اس سے بڑھ کر ہماری کیا حماقت
ہو سکتی ہے۔ ہم اسے کمینہ جانتے ہیں۔ اور دن رات اسے اس نام سے
پکارتے ہیں۔ اور یہ بھی ہمیں تجربہ سے معلوم ہے۔ کہ کمینوں سے تعلق
اچھا نتیجہ پیدا نہیں کرتا۔ تو پھر اس سے محبت کے خواہاں ہونا اور نباہ
کی اُمید رکھنا نادانی ہے۔ تعیش۔ عیش و کامرانی کے معنوں میں مستعمل ہے
مگر اصل لغت میں کم معاش ہوتا ہے۔ اور اس برتے پر ہم اپنی کامرانی
پر نازاں ہیں۔ ہمارے عیش و عشرت دراصل سوائے مل بیٹھنے اور
اوقات بسری کے اور کچھ بھی نہیں۔ زندگانی کا زمانہ اور اپنے گھر میں
بال بچوں میں بیٹھ کر ہی گذارنا عیش و عشرت ہے۔ اور اس سے
زیادہ ہیچ اور فضولیات۔ فضولیات جو انسان کی بے تمیزی نے ضروریاتِ
زندگی کے ساتھ ملا کر اپنی اخلاقی حالت کو کئی درجے نیچے گرا دیا ہے
اور اس کا نام عیش و عشرت رکھ دیا ہے۔ عیش و عشرت کے
سامان مہیا کرنے میں جو انسان نے غلطی کھائی ہے۔ اس کی زیادہ
وجہ ماہیت و حقیقتِ دُنیا و مافیہا کو بھول جانا ہے۔ عیش و عشرت کے

سامان مہیا کرنے میں میخانہ کی طرف اس کی تگ و دو ہوتی ہے اور یہ نہیں جانتا کہ عیش و عشرت کہاں یہ تو بربادی۔ اور ویرانی کی طرف دوڑا جا رہا ہے میخانہ کا نام ہی اسے حقیقت حال سے آگاہ کر رہا ہے مگر مستی ہے کہ کچھ نہیں سوجھتا۔ خرابات۔ مے اور میخواروں کی جولانگاہ۔ حقیقت میخواری کا اظہار کس انداز سے کر رہا ہے۔ خرابات۔ میخانہ کا مرادف ہے۔ اور وہاں سوائے خرابات۔ بربادی اور ویرانی کے کچھ بھی نہیں۔ مے خواری۔ خرابات سے ہی شروع ہوتی ہے۔ اور اس کا انجام بھی خرابات ہی ہے۔ اس کی ابتدا بربادی اور انتہا ویرانی ہے۔

اپنے دل میں ہم چاہے کچھ ہی سمجھیں اور اپنی طرف سے چاہے خوشی کے سامان مہیا کرنے میں سعی کریں۔ اور انہیں عیش۔ زندگی کے جزو قرار دیں۔ مگر ہماری اپنی زبان۔ زبان جو ہمارے ایسے سامان پہ مُہر صداقت لگانے سے نہیں رُکی۔ ایک زبردست ناصح ہے اور یہیں ڈنکے کی چوٹ بتا رہی ہے کہ حقیقی خوشی یہاں کسی ایسے سامان سے میسر نہیں ہوسکتی۔ یہ سامان تو ویرانی اور بربادی کے ...... ہیں۔ اگر مسرت۔ خوشی درکار ہے تو وہ یقیناً اس دُنیا سے۔ خرابات سے۔ کہیں پرے ہے۔ جہاں ہم روحانی سیر کے بغیر نہیں پہنچ سکتے *

۹۔ متبحر تاریخ اور اس کی مثالیں	لیکن زبان تاریخ متبحر بھی ہے ۔ لفظ

فرنگ۔ ہی کیسے کیسے معاشرتی انقلابات۔ انقلاباتِ قومی اور حیاتِ قومی کا ایک دفتر ہے۔ صلیبی لڑائیوں میں جب کہ یورپ کی عیسائی قومیں بیت المقدس کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکال کر اپنے حلقۂ حکومت میں داخل کرنا چاہتی تھیں۔ اور ہر ایک قوم نے اپنے بہترین افراد کی خدمات۔ اِس مذہبی جدّوجہد میں (جو اسوقت خیال کی جاتی تھی) مُحرِّبیا ایشیا پر میدانِ جنگ میں کام آنے کیلئے وقف کردی تھیں۔ اس ہجوم اقوام میں جو افراد اور جو لوگ ایشیا والوں نے اِس مذہبی اور قومی داروگیر میں قابل التفات۔ قابل توجہ۔ قابل قدر پائے وہ فرینک یعنی باشندگان فرانس تھے۔ نبرد آزمائی میں۔ صلح د آشتی میں یہی لوگ سرگروہ و سرکردہ اور ممتاز نظر آئے۔ اِن حالات میں یورپ سے آنیوالے سب کے سب خواہ وہ کسی مُلک یا کسی قوم کے تھے۔ اِسی نام سے مشہور ہوگئے اور آجتک ہیں۔

مغلانی۔ اُردو میں تاریخ کا ایک عبرتناک صفحہ پیش کرتی ہے۔ اِس میں کلام نہیں۔ کہ مغلانی مغل کی تانیث ہے۔ لیکن سلطنت مغلیہ کے زوال کے ساتھ ہی اپنے علوِ مرتبت سے گر کر موجودہ حالت میں ہندوستان کے بعض امیر گھرانوں میں بچوں کی اتالیقی کی خدمت بجا لاکر اپنا پیٹ پالتی ہے۔

١٠- آغازِ زبان جو کچھ ہمیں اس کتاب میں ذکر کرنا ہے۔ اس کی چند مثالیں صرف نمونے کے طور پر ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ اور پیشتر اس کے کہ ہم آگے بڑھیں۔ ہمیں ایک امر پر چند الفاظ کہنے ضروری ہیں۔ اگر ہمیں مضمون زیر بحث کی ماہیت دیکھنی منظور ہے۔ تو ہم اس امر کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اس امر سے ہماری مراد ابتدائے زبان اور اصلیتِ زبان ہے البتہ ہم ضرورت سے زیادہ اس مسئلہ میں اپنے آپ کو نہیں اُلجھائیں گے۔ اس کے متعلق دو مذہب ہیں۔ بلکہ یُوں کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔ کہ دو مذہب رہ چکے ہیں۔ ان میں سے ایک تو (جس کے پیرو اب کم نظر آتے ہیں) زبان کو علوم و فنون کی جماعت میں سے تصور کرتا ہے۔ جس سے انسان نے رفتہ رفتہ اپنی زندگی کو آراستہ اور مالا مال کیا ہے۔ اس کے مطابق انسان نے آہستہ آہستہ زبان کو اپنے لئے ایجاد کیا۔ جیسا کہ اس نے ایک فن نکالا۔ اور بھدے نامکمل آغاز سے۔ مہمل آوازوں سے جن سے وہ اپنی طبعی ضرورتوں کا اظہار کرتا تھا۔ آوازوں سے جن سے وہ قدرتی اشیاء کے نقش کو جو اس کے دل پر ہوتا تھا۔ نقل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس نے وہ حیرت انگیز آلہ خیالات اور جذبات کے ظاہر کرنے کا پا لیا۔ جو اب اس کی زبان کی شکل میں ظاہر ہے۔

۱۱- ایجادِ زبان پر اعتراض ہمارے خیال میں اِس مذہب والوں کو یہ اعتراض بالکل لاجواب کر دیگا۔ کہ اِس کے بموجب زبان فطرتِ انسانی کی اتفاقیہ جزو ہوئی۔ اور اِس صورت میں ضرور ہے کہ ہمیں کہیں نہ کہیں ایسے ادنےٰ درجہ کے گروہ انسانی ملنے چاہئیں۔ جو اِس سے بالکل بے بہرہ ہوں۔ بالخصوص جبکہ کوئی فن اِنسانی ایسا نہیں۔ خواہ وہ ایسا سادہ ہو۔ جیسا کہ آگ پر روٹی پکانا۔ جس سے کوئی بھی گروہ ناواقف ہو۔ لیکن زبان کے معاملے میں ایسی بات ہرگز نہیں۔ ابھی تک کوئی فرقہ انسانی ایسا نہیں ملا۔ جنوبی افریقہ کے وحشی اور مردم خوار بھی ایسے گئے گذرے نہیں۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ تبادلۂ خیالات کا یہ طریق استعمال نہ کرتے ہوں۔ لیکن اِس سے بھی زیادہ دندان شکن اعتراض اِس مذہب پر یہ ہے۔ کہ اِس امر کو آغازِ سوسائٹی کے مسئلہ سے غایت درجہ کی وابستگی ہے۔ اور مسئلہ وہ جس کی انجیل کے باب پیدائش کا ہر ایک صفحہ تردید کرتا ہے۔ اور تجربہ ایک ہی نگاہ میں باطل ٹھہرا رہا ہے۔ ہماری مراد اِس مسئلے سے ہے۔ جس کے بموجب انسان کی ابتدائی حالت وحشیانہ تھی۔ وحشی بیج تھا۔ جس سے مدت میں انسان شائستہ پیدا ہوا۔ حالانکہ حقیقت یوں ہے۔ کہ تر و تازہ بیج تو کہاں رہا۔ اگر انصاف کرو۔ تو وحشی انسان پژمردہ خشک تخم ہے

جو انسانیت کے تنے سے بجبر الگ کیا ہوا ہے۔ اس میں اپنے سے زیادہ قابل قدر چیز اپنے آپ میں پیدا کرنے کی مطلقاً قابلیت نہیں۔ اس کی قابلیت تو اس پژمردہ خشک پتے سے زیادہ نہیں جو اپنے آپ میں سے شاہ بلوط کا درخت پیدا کرنے سے قاصر ہے یہ تو بھلا دُور کی مثال ہے۔ اس کو ایک ایسے بچہ سے تشبیہ دیجا سکتی ہے۔ جس میں جوانی کی قابلیتیں ودیعت ہوں۔ جو وقت سے پہلے ہی بڑھاپے کا شکار ہو کر نکما اور شکستہ وخستہ ہو گیا ہو۔

۲۱۔ آغاز زبان۔ اسکی ترقی اور تنزل کی حقیقت

لیکن ابتدائے زبان کے سوال کا صحیح جواب یہ ہے۔ کہ خدا نے انسان کو زبان عطا کی۔ ایسے ہی جیسے خدا نے انسان کو عقل بخشی۔ اور اسواسطے بھی کہ اسے عقل دی (کیونکہ انسان کا کلام اس کی عقل کی جلوہ فرمائی کے سوا اور کچھ بھی نہیں) خدا نے انسان کو زبان عطا کی۔ کیونکہ اسکے بغیر وہ انسان یعنی تمدنی مخلوق نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اِس سے یہ نہ سمجھا جانا چاہیئے۔ کہ انسان ابتدا ہی میں مکمل لغات اور مجموعہ الفاظ کا مالک تھا۔ اور ایک طرح سے اِس کی پہلی کتاب لغات اور پہلی کتاب صرف ونحو اسے بنی بنائی مل گئی تھی۔ القصہ انسان نے ناموں سے نہیں۔ بلکہ نام رکھنے کی طاقت سے ابتدا کی

انسان بولنے کی کل نہیں۔ خدا نے اِسے الفاظ نہیں سکھائے جیسے ہم طوطے کو پڑھاتے ہیں۔ بلکہ اسے قابلیت عطا کی اور پھر اپنی دی ہوئی قابلیت کو ظاہر کر دیا۔ اِس امر میں جیسا کہ دیگر امور میں بھی جو انسان کی ابتدائی حالت کے متعلق ہیں۔ انجیل مقدس کی پہلی تین فصلیں قابل غور ہیں۔ کیونکہ وہاں سے ہمیں پتہ لگ جائیگا۔ کہ خدا نے نہیں۔ بلکہ حضرت آدمؑ نے اوّل ہی اوّل حیوانات کے نام مقرر کئے۔ اور بلاشبہ اپنے خالق کی ہدایت سے۔ وہاں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ ان سب کو آدمؑ کے پاس لایا۔ تاکہ دیکھے کہ آدمؑ انہیں کن ناموں سے پکارتا ہے۔ اور جس نام سے حضرت آدمؑ نے کسی حیوان کو پکارا۔ وہی اس کا نام ہوگیا۔ یہ ہے صاف صاف پتہ زبان کی انسانی اور خدائی ابتدا کا۔ اور ساتھ ہی وہاں نہیں ایک ابتدا بھی اس انداز سے نہیں جتائی گئی۔ کہ دوسری کی مانع یا خارج ہو۔

۱۲۔ آدمی اپنی زبان خود بناتا ہے یہاں تک تو ہم اِن لوگوں کی رائے کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ جو اس امر کے قائل ہیں کہ حضرت انسان نے اپنے خیالات کو لفظی لباس میں اظہار کرنے کی طاقت بتدریج حاصل کی۔ ہم یقین کرتے ہیں۔ کہ حقیقتِ حال کو ذہن نشین کرنے

کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم اشیا کو نام دینے اور اُنکے باہمی تعلّق کو ظاہر کرنے کی اس قابلیّت کو وجود انسان کی بنیاد میں رکھا ہُوا تصور کریں۔ اور یہ سمجھ لیں۔ کہ پیدائش سے ہی خدا تعالیٰ نے یہ قابلیّت اسے بخشی ہوئی ہے۔ لیکن یہ قابلیّت ایسی ہے (اور اس امر میں یہ قابلیت اِن انسانی قابلیتوں سے متجاوز ہوگی۔ جنہوں نے مختلف لوگوں میں مختلف فنونِ زندگی ایجاد کئے ہیں) جو نکمی اور بیکار نہیں رہ سکتی تھی اور یہ اِس لئے کہ انسان اس کے استعمال سے ہی انسان ہوسکتا تھا۔ نتیجہ لابدی تھا۔ باہر کی دُنیا یا ہمجنسوں کی خواہش اور اظہارِ ضرورت پر قابلیت کلام انسان کے دماغ سے جلد نشوونما پا گئی۔ جو جو کوئی چیز اِس کے سامنے نام کے لئے آئی۔ اشیا کا باہمی تعلق اس کے ضمیر کی آنکھوں میں قائم ہوگیا۔ اور جو کچھ ہُوا۔ انسان کی اِس طبیعت کا جو اِسے عطا ہوئی تھی۔ صرف مکانی حیثیت میں نہیں۔ بلکہ لابدی نتیجہ تھا جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ آدمی اپنی زبان خود بناتا ہے۔ لیکن اس طرح جیسے شہد کی مکھّی اپنا چھتّہ بناتی ہے یا پرندا پنا گھونسلہ۔ اسے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں ؂

۱۴۔ جس طرح درخت جڑ سے ایک قانون قدرت کے مطابق نکلتا اور پھیلتا ہے۔ یہ اندرُونی

قابلیت کس طور پر ظاہر ہوئی یا فعل میں آئی۔ کس طرح زبان کا خود بخود پیدا ہو جانا عمل میں آیا۔ ایک راز ہے۔ اور قدرت کا ہر ایک کام بالضرورت راز ہوتا ہے۔ بڑے بڑے محققوں نے بھی اسے راز ہی رہنے دیا ہے۔ تاہم ہمیں حقیقت الامر سے یعنی یہ عمل کس طرح ہُوا۔ اور کس طرح نہ ہُوا۔ واقفیت حاصل کرنے میں کچھ مدد مل سکتی ہے۔ اگر ہم ایسا تصوّر کریں۔ کہ جس طرح درخت جڑ سے ایک قانونِ قدرت کے مطابق نکلتا اور پھیلتا ہے۔ اسی صورت میں قابلیتِ زبان جو انسانی فطرت میں مل چکی ہے۔ اسکی بھی جڑ ہوگی اور قانون بھی وہی قانون عقل کل ہوگا جو انسان کو عطا کی گئی ہے۔ اور یہی تمثیل انسب ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ ہم تعمیر مکان سے اسے تشبیہ دیں۔ جو انسان آہستہ آہستہ اور مشقّت سے اپنے خیال اور وہم کے مطابق خشک لکڑیاں جمع کر کے تیار کرتا ہے۔ اور جسمیں بمراتب سامان عمارت اور رقبہ زمین میں ترقی کی جاتی ہے۔ شروع شروع میں سیدھا سادھا جھونپڑا جو اس کی ابتدا کی ضرورتوں کے لئے کافی تھا۔ محنت اور مشقّت کی صدیوں کے بعد اس کی اولاد کے لئے شاہانہ محل عیش و آرام کا بن جاتا ہے *

۱۵۔ وحشیوں کی زبان پر نقش تنزل	بحالت دیگر اگر وحشی ابتدائی حالت

انسان ظاہر کرتے ہیں تو ان میں زبان کے اوّلین اجزاء اوّل درجہ کے ہی سہی۔ اور ان اجزاء میں تندرست نمو کے جراثیم ہونے چاہئیں۔ لیکن نزدیک جا کر دیکھنے سے وحشی قوموں کی زبان کیا ظاہر کرتی ہے ہر ایک حالت میں جو کچھ بھی ہے وہ زبان ہی ایک بہتر اور اعلےٰ درجہ کی گذشتہ حالت کے کھنڈرات دکھاتی ہے۔

وحشیوں کی زبان پر نقش تنزل ڈراؤنی صورت میں جما ہُوا دکھائی دے رہا ہے اور شاید ان کی شکل پر جو ایسا نقش ہے اس سے کہیں زیادہ ہے۔ جب کوئی قوم بالکل حق کو چھوڑ بیٹھے۔ اور مدتِ مدید تک نورِ ایمان سے منحرف ہو کر عصیان پر کمر باندھ لے۔ تو وہ اسی طرح تنزل کی گھاٹی میں لڑھکتی جاتی ہے۔ اور دُنیا کے اِن حصّوں سے جہاں ترقی اور شائستگی کا دَور دورہ ہے کسی حادثۂ عظیم کے تھپیڑوں کی ماری دُور دُور تر ہو جاتی ہے۔ اور اسے شائستہ آبادی سے پرے جزیروں یا انتہائی گوشوں میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ اور جوں جوں اعلیٰ خیالات روحانی خیالات ایک دوسرے کے بعد اِس قوم میں مرتے جاتے ہیں۔ الفاظ بھی جو انہیں ظاہر کرتے ہیں گم ہوتے جاتے ہیں۔ شائستگی کے زمانہ کی جو جو عادتیں یکے بعد دیگرے چھوڑ دی جاتی ہیں۔ ایسے الفاظ بھی جو ان عادات کی وجہ سے

زبان زد تھے۔ ترک ہو جاتے ہیں۔ پہلے پہلے ان کا استعمال چھوٹ جاتا ہے اور پھر حافظہ بھی انہیں بھول جاتا ہے اور کچھ مدت کے بعد نابود ہو جاتے ہیں۔

۱۶۔ پادری موفات اور لفظ ماریمو

پادری موفات صاحب اپنی کتاب (جو انہوں نے جنوبی افریقہ کے متعلق لکھی ہے) میں ایک قوم کی زبان میں (جو وحشت میں روز بروز زیادہ مستغرق ہو رہی ہے) ایک بڑے پرمعنی لفظ کی گم شدگی کی مثال بیان کرتے ہیں۔ اور لفظ کی گم شدگی کے ساتھ ہی جیسا کہ ہونا چاہیئے تھا۔ ایک روحانی حقیقت اور صداقت کا بھی چلا جانا بیان کرتے ہیں۔ جو اس لفظ کے لباس اور حمایت میں ظاہر ہوتی تھی۔ کافروں کا ایک فرقہ لفظ ماریمو استعمال کرتا تھا۔ اور اس کے معنے ہیں "وہ جو اوپر ہے" "وہ جو آسمان میں ہے" اور یہ لفظ اللہ جلشانہ کی ہستی کا مصداق تھا۔ یہ لفظ بعینہٖ اپنے مصداق کے پادری موفات صاحب نے موجودہ نسل کی زبان میں نابود پایا۔ اگرچہ کہیں کہیں اسے کوئی بوڑھا نظر آجاتا تھا۔ اور وہ بمشکل ہزار میں ایک جو بتا سکتا تھا۔ کہ اس نے اپنی جوانی میں یہ لفظ بول چال میں سنا تھا۔ اور یہ لفظ جو کبھی ایسا اعلےٰ درجہ کا تھا۔ اب صرف جادوگری اور

مینہ برسانے کے مدعیوں کے منتروں میں سُنائی دیتا تھا۔ جنہوں نے اس کا مصداق ایک بناوٹی بھوت ٹھہرایا تھا۔ اور اس کی نسبت وہ بیہودہ ترین اور متضاد روایات بیان کرتے تھے *

۱۷۔ خیالات زبان سے ہی پرورشں پاتے ہیں

وحشی قوموں کی حالت تنزل کا اِن کی زبان کی اِس بے رحم کم مائگی سے بڑھکر اور کوئی شاہد نہیں۔ اور نہ کوئی امر انہیں اِسقدر موثر طور پر جاہلیت میں رکھنے پر مصر ہوتا ہے۔ انسان کی سمجھ اور علم ان الفاظ تک ہی محدود ہوتے ہیں جو وہ سمجھتا ہو۔ اور جو کچھ اِن الفاظ کے معانی ہوں۔ یا اس کی سمجھ کے مطابق معانی بنائے جائیں۔ اور کسی آدمی پر اپنے خیالات ظاہر کرنے میں ہم اِن حدود سے باہر نہیں جا سکتے۔ خیالات زبان سے ہی پرورش پاتے ہیں۔ اور یہی انہیں ظہور میں لاتی ہے۔ لیکن اس میں بھی کلام نہیں ہو سکتا۔ کہ زبان ہی اِن کے لئے روک اور زنجیر کا کام دیتی ہے۔ اشاعت دین کرنے والے ہمیشہ سے اس بات کے شاکی ہیں۔ کہ وحشیوں کی زبان میں وہی الفاظ کلیتہً یا اس کے قریب قریب نابود ہیں۔ جنکے ذریعے انہیں حقائق روحانی کی تلقین کی جائے۔ یا انسان کے دل کے علوی ولولے ہی انہیں جتائے جائیں۔ ایک پادری صاحب

اپنی کتاب میں بیان کرتے ہیں۔ کہ برازیل کی دو بڑی وحشی قوموں کی زبان میں کوئی لفظ مطلقاً "شکریہ" کا مترادف نہیں ملتا لیکن اگر ان کے دل منت و شکر سے بالکل ناآشنا ہیں تو ان کی زبان میں ایسے الفاظ کی عدم موجودگی کچھ عجیب نہیں +

بلکہ سچ تو یوں ہے۔ کہ وہ الفاظ ان کی لغات میں کیسے ہو سکتے تھے۔ اور اس ناآشنائی کا عدم موجودگی لفظ کا موجب ہونا ایک امرِ واقعہ سے پورے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ جو وہی صاحب حوالۂ قلم کرتے ہیں۔ اِن کا بیان ہے کہ یہ لوگ اگرچہ عادی بھکاری ہیں کسی چیز کے مل جانے پر جس کی وہ تلاش میں ہوں۔ ممنون و مشکور ہونے کا ایک اشارہ تک بھی تو ان کی طرف سے نہیں ہوتا۔ بس اتنا ہی کہیں گے "کہ یہ چیز میرے مفید ہو گی" یا "اُسی چیز کی تو مجھے ضرورت تھی" مشرقی افریقہ کے باشندوں میں بھی شکریہ کے خیال کے اظہار کے لئے کوئی لفظ یا فقرہ نہیں ملتا +

۱۸۔ زبانوں میں جو کچھ باقی رہ گیا ہے وہ بھی شہادت تنزل دیتا ہے

اِن زبانوں نے جو کچھ کھو دیا ہے۔ صرف وہی نہیں۔ بلکہ جو کچھ ان میں باقی رہ گیا ہے یا ایجاد ہوا ہے ان کے تنزل اور قعرِ ذلت میں پہنچ جانے کا شاہد ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کر رہا ہے۔

کہ جو لوگ اِن کے بولنے والے ہیں۔ وہ سطحِ شائستگی سے کتنے نیچے گر گئے ہیں نیوزی لینڈ کی ایک قوم کی بابت ہم نے کہیں پڑھا ہے۔ کہ اِن کی زبان میں خدا کے لئے کوئی لفظ نہیں۔ لیکن ماں کے پیٹ میں بچہ کو مار ڈالنے کے ایک طریق کے لئے ایک لفظ ہے۔ اور ہمیں ایک واقفکار انگریزی ادیب کی زبانی جو "وان ڈیمنز لینڈ" میں دیر تک سکونت پذیر رہا ہے معلوم ہُوا ہے کہ اِس جزیرہ کی زبان میں قتل انسان کے لئے چار لفظ ہیں۔ ایک تو باپ کے بیٹے کو مار ڈالنے کے لئے دوسرا بیٹے کے باپ کو مار ڈالنے کے لئے اور علےٰ ہذا القیاس قتل کی دیگر قسمیں ہیں۔ اور ان میں سے ایک میں بھی اخلاقی ملامت یا قتل مستلزم السزا اور قتل عمد میں جو گہرا فرق ہے۔ ان کا نشان تک نہیں۔ لطف یہ ہے۔ کہ اِس زبان میں جو اظہار بغض کے غایت درجے کو بیان کرنے میں ایسی مالا مال ہے۔ محبت کے لئے کوئی لفظ مطلقاً نہیں۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے اس شکستگی اور ابتری کی حالت میں بھی لگا ہے گا ہے وحشی قوموں کی زبان میں کچھ نہ کچھ معنوی بایکی۔ کوئی عجیب اشارہ مردہ شائستگی کا جو کہ متکلم سمجھنے سے بالکل قاصر ہے۔ نظر آ جاتا ہے۔ ان کی زبان کی کم مایہ اور

ذلیل گودڑی میں کوئی دھجی ایسی بھی نظر آجاتی ہے جو اسے میراث ضائع کردہ کی بچی کھچی یا ایک قبا کی جو کسی زمانہ میں شاہانہ تھی پھٹی پرانی یادگار بتا رہی ہوتی ہے۔ وحشی کے ہاتھ میں شکستہ عصائے شاہی کے ٹکڑے رہ گئے ہیں۔ عصا جس سے وہ (اپنے بزرگوں کی شکل وجسم میں) خیالات کے وسیع ممالک پر حکومت کرتا تھا اور وہ ممالک اب اِس کی مقدرت اور حکومت سے بالکل نکل گئے ہیں

۱۹۔ قومی ترقی کے ساتھ ہی زبان بھی ترقی کرتی ہے

ایک طرف تو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وحشی کی تو یہ حالت ہو گئی ہے۔ کہ راہِ تنزّل میں پیچھے ہی پیچھے جا رہا ہے اور ذاتی اور قومی زندگی کے نادار اور ذلیل ہو جانے کے ہر ایک موقعہ پر زبان بھی اِسی کے مطابق ذلیل اور نادار ہو رہی ہے۔ اِس کے مقابلہ میں دوسری طرف ہم دیکھیں گے۔ کہ جہاں کہیں پیش قدمی اور ترقی ہے۔ جہاں کوئی روحانی خیال کسی قوم کے ذہن میں کسی حد تک صورت حقیقت اختیار کر رہا ہے۔ جہاں وہ قوم الفاظ کے معانی کی تعریف وتمیز کرنا سیکھنے لگی ہے۔ جہاں وہ نیچر پر حکومت جیسا کہ چاہئیے کر رہی ہے۔ اور نیچر کو اپنے اسرار ظاہر کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ جہاں قومی افق پر نئے خیالات جلوہ گر ہو رہے ہیں۔

اور قومی دل کو نئے ولولے اُبھار رہے ہیں۔ اور اس کے علم میں نئے واقعات آرہے ہیں۔ وہاں زبان بھی بڑھیگی اور ترقی کر رہی ہوگی۔ یہ پیچھے پیچھے نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ انسان محسوس کرتا ہے۔ کہ کوئی چیز اس کی خاص ملکیت نہیں ہوسکتی۔ وہ کسی نئے خیال کو سچّے اور اپنا نہیں کہہ سکتا۔ یا کسی نئے روحانی ورثہ پر اسے قبضہ و تصرّف حاصل نہیں ہوسکتا۔ جب تک یہ زبان میں جاگزین اور جاگیر نہ ہوجائیں۔ جب تک اِن کا تصوّر وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے الفاظ سے نہ کرسکے۔ وہ احساس کرتا ہے۔ کہ حق کو قائم رکھنے اور اس کی اشاعت کے لئے۔ اِس کا اظہار اور بیان کرنا ضروری ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ کہ اسماء حسیات کے نقوش ہیں۔ اور اُسی حیثیت میں دماغ پر زبردست قابو پا لیتے ہیں۔ اور دوسرے نقوش کے مقابلے میں آسانی سے استحضار کے لئے آمادہ ہوجاتے ہیں۔ یہی سبب ہے۔ کہ وہ خیالات اور احساسات کے دیگر سیماب صفت محمولیں کے لئے ایک قسم کا نقطۂ مماس ہوتے ہیں نقوش ایک دفعہ رفت گذشت ہوئے کو ہمیشہ کے لیے منتشر اور مفقود ہوگئے۔ لیکن زبان کی ہمسفیری سے انہیں ہر وقت کانوں تک رسائی رہتی ہے۔ اور اس سے بے تکلفی کی مجلس میں اِن کا

دخل بے روک ٹوک ہو جاتا ہے۔ خیالات و تصورات خود شب و روز دماغی منظر اور جلوہ گاہ کے صفوفِ اوّلین سے پرے پرے ہٹتے جاتے ہیں لیکن اسماء برابر ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ اور انکے منہ سے نکلتے ہی خیالات و تصورات آن کی آن میں آموجود ہوتے ہیں ٭

۲۰۔ الفاظ جو مباحثاتِ مذہبی نے پیدا کئے اور انکی مثالیں

بعض اوقات لوگ شکایت کرتے ہیں۔ کہ مباحثاتِ مذہبی نے جو وقتاً فوقتاً مختلف ادیان یا ایک ہی مذہب کے مختلف فرقوں میں ہوتے رہے ہیں۔ اِلہیات اور مذہب میں نئی نئی اصطلاحات کا ایک حد سے زیادہ ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ لیکن ایسا ہونا ضروری تھا۔ ورنہ مباحثات سے جو کچھ فوائد مترتب ہوئے ہیں۔ وہ بالکل نابود ہو جاتے۔ ایک بزرگ کا قول ہے۔ اور قول برحق۔ کہ حقائق کی کسی باضابطہ دینی ہو یا دُنیوی۔ ترتیب و تدوین کی کامیابی۔ اور مستقل اثر صحیح صحیح اصطلاحات پر ہی منحصر ہے۔ خیالات و تصورات میں دقیقہ رس غور و خوض پر نتائج جو انسانی فکر نے قائم کئے ہیں جب تک صراحت سے بیان نہ کئے جائیں اور مناسب حال اور صحیح الفاظ میں منضبط نہ ہوں۔ فکر کا عمل آخر کار بے سود ہوگا

جو کچھ کہ صاف وشفاف اور نمایاں صورت میں ایک شخص کے تصور نے قائم کیا تھا۔ کافۂ انام کی ملکیت اور مقبوضات میں داخل ہونے سے قاصر رہیگا۔ کیونکہ کسی صحیح اور پُرزور اصطلاح نے اسے شخصی دماغ سے دماغ عامہ کی طرف منتقل نہیں کیا۔ کوئی چیز خیال یا تصور سے زیادہ بے قرار اور بے ثبات نہیں۔ تصور جو ایک شخص کے ذہن میں صریح اور صحیح تھا۔ دوسرے کے ذہن میں دھندلا اور غلط ہوجائیگا۔ اور یہ اس لئے کہ اس کی پیدائش پر ہی اسکی شکل وصورت وتناسب وجودی کو مدنظر رکھ کر اسے مضبوط گرفت میں نہیں لایا گیا۔ اور نہ رکھا گیا۔ اور نہ بعد ہی میں مستقل علمی مقاویر کے رکن کی حیثیت میں دوسرے اذہان کے تصرف میں دیدیا گیا۔ بقول دیگر الفاظ اکتشافات کے صحیفے ہیں۔ بقائے حق اور اِس کی اشاعت کے لئے ضرورت اسماء پر کہا گیا ہے۔ کہ ذہنی یا معاشرتی مضامین پر کوئی نیا خیال لوگوں میں نہیں پھیلتا۔ یا اس کے موجد کے ذہن میں بھی اپنی اہمیت کا سکہ نہیں بٹھا سکتا۔ جبتک کہ مناسب الفاظ یا فقرات میں اسے پابند اور مقید نہ کر دیا گیا ہو۔ اور یہ بات حق وباطل پر یکساں طور پر حاوی ہے ؛

ہمارا خیال ہے۔ کہ ہمارے تجربہ میں کئی دفعہ آئیگا کہ مباحثات

خصومات دیرپا اُتار چڑھاؤ اور ہیر پھیر کے بعد ایک لفظِ واحد میں مرکوز ہو کر محفوظ ہو جاتے ہیں۔ جو فریقین کے مسلمات و منہیات کا خلاصہ ہوتا ہے۔ جنگ و جدل کی بے ٹھکانا اور بے تکی ضرب و طعن کے بعد میدان جنگ کا بہترین اور فیصلہ کن مقام غنیم کو مجبور اور مقہور کرنے کے لئے جس کا حاصل کرنا حرب کے جملہ امور طے کر دے گا آخر کار معلوم ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کے فرقے جبریہ اور قدریہ اختلافِ باہمی کو اپنے ناموں میں من و عن بتا رہے ہیں اور اِس بیان کی شاید ہم جرأت کر سکتے ہیں۔ کہ بُدھ مذہب کا سارا راز آواگون تناسخ کے چکر میں مرکوز ہے۔ اِس لفظ کو نظر انداز کر دو تو یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ عمارت کا بُنیادی پتھر نکال لیا گیا ہے ناستک بھی اپنے نام سے ہی انکار الوہیت کا اعلان کر رہا ہے۔ نیچری فرقہ کا نام بھی ان کی مرہونیت قانون قدرت پر دال ہے۔ اور مقلد اور غیر مقلد اہل حدیث و دیگر اہل سُنّت و الجماعت کے درمیان حدِ فاصل مقرر کرتے ہیں۔ بعض اوقات ایک لفظ نہیں بلکہ ایک فقرہ اِس عمل کا کفیل ہو جاتا ہے۔ ڈارون کے خیالات اور مسائل کا عوام کیا اندازہ کر سکتے تھے۔ اگر دو یا تین موزون اور جامع فقرات مثلاً "بقائے اکمل"، "کشمکش وجودی" اور "عمل انتخاب طبعی"

ان کے متعلق رواج نہ پلتے

شیخ الاشراق شیخ شہاب الدین مقتول کا فلسفۂ اشراق کا نام اتنا تو ہمیں ضرور بتلاتا ہے۔ کہ وہ خود ایک نئے اور خاص فلسفہ کے بانی ہوئے۔ اور اس کے مسائل کو وہ ملہم من اللہ کہتے تھے۔

انسانی زبان الٰہی عطیہ

ہم مضمون زیر بحث سے کچھ۔ ہاں کچھ ہی دور چلے گئے ہیں۔ جو کچھ ہم نے ابھی زبان کے خزائن سے معمور ہونے کے ذرائع کی نسبت تحریر کیا ہے ہمارے سابق بیان کی تردید نہیں کرتا۔ کہ انسان کو ابتدا ہی سے زبان اللہ جلشانہٗ کی طرف سے ایک مکمل عطیہ کی شکل میں عطا ہوئی ہے۔ جو آئین الٰہی کے مطابق دوسرے عطیات و وہبیات خدائی کی طرح گناہ گاری اور کاہلی سے انسان ضائع کر دیتا ہے اور کھو بیٹھتا ہے۔ کیونکہ ہماری یہ کبھی مراد نہ تھی۔ (اور یہ امر اُسوقت ہم نے جتا بھی دیا تھا) کہ انسان ایسے حسیات کے لئے جو کبھی اس کے سینہ یا دل میں موجزن ہی نہیں ہوئے۔ ترکیبیں جو اس نے ترتیب ہی نہیں دیں۔ اشیاء جو اسکے سامنے ہی نہیں آئیں۔ اعتبارات جن کا اسے ادراک ہی نہیں ہوا۔ ان سب کے لئے اور ان کے اظہار و بیان کے لئے الفاظ کا ذخیرہ رکھتا ہے سالبقہ یہ تو ہماری مراد تھی۔ کہ انسانی ضروریات کی

حد تک ضروریاتِ جسمانی ہی نہیں۔ بلکہ روحانی بھی۔ اس کے پاس بیان اور اظہار کے لئے الفاظ بلاشبہ ہونگے۔ انسان زبان کے منطقی یا صرفی و نحوی حصہ (کیونکہ صرف و نحو زبان کی منطق ہے جیسا کہ منطق استدلال کی صرف و نحو ہے) پر نا معلوم طور پر قابض و متصرف ہوا لیکن یقیناً تدریجی اکتساب سے۔ اِس کی ترتیب و تدوین اور اس سے استنباط و استقرار کے ذریعہ نتائج نکالنے سے نہیں۔ بلکہ اُس ذریعہ سے جس نے ایسے اکتساب کو ممکن بنایا۔ جسکی رُو سے وہ بیخبری میں عمل پیرا رہا۔ اور اس ڈھانچے کو رفتہ رفتہ بعد کے تصورات و خیالات۔ حسیات اور تجربات و مشاہدات کے اکتسابات سے جو یکے بعد دیگرے الفاظ کا لباس پہن کر سامنے آتے رہے ترقی دیتا اور سجاتا رہا۔

۴۴۔ زبان۔ قوموں کے جذبات خیالات اور تجربات کی مجسمہ ہے

اور یہی وجہ ہے۔ کہ ہم زبان سے اسقدر مستفیض ہو سکتے ہیں۔ اور ہماری تلاش اور جستجو پر اس سے ہمیں کافی منافع حاصل ہوتے ہیں۔ جوں جوں ہماری تلاش زیادہ نظر تعمق و نظر صحت سے ہوتی ہے۔ ہمارے منافع بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ اس سے ہم مستفیض ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک قوم بلکہ بسا اوقات کئی قوموں کے

جذبات۔ خیالات اور تجربات کی مجسمہ ہے۔ یا یُوں کہو۔ کہ اِن کا
اوتار ہے۔ اور نیز اِن کمالات اور کامیابیوں سے بھی جو سالہائے
دراز میں قوموں نے حاصل کیں۔ ستون ہرقل کی طرح کھڑی
بتا رہی ہے۔ کہ انسان کی اخلاقی اور ذہنی فتوحات کہاں تک ہوئی
ہیں۔ اِن ستونوں کی طرح جمی ہوئی اور کبھی نہ ہلنے والی حالت
میں نہیں۔ بلکہ ہمیشہ جیسے اِن فتوحات کا سلسلہ بڑھتا جاتا ہے اسکے
قدم بھی آگے ہوتے جاتے ہیں۔ زبردست اخلاقی باتیں جو انسان
کے دل میں وقتاً فوقتاً اُٹھتی رہتی ہیں۔ زبان کی مدد سے بیان
کے لباس میں خودبخود ظاہر ہوگئی ہیں۔ اور یکتائے زمانہ افراد نے
جو اشیاء کی ماہیت کو نگاہِ غور سے ملاحظہ کیا ہے تو اکثر دفعہ
انہوں نے اپنے اس تجربہ کے ذخیرہ کو ایک ہی لفظ میں رکھ دیا
ہے۔ اور اِس لفظ کو ذخیرہ کے ساتھ ہی جو انہوں نے اِس میں
بھر دیا ہے۔ دُنیا میں رائج کر دیا ہے۔ اور اِس نئے لفظ میں
خیالات کا ایک خاص دائرہ مقرر کر دیا ہے۔ جو آیندہ سب لوگوں
کے حلقۂ خیالات کا مشترکہ سرمایہ ہوگا۔ زبان کہربا ہے۔ جس میں
ہزارہا بیش بہا اور نازک خیالات رکھ کر محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔
اِس نے ذہنِ انسانی کی بجلی کی چمک لاکھوں دفعہ جذب کی ہے

اور اگر اس طرح جذب کر کے روک نہ لیجاتی تو وہ روشنی کی جھلک تو دکھا جاتی۔ مگر ساتھ ہی برق آسا آن کی آن میں گذر جاتی اور ہمیشہ کے لئے نابود ہو جاتی۔ الفاظ تو ایک زمانے کے ذہنی خزانے آیندہ نسلوں کو پہنچاتے ہیں۔ اور اپنے اس قیمتی بوجھ سے لدے ہوئے وقت کے بحر ذخار میں سے جہاں سلطنتیں تباہ ہو چکی ہیں۔ اور ادنے درجہ کی زندگی اور قعر گمشدگی میں پڑ گئی ہیں۔ یہ باامن و امان عبور کر جاتے ہیں یہی سبب ہے کہ زبان ہر ایک کتاب سے جو اس میں تصنیف ہوتی ہے۔ بہمہ وجوہ بڑھ چڑھ کر ہے۔ کتاب چاہے کتنی ہی اعلےٰ درجہ کی ہو۔ آخر ایک انسان ہی کی طبع زاد اور ایک ہی قوم کی زبان ہے۔ شاہنامہ بہت ہی خوب کتاب ہے۔ لیکن قوت بیان۔ طاقتِ تسخیر اور دلفریفتگی میں خود دری زبان سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ گلستاں ایک قابلِ فخر سرمایہ ہے۔ جو ایک قوم ورثہ میں پا کر ناز کر سکتی ہے۔ لیکن ترکۂ زبان فارسی اس سے بڑھ کر فخر کرنے کے قابل ہے۔ مولانا حالی کی مسدس۔ ڈاکٹر اقبال کی شمع وشاعر۔ مولانا نذیر احمدؒ کی توبۃ النصوح اور مولانا شبلی کی تصنیفات کی قدر و قیمت کون بیان کر سکتا ہے لیکن زبان اردو کے

مقابلے میں اِن کی قدر وقیمت کا کیا ذکر +

۲۴- نام کو اپنے موسوم سے ضرور تعلق ہونا چاہئے

اگرچہ ہم اس ساری بات کے سمجھنے سے قاصر ہیں اور رہنا پڑتا ہے۔ پھر بھی ہمارے ذہن میں اِس حقیقت کے کم از کم ایک جزو کا بے سر وپا سا خیال ضرور ہوتا ہے۔ ہم سب کے سب خواہ ہم نے اسے بخوبی سمجھ لیا یا نہیں یقین کرتے ہیں۔ کہ الفاظ جو ہم استعمال کرتے ہیں کچھ تو ضرور ہی اپنی موضوع چیزوں سے کم و بیش حقیقی مناسبت رکھتے ہیں۔ ایسے بے سوچے سمجھے مقرر نہیں کر دیئے گئے۔ کہ انکے بجائے اور کوئی ویسے ہی کام دے جاتے۔ ناموں کے اِسطرح پُر مضمون ہونے کا خیال کہ وہ اپنے مسمی اشیاء اور اشخاص کے صفات اور اندرونی خاصیتیں بتاتے ہیں۔ یا انہیں بتانی چاہئیں ایک صورت میں اگرچہ اور بہت سی صورتیں ہیں۔ صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ اور وہ صورت یہ ہے۔ کہ اگر کسی شخص اور اسکے نام میں کوئی ایسی مشابہت پائی جائے۔ جو خواہ مخواہ توجہ کے قابل ہو۔ تو بچے اِس مشابہت سے محظوظ ہوتے ہیں۔ اور اِس میں اپنی دلچسپی ظاہر کرتے ہیں۔ اگر نام اور نام والے میں کچھ برعکس نظر آئے۔ تو بچوں کی توجہ اِس طرف اور بھی زیادہ مائل ہو کر

اِن کی دل لگی کا باعث ہوتی ہے۔ چنانچہ زنگی کا نام کافور۔ اور کسی خوبصورت عورت کا نام پدمنی۔ پہلا ناموزونیت اور دوسرا موزونیت کی وجہ سے لُطف دے جاتے ہیں ✦

۲۴۔ کتبِ مقدس اور نام یہ بچوں کے دل بہلانے کی بات ہی نہیں۔ ہم ساری عمر اِس کے شیدائی رہتے ہیں۔ اور اِس کا ہماری طبیعتوں میں راسخ ہونا اِس شوق اور دلچسپی سے عیاں ہے۔ جو ہم بسا اوقات اِس توافق اور تباین کے استعمال میں ظاہر کرتے ہیں۔ اور وہ بھی انسان کی زندگی کے بڑے وقیع اوقات میں۔ کتبِ مقدسہ بھی اِس سے خالی نہیں۔ اِس ضمن میں سورہ "تبت یدا ابی لہب" کی طرف اشارہ کر دینا ہی کافی ہو گا ✦

۲۵۔ نام اور ادیب اور شعرا بڑے بڑے شعرا اور ادیبوں نے جہاں کہیں اور جب کبھی انہیں موقعہ ملا ہے۔ اِس انسانی جذبہ سے فایدہ اُٹھایا ہے۔ زیب النسا اور ناصر علی کے مشہور اشعار قابل ملاحظہ ہیں۔ ناصر علی نے لکھا کہ ؎

"از ہم نمے شود ز حلاوت جدا لبم   گویا رسید بر لب زیب النسا لبم"

اس کے جواب میں زیب النسا کی طرف سے تہدید ہوئی ؎

ناصر علی بنام علی بردہ پناہ   ورنہ بذوالفقار علی سر بریدنت

ایک دفعہ فیضی بیمار تھا۔ عُرفی عیادت کو گیا فیضی کو کُتّوں سے بہت شوق تھا۔ چند سگ بچے گلے میں سونے کے پٹے ڈالے پھر رہے تھے۔ عُرفی نے کہا "مخدوم زادہا بچہ اسم موسوم اند" فیضی نے کہا "بہ اسم عرفی" یعنی معمولی نام ہیں۔ عُرفی نے کہا مُبارک باشد۔ مبارک فیضی کے باپ کا نام تھا۔

ڈاکٹر اقبال کا ایک شعر جو انہوں نے جنگ کے متعلق ایک پبلک جلسہ کے لئے لکھا تھا۔ اقبال کی مسلمہ نکتہ آفرینیوں سے اس جذبۂ انسانی کو لوگوں کے دل میں ٹٹولتا ہے۔

"اقبال میرے نام کی تاثیر دیکھنا　　مَیں جسکے ساتھ ہوں اُسے ہوتی نہیں شکست"

مزید مثالیں مُلاحظہ ہوں۔

"نورِ جہاں جو میں تھی تو وہ نورِ دین ہُوا　　دیدہ نشیں جو میں تھی تو وہ دلنشیں ہُوا"

"مومن اور دیر خدا خیر کرے　　طور بیڈھب نظر آتے ہیں مجھے

ع "تخلص داغ ہے اور عاشقوں کے دل میں رہتے ہیں"

انبہ فرستاد حسن خاں بمن　　انبتہ اللہ نباتاً حسن

ڈاکٹر اقبال کا ایک شعر یاد آگیا ہے۔ شعراء کے کسی نام سے فایدہ اُٹھاکر طبع آزمائی کرنے کی ایک دلچسپ مثال ہے۔ مولانا

اکبر نے آپ کو لنگڑا آم بھیجا تھا۔ آپ رسید یوں ارسال فرماتے ہیں ؎

اثر یہ تیرے انفاس مسیحائی کا ہے اکبر
الہ آباد سے لنگڑا چلا لاہور تک پہنچا

انشاء اللہ خاں اِس انسانی جذبے سے جو اِسوقت ہمارے زیر بحث ہے۔ خوب واقف تھے۔ اور اس واقفیت سے فایدہ اُٹھانے میں پہلے درجہ کے ماہر۔ اللہ بیلی والا قصہ اِن کی جدتِ طبع کا ایک ادنٰے نمونہ ہے +

جان بیلی صاحب کہ اس عہد میں رزیڈنٹ او دہ تھے انکے ساتھ علی نقی خاں میر منشی رزیڈنٹی بھی آیا کرتے تھے جب وہ رخصت ہوتے تو سید انشا کہا کرتے۔ میر منشی صاحب کا اللہ بیلی +

۲۶۔ نام کی گندم نمائی اور جو فروشی

آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا۔ کہ کسی مباحثہ یا تنازعہ میں اگر فریقِ مخالف کے نام میں کوئی خوبی ہے تو نام کی اس خوبی سے فائدہ اُٹھا کر نام اور نام والے میں حقیقی تضاد ظاہر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور اِس سے مخالف کی گندم نمائی۔ جو فروشی۔ ظاہر کچھ باطن کچھ۔ ادعا اور نااہلیت ثابت کرنا مراد ہوتی ہے +

۲۷۔ نام اہلیت بدکا آئینہ بنانے کی کوشش

لیکن اس سے بھی زیادہ

کوشش اس بات میں ہوتی ہے۔ کہ نام اور نام والے کے باہمی رابطہ یگانگت پر زور دیا جاتا ہے۔ اور نام والے کو گویا کہ نام کی صفات کا جوابدہ تصور کیا جاتا ہے۔ اور نام کی اصلی حالت میں ہی یا خفیف تبدیلی سے اِسے موسوم کی خفتِ عقلی۔ بے وقعتی۔ ناقابلیت اور جہالت کا معترف یا نمائندہ بیان کیا جاتا ہے۔ ایک مشہور مگر مبتذل سی مثال ذہن میں آ گئی ہے۔

"چہ نام نامبارک ہست تھتو — کہ اول ناہ دارد آخرش تھوہ"

اس موقعہ پر آبِ حیات میں سے ایک لطیفہ نقل کرنا لُطف سے خالی نہ ہوگا۔ اشرف علی خاں فغاں دوسرے دور شعراء میں سے ہیں۔ راجہ شتاب رائے۔ راجہ عظیم آباد کی سرکار میں وظیفہ خوار تھے۔ ایک دن راجہ صاحب کے دربار میں غزل پڑھی جس کا قافیہ تھا لالیاں اور جالیاں۔ سب سخن فہموں نے بہت تعریف کی۔ راجہ صاحب کی صحبت میں جگنو میاں ایک مسخرے تھے۔ ان کی زبان سے نکلا کہ نواب صاحب سب قافیے آپ نے باندھے مگر تالیاں رہ گئیں۔ انہوں نے ٹال دیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ راجہ صاحب نے خود فرمایا کہ نواب صاحب! سُنتے ہو جگنو میاں کیا کہتے ہیں ؟ انہوں نے کہا کہ مہاراج اس قافیہ کو مبتذل سمجھ کر

چھوڑ دیا تھا اور حضور فرمائیں تو اب بھی ہو سکتا ہے۔ مہاراج نے
کہا کہ ہاں کچھ کہنا تو چاہیئے۔ انہوں نے اسی وقت پڑھا ؎
جگنو میاں کی دُم جو چمکتی ہے رات کو   سب دیکھ دیکھ اسکو بجاتے ہیں تالیاں
تمام دربار چمک اُٹھا اور میاں جگنو مدہم ہو کر رہ گئے۔

۲۸۔ نام میں حسنات و صفات کی پیشینگوئی

احمدیہ جماعت کو مباحثات میں اس کے مخالفین نے قادیانی کی بجائے کادیانی یاد کیا ہے۔ اس کے مقابلے میں یہ بھی ہوا ہے۔ کہ جس کسی شخص کا اعزاز منظور ہوتا ہے۔ تو بڑی خوشی سے اس کا نام لے کر اگر اس میں کوئی عزو وقار۔ خوبی و نیک منشی۔ حسنات و صفات کا اشارہ یا ایسے اشارے کی گنجائش بھی ہوتی ہے۔ تو لوگ اس میں مسمی کی پیشینگوئی پاتے ہیں۔ اس ضمن میں کئی ایک مثالیں۔ بعض نہایت ہی دلچسپ بیان کی جا سکتی ہیں۔

تم نے سہ نثر ظہوری ملاحظہ کی ہو گی۔ ظہوری کا ممدوح ابراہیم عادل نام تھا۔ ظہوری نے سہ نثر میں ایک نثر ممدوح کا حضرت ابراہیمؑ کی نسبت سے اس نام کے مصداق ہونے پر لکھا ہے۔ اور حق تو یہ ہے۔ کہ اس طرز میں لکھنے کا حق ادا کر دیا ہے۔

ملکۂ نور جہان شاہِ جہانگیر کی منکوحہ ہونے سے پہلے ایک

امیر شیر افگن نام کی بیوی تھی۔ ایک دن ملکہ نے ایک شیر کا شکار کیا کہنے والے نے کہا۔ کہ

"نور جہاں گرچہ بظاہر زن است　　در صفِ مرداں زن شیر افگن است"

تعریف بھی کر گیا۔ اور ساتھ ہی چوٹ بھی کر گیا۔

شمس ولی اللہ۔ اُردو شاعری کے باوا آدم نے اپنے جوشِ ریختہ گوئی میں ناصر علی سرہندی کو کہ علی تخلص کرتے تھے یہ شعر لکھا ؎

اُچھل کر جا پڑے جوں مصرع برق　　اگر مطلع لکھوں ناصر علی کوں

ناصر علی نے جواب میں لکھا ؎

باعجاز سخن گر اوڑ چلے وہ　　ولی ہرگز نہ پہنچے گا علی کوں

دلی میں ایک منشی ہندو تھے۔ سنجیا نام رنڈی پر مسلمان ہو گئے۔ شاہ نصیر نے فرمایا ؎

جسطرف تو نے کیا ایک شارا نہ جیا　　سنجیا آہ تری چشم کا مارا نہ جیا

عیسےٰ خاں اور موسےٰ خاں دو بھائی دلی میں تھے۔ مال و دولت کی بابت دونوں میں کچھ جھگڑا ہوا۔ عیسےٰ خاں ناکام ہوئے۔ موسیٰ خاں نے کچھ عدالت کے زور سے کچھ حکمت عملی سے سارا مال مار لیا۔ شاہ صاحب نے بطور ظرافت چند شعر کا قطعہ کہا۔ ایک

مصرع یا دہے اور وہی قطعہ کی جان ہے ؎

ہوئی آفاق میں شہرت کہ عیسےٰ خاں کا گھر موسا

۴۰۔ نام اور اسکے اثر پر عقیدہ

اسی بنا پر۔ اس عقیدہ کی بناء پر کہ نام حقیقت پر دال ہوتے ہیں۔ اور ان کا برحق ہونا یقینی ہوتا ہے۔ نہ کہ کسی نامعقول توہمات کی بناء پر۔ رومی فوج میں داخلہ کے لیئے نیک شگون نام ترجیح اور فوقیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ رومی سپاہیوں کی ایک بغاوت کے بعد۔ سرلشکر نے ان کی سرکشی میں یہ امر زیادہ قابل نفرت اور ملامت ظاہر کیا۔ کہ ایک بدشگون نام کا شخص انکی گمراہی کا باعث تھا۔ اور وہ اسے اپنا رہنما بنانے کی ترغیب میں آگئے تھے۔ نام کی طاقت کے لوگ بے حد قائل ہیں۔ بلکہ خیال تو یہ ہے۔ کہ بعض اوقات یہانتک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ کہ نیک نام کو بُری یا ضرر رساں طبیعت پر اسقدر قابو پانے کی عزت دی جاتی ہے۔ کہ بُرائی کے زائل ہوجانے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ بلکہ نام والے کو نام کی صفات سے کم سے کم جزوی طور پر متصف ہونے پر رجوع کر دیتا ہے۔ اور یہی اصول اُس خوفناک بیماری چیچک اور اس کی دیبی کی خوشنودی حاصل کرنے۔ اور نام کے لحاظ سے اس کی نامہربانیوں سے بچے رہنے کے لیئے اس کا

نام ماتا مائی رکھنے کا باعث ہے ۔

ام الصبیان کا مہلک اور خطرناک مرض جو بچوں کو بے رحمی سے ضائع کرنے میں مشہور ہے ۔ اسی توجیہ سے دل انسانی میں ایک قسم کی سچی یا جھوٹی تسکین پیدا کرنے کے لئے اس نام سے موسوم کیا گیا ہے ۔

۳۰۔ نام اور امثال

امثال بھی اس انسانی فطرت کے تقاضے کی شاہد ہیں ۔ اردو میں "پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل" اور فارسی میں "برعکس نہند نام زنگی کافور" اور "روشنائی عرب از نور محمد بود نہ از شعلہ بولہب" کافی ہونگی ۔

۳۱۔ انجیل مقدس اور ناموں کی اہمیت

اس مضمون کو چھوڑنے سے پہلے ہمیں یہ بتانا ہے کہ انجیل مقدس ۔ ایک فقرہ یا جملہ میں نہیں بلکہ بیشمار فقرات میں ۔ ناموں کی اہمیت پر زور دیتی ہے ۔ اور بتاتی ہے کہ ناموں کی اس خصوصیت کی جو ہمنے اوپر بیان کی ہے ۔ جستجو اور انکشاف کوئی کھیل اور سطحی بات نہیں ۔ سو جگہ ایک اندرونی رابطہ پایا جائیگا ۔ جو اسم اور مسمیٰ کو ایک دوسرے کے ساتھ بڑی مضبوطی سے جوڑے گا ۔ اور حقیقت میں جوڑتا ہے ۔ انجیل مقدس اپنے موعظہ اور ثقاہت کے پیرایہ میں جو ناموں کا ذکر کرتے ہوئے

اس میں جا بجا نمایاں ہے ناموں کی اس خصوصیت پر مُہر تصدیق لگائی ہے +

۴۲۔ نام اور نیک شگونی

ناموں کی اسی اہمیت کی بناء پر ہی بادشاہ تخت نشینی پر نیا نام اختیار کرتے تھے۔ اور کرتے ہیں مغلوں میں شاہجہان۔ جہانگیر و عالمگیر وغیرہ اس کی چند مثالیں ہیں۔ سوسائٹی میں بھی یہ اصول غیر ملحوظ نہیں۔ شادی کے بعد سسرال میں عام طور پر عورتوں کا نام بدل جاتا ہے۔ اور بالخصوص ہندوؤں میں جب کوئی عورت دوسری جگہ پر (پہلی عورت کے مر جانے کے بعد) جاتی ہے۔ تو نیک شگنی کے خیال سے اس کا نام مالن یا سہاگن رکھ دیا جاتا ہے +

اسی سلسلہ میں "گل زباغ علی" ناموں میں نہایت ہی دلچسپ اور انوکھی طرز کا نرالا نام ہے +

۴۳۔ تعلیم میں تحقیقات لفظی کی اہمیت

ہمیں اب یہ مضمون ختم کرنا چاہیئے۔ کافی طور پر اس امر کی شہادت اور دلائل قلمبند کر دیئے گئے ہیں۔ کہ ناموں کے اثر کا اعتقاد عام ہے۔ اور اس اعتقاد کی وجوہات موجود ہیں۔ کہ اشیاء اور اشخاص کی صفات نام کی خصوصیتوں سے ملتی جلتی ہیں۔ یا ملنی جلنی چاہئیں۔ اب ناظرین کیلئے یہ تسلیم کرنا

وقت طلب نہیں۔ اور ان حالات میں تسلیم کر لینا تو صاف ہے۔ بلکہ یقین کرنے کے لئے بھی واقعات کم نہیں۔ ہمارا فایدہ عظیم ہوگا۔ اگر اُستاد۔ شاگرد یکجا اور مشترکاً۔ خرد و دانش کے یہ خزانے پاکر۔ جو زر و سیم کی کانوں سے زیادہ قیمتی ہیں۔ ارادہ کر لیں۔ کہ ان خزانوں میں سے کسقدر اپنا مملوکہ اور مقبوضہ بنا لینگے۔ الفاظ سے جو ہم استعمال کریں۔ ان کی حقیقت کا استفسار کریں۔ پوچھیں۔ کہ وہ کہاں سے آئے اور کدھر جا رہے ہیں بسا اوقات ایک عام متداول سکہ سے جو بار ہا ہمارے ہاتھوں میں آیا اور گیا تھا۔ خاک اور زنگ جھاڑکر اور صاف کر کے ہم دیکھیں گے کہ سکہ قیمتی ہے۔ شاہنشاہ کا چہرہ اور نقش اس پر مرتسم ہے۔ اسیطرح ہو جائینگے۔ اور کچھ شرمندہ بھی ہونگے۔ جب ہمارے سامنے رُوحانی حقائق جو ہماری روزمرہ کی بولچال میں مضمر ہیں۔ پھر جائینگے۔ حیرت انگیز حقائق الفاظ ہیں (جن کی موجودگی کے) اور اپنی زندگی کے معاملات میں (جن کی عدم موجودگی کے) اہم شاہدہیں ہمیں نظر آئیں گے۔ مطالعہ الفاظ اگر تم خود شروع کرو۔ تو دلچسپی سے خالی مشغلہ نہ ہوگا۔ اور اگر اپنے فایدہ کے ساتھ ساتھ ہی تم اپنے شاگردوں اور متعلقین کا فائدہ بھی ملحوظ رکھو تو کسی صورت میں بھی اس کے پھیکا اور دلچسپی سے خالی ہونے کا اندیشہ نہیں۔ شاگردوں کو ذرا اس میں لگاؤ۔

اور پھر ان میں آنکھ کی چمک۔ چہرہ کی شگفتگی۔ توجہ کی کمی کا زائل ہونا ملاحظہ کرو جو الفاظ پر لکچر دینے والا۔ خواہ اس کی قابلیت کچھ ہی ہو۔ اور بالخصوص ان الفاظ پر لکچر دینے والا۔ جو طلبا روزمرّہ استعمال کرتے ہیں۔ جو ان کے کھیل کود کے وقت یا مسجد و مندر میں متعارف ہیں۔ اپنے استقبال میں خوش آمدید کہتے ہوئے دیکھے گا۔ بچوں میں ایک حس حقائق شناسی ہے۔ جو الفاظ کے حقائق کے انکشاف پر مسرّت پاتی ہے۔ وہ بیحد خوش ہوتے ہیں۔ کہ الفاظ مہمل نشانات نہیں۔ بلکہ زندہ طاقت اور عامل ہیں۔ اور انگلستان کے ایک جھوٹے مدعی نبوت کے قول کی تقلیب میں وہ احمقوں کے تختہ صرافی ہونگے لیکن عقلمندوں کے زر و سیم ہیں۔ الفاظ سمندر کی ریگ کی طرح بیحساب منفرد ذرات نہیں بلکہ ایک ہی جڑ سے متفرع ہوتے۔ نشو و نما پاتے پھلتے پھولتے۔ گروہ خاندان بناتے۔ اور ان کے عملیات۔ خیالات اور حیات کے ساتھ اپنا رابطہ ابتدائے آفرینش سے تا حال قائم کرتے اور بڑھاتے ہیں +

۴۳ ؎ اُردو میں یہ تحقیقات بیش بہا خزانوں سے ہمارا دامن پُر کر دے گی ہمیں اپنی زبان (ہندوستانی)۔ اُردو زبان میں جو ہندی۔ فارسی اور عربی سے مل کر بنی ہوئی ہے۔ بالخصوص اور

زیادہ تر اس کے مخفی عنوانوں کے لئے تفحص اور تجسس کرنا ہوگا۔ ہمیں اس کے چہرہ سے رواج اور تعارف کا نقاب اُٹھانے کی کوشش کرنی ہوگی۔ اور اِس سے زیادہ مفید ہمارے لئے اور کوئی شغل نہیں ہو سکتا۔ ہمارے سینہ کے اندر اور دوسروں کے سینوں کے اندر ہندوستانی دل پیدا کرنے میں اس سے بہتر اور کوئی ترکیب یا کام زیادہ ممد و معاون نہیں ہو سکتا۔ ہم بمشکل ہندوستانی یا اُردو کے نشو و نما پر ایک سبق پڑھا سکتے ہیں۔ یا اس کے کسی پُر معنے لفظ کی اصلیت ہی بتا سکتے ہیں۔ جب تک کہ ہم ہندوستان کی تاریخ میں (اور ہمیں جلدی اسکا پتہ بھی نہ ہوگا)۔ اپنے سبق کو وسعت نہ دے رہے ہونگے۔ جبتک کہ ہم قومی زندگی کے تصویر کھینچنے والے کسی عجیب و غریب لفظ کو یک لخت صرف اپنے سامنے آتا ہُوا ہی نہ دیکھیں گے بلکہ معلوم کرینگے۔ کہ وہ عظیم الشان دل جو اس زندگی کے مرکز میں متحرک ہے۔ کس طرح بنا اور موجودہ صورت میں آیا۔ اس طرح ہم گذشتہ کے تعلق مشکوری اور تعظیم کا احساس اپنے اندر پیدا ہوتا پائینگے۔ جو کچھ سلف نے ترکہ ہمارے لئے چھوڑا ہے۔ جو کچھ انہوں نے ہمارے استعمال اور تصرف کے لئے ہمیں مہیا کر دیا ہے۔

اِس کی قدر کرینگے - بنی اسرائیل کے لئے جب وہ کنعان میں پہونچے - کنوؤں کا جو انہوں نے کھودے نہ تھے - انگور کے باغات کا جو انہوں نے لگائے نہ تھے - مکانات کا جو انہوں نے بنائے نہ تھے - مِل جانا ایک معمولی بات نہ تھی - لیکن اِس سے بڑھ کر کتنی بڑی نعمت - کیسا شاندار حق وامتیاز کسی نسل آدم کا ہے - کہ انہیں زبان کا ورثہ ملے جو دوسری نسلوں نے اپنی صداقت اور محنت سے بیش بہا جواہرات کا معدن - نامعلوم عقل و دانشمندی کا مخزن - دقیق تفریق - نازک جذبات اور بلند تخیلات کے بیان کرنے کا جو انسانی دل ودماغ میں پیدا ہوئے انسب اور بہترین آلہ بنا رکھا ہے - یہ امر کہ متقدمین نے ہم سے آگے جانے والوں نے - متذکرہ بالا سامان ہمارے لئے مہیا کر دیا ہے - اگر ہم نے آیندہ فصلوں میں تمہارے ذہن نشین کر دیا - تو ہماری خوشی کی کوئی حد نہ ہوگی ✦

فصل دوم

الفاظ میں نازک خیالی

۱۔ زبان تحجر نازک خیالی ہے

پچھلی فصل میں ہم نے بیان کیا تھا۔ نہیں نہیں، ہم ایک ایسی عمدہ بات کے موجد ہونے کا دعوے نہیں کر سکتے۔ ہم نے ایک بزرگ کا مقولہ نقل کیا تھا۔ کہ زبان نازک خیالی تحجر ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ نازک خیالی کا جادو جو الفاظ میں بھرا پڑا ہے۔ ہم پر کچھ اثر نہیں کرتا۔ اور اگر کبھی کوئی اثر ہوتا بھی ہے۔ تو بہت کم۔ مدت کی واقفیت اور عدم توجہی نے ہمیں الفاظ کی خوبیاں محسوس کرنے اور ان سے لُطف اُٹھانے سے محروم کر دیا ہے۔ کبھی کسی نے یہ خوبیاں ہمیں جتلانے کی پروا نہیں کی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ اور اس کے سوا اور ہونا بھی کیا تھا۔ کہ قابل قدر اور بیش بہا جواہر ہماری کم التفاتی اور بے پروائی کے پاؤں میں مدتوں سے روندے جا رہے ہیں۔ اور ہمیں خبر تک نہیں۔ الفاظ میں

لطافت اور نزاکت کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور ہمیں علم نہیں۔ احساس نہیں۔ ان کے دلاویز چہروں میں دلرُبایانہ چمک دمک ہے اور ہم دیکھتے نہیں۔ زلیخا کا نام سُن کر ہمارا ذہن کبھی اس طرف منتقل نہیں ہوا۔ کہ نام والی کے دیدار سے صبرو تحمل کے پاؤں پھسل جائینگے۔ اور ہوش و حواس باختہ ہو جائینگے۔ اور پاس آنے کا تو کیا ذکر۔ تیر بھر کے فاصلے پر سے ہی دل و جگر گھائل ہو جائینگے۔

"زلیخ" پاؤں کے پھسل جانے اور تیر بھر کی مسافت کو کہتے ہیں۔ اور اس سے زلیخا کا پیارا نام بنایا گیا ہے۔

منموہن۔ موہنی اور چونی کی دلرُبائی اور دلبری اور حور وں کے حلقہ میں مہرالنسا کی نور افشانی کی طرف ہمنے کبھی رُخ بھی نہیں کیا۔

"غضنفر" اور "باقر" اب ہمارے ذہن میں شیر درندہ کا خیال بھی نہیں پیدا کرتے۔ اور ارجمند کی قدر و قیمت پر کبھی ہم نے غور نہیں کیا۔ خورشید عالم کی چمک دمک اور خورشیدہ کی ضیاپاشی سے ہماری آنکھیں ناآشنا ہو رہی ہیں۔ بقول شخصے ہماری روزمرہ کی بول چال میں

کئی دلاویز فقرے اور استعارے ملینگے۔ جن کی خوبی زمانے نے زائل کردی ہے۔ اور جن کا رنگ ہر وقت کے استعمال سے پھیکا پڑ گیا ہے۔ لیکن سمجھدار آدمی کے لئے پھر بھی ان کی لطافت و نزاکت میں کچھ فرق نہیں آیا۔ اور نہ ہی اس سے ان عالی دماغ مصنفین کی شان میں کچھ کمی کیجا سکتی ہے۔ جنھوں نے اوّل ہی اوّل ان چمکنے والے ستاروں سے کلام کو منوّر کیا۔ گلعذار۔ گل اندام۔ سیمتن۔ غنچہ دہن۔ مہ لقا اور مہ جبین۔ ماہرو۔ ملاحت اور سنگدلی کی طرف توجہ دلانا ہی کافی ہے؛

اگر ہم پوری واقفیت رکھتے ہوں۔ تو ہمیں معلوم ہونا چاہئے۔ کہ ہم ساری عمر اپنی گفتگو میں بیساختہ ایسے الفاظ استعمال کرتے رہتے ہیں۔ جو نازک خیالی اور رنگینی میں اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ کی نظم کے ہم پلہ ہیں۔ اور طرّہ یہ کہ ان کی اس لطافت و خوبی کا ہمارے دل میں کبھی وہم و گمان تک بھی نہیں گذرا۔ حقیقت امر یہ ہے کہ رنگینی اور جذبات زبان میں ہر موقعہ پر گھس آتے ہیں۔ اور کسی چیز کا نام مقرر کرنے کے وقت بھی سب سے آگے ہوتے ہیں۔ اس فصل

میں ہم چند مثالیں اپنے اس بیان کی تائید میں دینا مناسب سمجھتے ہیں ۔

۲۔ شاعری کیا ہے؟

جذبات انسانی کو نازک خیالی کا رنگ دے کر لفظی لباس پہنانے کا نام شاعری ہے ۔ اور اس کے لئے مجموعہ الفاظ ضروری نہیں ۔ ایک مفرد لفظ بھی ہمارے جذبات کو نازک خیالی کے رنگ میں دکھانے کے لئے کافی ہو سکتا ہے ۔ سورج کی کرنیں ۔ شبنم کی ایک بوند اور پانی کے بحر زخار میں ۔ اپنا یکساں عکس ڈال کر ۔ دونوں میں کم و بیش اپنی روشنی کا جلوہ دکھا سکتی ہیں ۔ ایسے ہی شاعری کی جادو نگار دیوی ۔ ایک لفظ یا کسی شاعر کے بڑے ضخیم دیوان میں ۔ جادو کا اثر ڈال سکتی ہے ۔ اس سحر سے متاثر ہونے کے لئے زبان میں کوئی چیز بہت چھوٹی یا بہت ہی بڑی نہیں ۔ یہ دیوی ہر ایک جگہ اپنا مندر پا لیتی ہے ۔ اور اگر نہیں پاتی تو بنا لیتی ہے ۔ اور جہاں اس کا مقام ہوا ۔ اس کی نورانی تجلیات سے اندر باہر جگمگ کرنے لگتا ہے ۔ آگے پیچھے ۔ دائیں بائیں ۔ ہر جگہ اس کا ظہور ہے ۔ خواص کا تو کیا ذکر ۔ عوام الناس کی زبان میں بھی اسی کی جلوہ نمائیاں ہیں ۔ الفاظ جو دن رات استعمال میں

آتے ہیں۔ استعاروں سے لبریز ہیں۔ چیزوں کے نام تک بھی جو ہم مقرر کرتے ہیں۔ انہی استعاروں کی رنگینی میں رنگے ہوئے ہیں۔ اور ان کا یہ رنگ کسی دم بھر کے اُبال کا نتیجہ نہیں ہوا کرتا۔ کہ محض خیالات کی موج سے چند لمحوں کے لئے آیا۔ اور اُتر گیا۔ بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے ان کا دامنگیر ہو کر مستعار و مستعار منہ میں ایک دائمی تعلق قائم کر دیتا ہے +

۵۴۔ الفاظ پھیکے پڑے ہوئے استعارات ہیں

کسی کا مقولہ ہے۔ کہ زبان پھیکے پڑے ہوئے۔ مُرجھائے ہوئے استعاروں کا مجموعہ ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ بسا اوقات ان کی چمک دمک میں کسی قسم کا فرق نہیں آتا۔ کیا جگر گوشہ۔ کی نزاکت اور سحر حلال کی معنی آفرینی پر آپنے کبھی غور کیا ہے۔ دختِ رز کے کرشمے اور بگلا بھگت کی دمبازیاں کبھی دیکھی ہیں۔ اور اس غور اور دیکھنے کے بعد بھی آپ کہہ سکتے ہیں۔ کہ زبان میں استعارات پھیکے پڑے ہوئے ہیں۔ اُردو میں تو چپہ چپہ پر ایسی مثالیں ملینگی۔ جہاں لفظ لفظ میں نازک خیالی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ کوئی کتاب لو اور کوئی صفحہ دیکھو۔ کوئی سطر پڑھو۔ کچھ کہو۔ نازک خیالی برابر نظر آئیگی +

بارش کے بعد آسمان پر جو دھنک نظر آیا کرتی ہے۔اس کا نام اور وجہ تسمیہ خالی از لُطف نہیں۔قوس کمان کو کہتے ہیں۔ اور قزح قزحہ سے ماخوذ ہے۔جس کے معنی زرد۔سُرخ اور سبز ہیں۔یا قزحہ سے مراد ارتفاع بھی ہُوا کرتی ہے۔اور اس ظہور آسمانی کو بسبب اس کی قُدرتی بلندی کے اس نام سے پُکارتے ہیں۔قوس قزح میں اس سے بھی زیادہ لُطف اور ہے۔ قزح موکل اَبر کو بھی کہتے ہیں۔اور اس لئے یہ قوس اُس کی طرف بھی منسوب ہے۔اس قوس کی رنگ آمیزی اور معمولی کمانوں سے جن کے دیکھنے یا استعمال کرنے کا انسان عادی تھا کہیں بڑھ کر ہونے کی وجہ سے فارسی والے اسکو قوس شیطان بھی کہنے لگے ہیں۔اور قوس رستم کے نام سے بھی تعبیر کرتے ہیں +

آسمان کا وسیع میدان انسان کی نازک خیالی کا بے روک ٹوک جولانگاہ رہا ہے۔رات کو راہ سفید جو آسمان پر دکھائی دیتی ہے۔کہکشاں کے نام سے موسوم ہے۔گویا کہ گھاس کو رسی میں باندھ کر ریگ آلودہ زمین پر کسی نے کھینچا ہے۔ فرقد۔بچہ گاؤ کو کہتے ہیں۔اور فرقدین دو ستارے قطب شمالی کے

نزدیک ہیں۔ جو قطب کے گرد اگرد پھرا کرتے ہیں۔ زہرہ۔ آسمان پر لوئی فلک کے نام سے مشہور ہے۔ اور ہاروتؔ و ماروت کے قصہ میں نازک خیالی اور معنے آفرینی کی ایک دلچسپ داستان کا حامل ہے۔ بروج کے نام سے بھی آپ ناآشنا نہ ہونگے عقرب۔ میزان۔ تو سُنے ہی ہونگے۔ دیکھئے انسانی نازکخیالی نے کیا نقشہ کھینچا ہے۔ آفتاب کی تاثیر سے ہماری ارضی اشیاء نباتات وغیرہ رنگ حاصل کرتی ہیں۔ اور اسی لحاظ سے آفتاب ہماری زمین کا "صباغ" یعنی رنگریز کہلاتا ہے۔ چاند کو بھی صباغ کہتے ہیں۔ مگر آسمان کا۔ کیونکہ وہ آسمان پر ہی اپنی رنگ آمیزیاں کرتا ہے۔ نبات النعش بھی اسی قبیل میں سے ہے۔ خرمنِ ماہ کو دیکھنا۔ دلفریبی اور دلربائی کا کیا اکھاڑا لگایا ہے۔ گرہن میں گرفتاری کا خیال چاند کی مجبوریوں کی کہانی عوام میں رائج کرنے کا ذمہ وار ہے۔ اور گرہن لگنا شاعرانہ نکتہ آفرینیوں کا منبع بن گیا ہے ؎

نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی کہ دیکھو خوشنما لگتا ہے جیسے چاند بن گہنے

ہم اب اپنے بیان کی تائید میں دوسری قسم کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ جب ہم کسی انسان کی خرابی کے درپے

ہوتے ہیں۔ تو ہم اس کے قلع و قمع کی تدبیریں سوچتے ہیں۔ تدابیر جو اس کی جڑ اُکھیڑنے اور اسے برباد کرنے کا نتیجہ پیدا کریں۔ ہمیں ان امور کی تلاش ہوتی ہے جن کے وسیلہ سے ہم اس کی ہستی کی بنیاد کو کھود ڈالیں۔ اور اسے اپنے مسکن و ماوے سے اس طرح نکال کر پھینک دیں۔ جیسے قلعی "قلع" اپنی کان سے نکال کر پھینک دی جاتی ہے۔ نیز ہم اس بات پر تلے ہوئے ہوتے ہیں۔ کہ جس طرح ہو سکے۔ اس کو ذلیل و خوار کریں۔ اور اس پر جبر و قہر کرنے میں ویسی ہی درشتی سے پیش آئیں۔ اور اس کے پرخچے اُڑائیں۔ جیسے پشم و پنبہ کو عمود سے ہم کوٹتے ہیں۔ اور کوٹ کوٹ کر اس کا قلع و قمع" کر دیتے ہیں۔

درخت خرما سے چھال کا ریشہ دُور کرنے کو تہذیب کہتے ہیں۔ اور اس سے مُراد صاف اور ستھرا کرنے کی ہوتی ہے۔ آدمی کو اچھی تعلیم و تربیت دینے سے اس کی تہذیب نفس ہو گی۔ اور جب کوئی قوم اپنی اخلاقی اور ذہنی حالت کو افراد کی تعلیم و تربیت کے ذریعے سقم ابدی سے پاک کر دیوے۔ تو وہ مہذب کہلانے کا پورا استحقاق رکھتی ہے۔ اور ہر ایک فرد بشر

اسے اس نام سے پکارتا ہے۔ ایک مثال ملاحظہ ہو۔
ہری چگ بیوفا ہرجائی کو کہتے ہیں۔ گویا وہ ایک جانور ہے کہ جہاں ہری گھاس پاتا ہے۔ چرتا ہے جب وہ نہ رہے تو جہاں اور ہری گھاس دیکھتا ہے وہاں جا موجود ہوتا ہے۔
اُستاد ذوق فرماتے ہیں ؎

آج یہاں کل وہاں گذرے یونہی جگ ہمیں
کہتے ہیں سب سبزہ رنگ اس سے ہری چگ ہمیں

۴۔ اخلاقی ترقی کی رکتیں

ام الخبائث۔ کُل خباثتوں کی ماں۔ کس قدر حقائق کس ادا سے ہم پر روشن کرتی ہے۔ شراب پینی شروع کی۔ اور سب بدیوں کی جڑ لگادی۔ پھر کونسا گناہ ہے۔ جو آدمی نہ کریگا۔ کونسا عیب ہے۔ جس سے محفوظ رہیگا۔ کونسا جُرم ہے۔ جس کا مرتکب نہ ہوگا۔ عقل گم حواس باختہ۔ دین و دُنیا فراموش۔ نہ خدا کا ڈر۔ نہ رسول کا خوف۔ شرابی ننگ و ناموس کو بالائے طاق رکھ کر سر بازار خوار اور نالیوں میں نزار پڑا نظر آتا ہے۔ اور نہیں سمجھتا کہ کس ناکارہ کو اُس نے مُنہ لگایا۔ اشاعت اسلام سے پہلے اس لفظ کا نام تک نہ تھا۔ اور بالخصوص اسکی ترویج اور اس کے مفہوم کی اشاعت اسلامیوں کی خدا پرست سعی کی

مشکور ہے۔ تہذیب الاخلاق کا یہ موثر پیرایہ بے شمار الفاظ میں جو اسلام اور اسلامیوں نے رائج کئے ہیں۔ نظر آئیگا۔ ایسے الفاظ بھی ملینگے۔ بلکہ کثیر التعداد ایسے ہونگے۔ جو اسلام سے پہلے رائج تو تھے۔ لیکن جونہی وہ اس کی نئی روحانی زندگی۔ نئے خیالات۔ نئے جذبات کے حامل بنے۔ ان میں فراخ حوصلگی۔ پاکیزگی اور شرافت آگئیں۔ ایسے الفاظ اور اس مضمون پر اس کتاب میں ہمیں کئی دفعہ بحث کرنے کا موقعہ ملیگا۔ ان بحثوں سے ہمارے علمی ذخیروں میں قابل قدر اضافہ ہوگا۔ اور اس کے فواید کثیر ہونگے یہاں تک کہ اگر اسی مضمون پر ایک علیحدہ کتاب بھی لکھی جائے تو بھی ان کا احاطہ تحریر میں لانا سہل نہیں +

۵۔ معانی الفاظ ذہن نشین کرنے کے لئے ماخذ کا تصوّر

ایک انگریز شاعر کا قول ہے۔ کہ کسی لفظ کے معنی بخوبی سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس کے ماخذ کے موضوع کی تصویر آنکھوں کے سامنے لاکر اس کو ذہن نشین کرلیں۔ کیسی اچھی صلاح ہے۔ اگر ہم اس پر عمل کرنے کی عادت ڈال لیں۔ تو ہماری گفتگو میں اعلےٰ درجے کی جدت اور بلاغت آجائیگی۔ ہم اپنا منشا پورے طور پر اور بڑے زور سے ادا کرسکیں گے۔ اور دوسروں کا مدعا انکے حسبِ دلخواہ

پالیا کرینگے۔ کئی باتیں جواب وضاحت کی طلبگار ہوتی ہیں صاف صاف نظر آئینگی۔ اور ایہام و ابہام کلام دور ہو جائیگا۔ اور اس ایک قاعدہ کے برتنے سے ہی بیشمار فوائد مرتب ہونگے +

انبساط۔ کھل جانا۔ اور پھیل جانا۔ خوشی و خرمی کی کیفیت اس سے بہتر پیرائے میں بیان کرنی مشکل ہے۔ تلاطم امواج کے سمجھنے کے لئے تلاطم کا ماخذ دیکھو۔ لطم۔ طمانچہ ہے۔ اور موجوں کے ایک دوسرے کو۔ اور اگر کوئی غیر بھی ان کے ہتھے چڑھ جائے تو اُس کو بھی۔ تھپیڑے مارنے کا نقشہ تلاطم امواج کو تمہارے ذہن نشین کردیگا +

طیار۔ لغت میں اُڑنے والے کو کہتے ہیں۔ اور اسکی تحقیق میں لکھا ہے۔ کہ "ایں لفظ در اصل اصطلاح قوشچیاں یعنے میر شکاران است۔ کہ چوں جانور شکاری از گریز بر آمدہ مستعد و آمادہ پرواز و شکار اندازی مے شود۔ گویند کہ ایں جانور طیار شد"۔ ان معنوں میں مشہور ہو کر مجازاً ہر ایک مہیا چیز کو اور مستعد شخص کو طیار کہنے لگے۔ تائے فوقانی سے تیار بھی یہی معنے دیتا ہے۔ اور اس کے لغوی معنے بھی کم دلچسپ نہیں تیار۔ موج دریا اور کسی چیز "نیک روان و جہندہ" کے لئے

استعمال کیا جاتا ہے۔ اور مجازاً طیار اور تیار کے ایک ہی معنے ہو گئے ہیں۔ اب ہمارے ناظرین بخوبی سمجھنے لگے ہونگے۔ کہ کسی لفظ کے لغوی اور اصلی موضوع کی ذہنی تصویر قائم کرنے سے اس کے مجازی اور اصطلاحی معنے ہم پر کیسے واضح ہو جاتے ہیں۔ اور کس خوش اسلوبی سے ان کا ٹھیک ٹھیک مفہوم ہمارے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ دیوانہ بھی قابل تحقیقات ہے۔ انہ۔ اردو میں تمثیل کا فائدہ دیتا ہے۔ اور دیوانے وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو اقوال و افعال میں دیووں کے سے کام کرتے ہیں۔ ان کی باتوں میں۔ ان کے کاموں میں۔ عقل و تمیز انسانی نابود۔ اور ان میں شرارت اور ضرر رسانی۔ دیووں کے طبعی خواص بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ ان کی عادات فطرت انسانی کے برخلاف۔ اور ان کا طریق عمل ہماری سمجھ سے باہر۔ اور یہی نشانیاں ہیں۔ اس شرارت پسند مخلوق کی جو تمیز انسانی سے محروم۔ اور وحشیانہ باتوں کے لئے مشہور و معروف ہے۔ اور ہم میں سے فاترالعقل لوگ بوجہ مشابہت کامل دیوانے کہلانے لگتے ہیں +

سہل ایک پیش پا افتادہ لفظ ہے۔ سہل عربی میں چٹیل میدان کو کہا جاتا ہے۔ میدان جس میں چلنا پھرنا دوڑنا۔ کودنا۔ آسان

ہو۔ کوئی روکاوٹ نہ ہو۔ کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور کوئی کام تمہارے لئے اسی وقت سہل ہو سکتا ہے۔ جب اس کے طے کرنے میں کوئی چیز ہارج نہ ہو۔ اور اس میں سعی بلا روک ٹوک ہو سکے +

اعیان وارکان بھی آپنے کئی دفعہ سُنے ہونگے۔ اور مُنہ سے نکالے ہونگے۔ لیکن دیکھو تو حقیقت میں کسی کے اعیاںؔ ارکان۔ اس کی آنکھیں اور دست وپا ہوتے ہیں۔ اس کے دیدباں۔ اور اس کے پشتیبان۔ اس کے رہنما اور اس کا سہارا۔ اعیاں۔ عین (آنکھ) کی جمع ہے۔ اور ارکان۔ رکن (ستون۔ پایہ) کی جمع ہے +

اب تو ہمیں کوئی شک نہیں رہا ہوگا۔ کہ لفظوں پر اسطرح غور کرنے سے کس قدر فوائد مرتب ہوتے ہیں۔ غور اور اسکے مترادفات خوض اور تعمق پر ہی نظر ڈالو۔ غور کسی چیز کی تہ تک داخل ہونا۔ خوض اس میں غوطہ لگانا۔ اور تعمق تو مراحتےؔ پتال کی خبر لارہا ہے۔ اسی ضمن میں ہم ایک اور مثال دینگے اور بس۔ نرغہ میں آجانا یا پھنس جانا کئی دفعہ تم نے سُنا ہوگا۔ آؤ ہم بتائیں کیا ہوتا ہے۔ شکار کو قابو میں لانے کے لئے شکاری ایک حلقہ بنا لیتے ہیں۔ اور اسے نرغہ یا خرگہ کہتے ہیں۔ اور

جب کوئی انسان چاروں طرف سے مصائب و آلام سے گھر جائے۔ اور اسے اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئے۔ تو وہ اپنے آپ کو نرغہ میں دیکھتا ہے۔ اور یہی بیان بھی کرتا ہے +

کیا یہ الفاظ جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اس منظر میں جو اُن کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ زیادہ دلفریب اور پُر مضمون دکھائی نہیں دے رہے۔ کیا اس طریق سے ہمیں ان کے معنوں میں زیادہ صحت اور لطافت کا مزہ نہیں آرہا۔ بلاشبہ اس طرح انکے مفہوم کی تصویر ذہنی زیادہ روشن اور زیادہ پائدار ہو گئی ہے۔ اور یہ فائدہ عظیم ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ تحقیقات لفظی اور معنوی سے بعض اوقات یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ جب کبھی الفاظ تصورات کے محض اصطلاحی اور عرفی حامل رہ جاتے ہیں۔ اور ان میں اصلیت کی یاد اور ماخذ کا رنگ محو اور ناپید ہو جاتا ہے تو وہ مقاصد اور مطالب مقررہ کی ادائگی میں زیادہ مستعد ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن یہ مستثنیات ہیں۔ مثال کے طور پر افراتفری قابل توجہ ہے۔ افراتفری۔ افراط و تفریط۔ بیشی وکمی ہے۔ لیکن افراتفری کی صورت میں ہل چل کے لئے صراحتاً زیادہ مستعد ہے +

۲۔ مقامات کے ناموں میں رنگینی

نظم کی رنگینی اور نازک خیالی جو مقامات کے ناموں میں پائی جاتی ہے۔ اگرچہ مدتوں زبان زد ہونے کی وجہ سے پھیکی پھیکی ہو رہی ہے۔ پھر بھی اس قابل ہے۔ کہ از سر نو اس کا لطف اٹھایا جائے۔ اور اس کی بھینی بھینی مہک سے دماغ کو معطر کیا جائے۔ مقامات کے ناموں کے بارے میں ہم بہت ہی جلد فراموش کر دیتے ہیں۔ کہ ان میں کبھی ایک خاص مناسبت تھی۔ اور اسی مناسبت کے سبب یہ نام چُنے گئے تھے +

سوڈان۔ سوڈان کے کالے کالے باشندوں کی طفیل ملک بھی اسی نام سے مشہور ہو گیا۔ اور اگر کسی زمانے میں یورپ کی شائستہ قوموں نے سوڈان کے کالے وحشیوں کو نیست و نابود کر کے اپنا تسلط جما لیا۔ تو اسوقت اس لفظ کے معنی ایک ایسی حالت یاد دلانے والے ہونگے۔ جو آیندہ نسلوں کو حیرانی کے سراب میں پریشان کرے گی +

کربلا کا میدان اس مصیبت و اندوہ کی یادگار رہے۔ جسنے سید الشہدا امام حسینؑ کو تشنہ کامیوں سے بیچین اور بے سر و سامان کر دیا تھا۔ اللہ جلشانہ کو منظور تھا۔ کہ اپنے پیارے نبیؐ کے

لخت جگر کو بلایا آزمائش میں ڈالیں۔ اور ڈالا گیا۔ بلا بھی ایسی جانکاہ کہ اس کے بیان سے آج تیراں سو برس کے بعد بھی ہمارا دل پگھل جاتا ہے۔ ہم خود سوچ سکتے ہیں۔ کہ اس مصیبت کا اندازہ کس قدر جان کا کھپانے والا ہوگا۔ کرب یعنی گلا گھوٹنے والا۔ اور بے آرام کر دینے والا اند وہ اس کے لئے کوئی مبالغہ کا کلمہ نہیں۔ اور اس میدان کو جس میں سید الشہداؑ کی یہ آزمائش کی گئی تھی۔ میدان کرب و بلا یا کربلا کے نام سے یاد کرنا غیر موزوں نہیں +

آبنائے باب المندب۔ آنسوؤں کا دروازہ۔ ان مصائب کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ جو جہاز پر سفر کرنے والوں کو یہاں سے گذرنے میں ہُوا کرتی تھیں۔ یہاں کے پتھروں سے جہازوں کا ٹکرا کر پاش پاش ہو جانا۔ مسافروں کا نالہ وزاری کرنا۔ اور فنا ہو جانا۔ آبنائے مذکور کے اس نام سے بے کم و کاست ظاہر ہو رہے ہیں +

ہمالہ۔ برف کا گھر ہے۔ چمن اور گلستان بلوچستان کی سرحد میں مشہور ہیں +

اندر پرست۔ دہلی کا پرانا نام اپنی رنگینی کا آپ حال شاہد ہے

اور اندر گڈھ اب بھی ہندوستان میں مسند گاہِ ریاست ہونے کا فخر کرتا ہے +

کسی مقام کا خاص نام پڑ جانے کے مختلف وجوہات ہوتے ہیں۔ کئی دفعہ یہ بھی اتفاق ہوتا ہے۔ کہ زمانہ موجودہ یا گذشتہ میں لوگ اس مقام کو کسی شاعرانہ مذاق سے جو دیکھنے لگتے ہیں۔ اسی مذاق کے مناسب اس کو نامزد کر دیتے ہیں۔ بسا اوقات کسی ملک کے اوّل ہی اوّل دریافت ہونے پر اس کے دریافت کرنے والوں کے دل پر اس کی کوئی خوبی جو اس موقعہ پر ان کی آنکھوں میں سما جائے قابو پا لیتی ہے۔ اور نام کے لباس میں لوگوں کے ذہن میں حیات ابدی حاصل کر لیتی ہے۔ الخضرا کی سرسبزی کا نقش اوّلین اب چاہے۔ اس کی زراعت اور خودرو بوٹیاں ویسی نہ لہراتی ہوں جیسے عربوں نے اوّل ہی اوّل انہیں دیکھا۔ اس نام میں ہمیشہ کے لئے قائم ہو گیا ہے +

۷۔ پھولوں اور بوٹیوں کے نام

پھولوں کے نام بھی کیا رنگین ہوتے ہیں۔ اور ہونے بھی چاہئیں۔ صد برگ خیرو۔ سبز غم تاج خروس۔ بستان افروز کیسے دل لبھانیوالے

ہیں۔ نام لیتے ہی طبیعت شگفتہ ہو جاتی ہے۔ سپرِغم کا دوسرا نام ناز بو ناز و انداز میں کم دلفریب نہیں۔ شہلا جو نرگس کی ایک قسم ہے۔ ایک ایسی سیاہ آنکھ سے مشابہت رکھتی ہوتی ہے۔ جو مائل بسرخی ہو۔ اور غنچہ اصل میں گنجہ تھا۔ اپنے خزانہ زر اور ساز و سامان برگ کو سمیٹے رکھنے کی وجہ سے یوں موسوم ہو گیا۔ سبزہ بیگانہ کی کس مپرسی بھی غضب ڈھا رہی ہے۔ اور چمن میں اس کی بیگانگی لطف دیگئی ہے ✦

بوٹیوں کا بھی یہی حال ہے۔ چھوئی موئی کی نزاکت کبھی ملاحظہ کی ہے۔ کسی سیمبر کا بدن تو ہاتھ لگنے سے میلا ہو جاتا ہوگا۔ مگر چھوئی موئی کی نازک طبعی اور نفاست مطلقاً اتنا بھی گوارا نہیں کرتی۔ کہ اسے آپ چھو بھی جائیں۔ چھوا تو موئی۔ بدن خشک۔ پژمردگی طاری اور بس ✦

چھوئی موئی کی تو یہ حالت ہے۔ دوسری طرف اس کے پاس پاس ناگ بھن دیکھنا۔ مگر دور سے ہی۔ اسے بھی کہیں چھو نہ بیٹھنا۔ اگر اسے ہاتھ بھی لگایا۔ تو اس کے بدن کا زہر اپنا فوری اثر دکھا دیگا۔ اور پھر آپ کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہیگی۔ اور لینے کے دینے پڑ جائینگے۔

سکہ درشن کا نام بھی سُنا ہو گا اور سُنتے ہی کان کی تکلیف تو یقیناً جاتی رہی ہو گی +

اسی سلسلے میں عصا فیر اور خون سیاؤشاں بھی بیان کئے جا سکتے ہیں۔ ان کے تو ناموں سے ہی نزاکت ٹپک رہی ہے +

۸۔ پرند و چرند کے نام پرند و چرند کے اور مچھلیوں کے نام بھی نہیں نہیں حیوانات کے نام بالعموم دلفریب ہوتے ہیں۔ یہ نام موسوم کے سب سے مشہور خواص یا اس کی زیادہ اثر پیدا کرنے والی صفت پوری پوری ظاہر کر رہے ہوتے ہیں۔ شتر مُرغ کی اصلیت اور اس کے بعض اعضا کی بناوٹ نام ہی سے معلوم ہو رہی ہے۔ نام ہمیں صاف بتا رہا ہے۔ کہ جانور جس کا ہم ذکر کرتے ہیں۔ دراصل مُرغ کی قسم کا ہے۔ لیکن اس کے بعض اعضاء مثلاً گردن اور ٹانگیں قدرت نے اس طرح بنائی ہیں۔ کہ مخلوقات میں ان کی مثال سوائے شتر کے اور کہیں نہیں پائی جاتی +

آفتاب پرست۔ جس کو عربی میں حربا اور اُردو میں گرگٹ کہتے ہیں ہر وقت رو بآفتاب رہنے اور اس کی شعاعوں میں

رنگ بدلنے کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہے۔ بُلبل کی نواسنجی اور دلکش سریلی آواز کا ادنے شکریہ جو انسان ادا کرسکتا ہے اس کو ہزار داستان تسلیم کرنے میں کیا گیا ہے۔

شاہیں۔ جانور کا سزاوار شاہاں ہونا بتلا رہا ہے۔ اور شہباز بازوں میں ممتاز اور ان کا شاہ معلوم ہوتا ہے۔

شبدیز رات کی طرح سیاہ گھوڑا۔ اور بادپا گھوڑا جس کے پاؤں میں ہوا کی تیز رفتاری بھی پائی جاتی ہو۔ نازکخیالی کی دلچسپ مثالیں ہیں۔

ڈومنی۔ ایک مشہور شور مچانے والی مٹیالے رنگ کی چڑیا۔ اپنے بانکے نام سے سحر آفرینی کر رہی ہے۔ اور سداسہاگن (ایک قسم کی چڑیا) کا دلکش نام پژمُردہ طبیعتوں کو بھی باغ باغ کر دیتا ہے۔

مُرغ زریں۔ سبزک۔ سرخاب اور گلدم۔ کیسے دل لبھانے والے نام ہیں۔ اور ان کی چمک دمک کیسی طرب انگیز سیمرغ جو قاف میں اپنا الگ تھلگ گذارہ کرتا بیان کیا جاتا ہے۔ اور غالباً کبھی حضرت انسان نے اس کی شکل تک بھی نہیں دیکھی۔ ہر ایک قسم کے پرند کے گوناگوں پروں کا

مجموعہ رکھنے کے خیال سے نامزد ہوگیا ہے۔ بوزنہ کی وجہ تسمیہ خالی از لطف نہیں۔ اس کی اصل ابوزنہ ہے۔ اور زنہ کے لغوی معنے تہمت کے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ اس کی شرارت پسند طبیعت تہمت کے اسباب پیدا کرنے میں اسقدر مشاق ہے۔ کہ الامان۔ یہاں سے چیز اٹھائی اور وہاں رکھدی۔ کسی چیز کو بگاڑا۔ اور کسی کو توڑا۔ یہ اس کے ادنے تماشے ہیں! ور جو لوگ اسکے کرتبوں سے واقف نہیں وہ اس کی کارروائیوں کو اپنے بھائی انسان کی طرف منسوب کر لیتے ہیں۔ اور اسی کے ذمہ اس کی تہمتیں لگاتے ہیں۔ علاوہ ازیں خود اس کے اپنے کام شروع سے لیکر اخیر تک ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جو تہمتوں کے باوا ہیں۔ ہر ایک شوخی اور ہر ایک شرارت۔ جن سے ہم ایک دوسرے کو الزام دیسکتے ہیں۔ اس کی طبع زاد ہے۔ اور یہ ان کی ایجاد میں استاد کامل ✦

پروانہ کی عاشق مزاجی اور شمع پر جان نثاری اس کے نام سے نمایاں ہے۔ پر ولغت میں ستارہ ہے۔ اور پروین اسی سے ہے۔ اور مجازاً نور چراغ و شمع کو کہتے ہیں اور انہ کلمہ نسبت ہے ✦

چڑیا عربی لباس میں خوب پھرتیلی اور خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ وہاں اسے عصفور کہتے ہیں۔ اور یہ اسلئے۔ کہ عصے وفر۔ انسان کو دیکھا اکڑی۔ اور یہ جا وہ جا +

طاؤس کی خوبصورتی تو اس کا نام ہی بہانگ دہل بیان کر رہا ہے۔ اور تلیر کے تل اسے اور اسکے نام کو مزین کئے ہوئے ہیں۔ لیکن ان سے بڑھ کر نیل کنٹھ کا نیلگوں کنٹھا اسکی رونق کو دوبالا کر کے۔ دیکھو اسے نیک شگونی کی مسند پر جلوہ گر کر رہا ہے۔ کٹھ پھوڑے کی محنت اور ہمت ملاحظہ ہو۔

۹۔ کھٹمل ایک اور مثال

ذرا کھٹمل کی طرف بھی توجہ کرنا۔ اسکی جرأتِ دل آزاری۔ دوسروں کا لہو پینے میں اس کی شوخی حیرتناک ہے۔ جوان۔ بوڑھے۔ مرد و زن۔ بچے۔ نازک بدن۔ اور نازک دماغ۔ بیمار و تندرست۔ سب کے سب اس کی خون آشامیوں کے شکار ہوتے ہیں۔ لیکن اس کا قابو آنا سہل نہیں۔ بدنِ انسان اور یہ۔ خدا کی پناہ۔ کھاٹ اس کی جولانگاہ۔ اور کھاٹ ہی اسکا قلعہ اور جائے پناہ۔ یہ کھاٹ یا کھٹ کا مل یعنی پہلوان ہے اور اس میدان میں اپنی شہ زوریوں سے ہمارے اور تمہارے خون کا پیاسا ہے۔ اور دشمن ہے +

۱۰۱۔ روایات اور فسانے ناموں میں

الفاظ میں دلچسپ روایات اور فسانوں کا ذخیرہ ہے۔ اور اگر ہم ذرا بھی تفحص کرینگے۔ تو ہمیں دستیاب ہو جائے گا۔ آتش زن تم نے سُنا ہو گا کہتے ہیں جب اس کی موت کا وقت قریب آتا ہے۔ تو لکڑیوں میں بیٹھ کر دیپک راگ گانا شروع کرتا ہے۔ اور اپنی آواز سے مست ہو کر پَر و بال مارتا ہے۔ یہاں تک کہ آگ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اسے جلا کر راکھ سیاہ کر دیتی ہے۔ بعد میں بارش جو ہوتی ہے۔ تو اس راکھ میں سے ایک انڈا نکل آتا ہے۔ اور اس میں سے پھر ایک آتش زن ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس کو ققنس بھی کہتے ہیں۔ آتش زن کی نسبت روایت سے فایدہ اُٹھا کر مولانا نظامی نے کیا ہی پُر مضمون شعر لکھا ہے ؎

خمیرم نہ زن بلکہ آتش زن است کہ مریم صفت بکر و آبستن است

موسیقار کا نام بھی کم دلچسپ نہیں۔ موسیقی۔ آر (گانے والا) اس کی اصل ہے۔

شہاب ثاقب۔ آپنے سُنا ہو گا۔ کہ شیطان آسمان کیطرف جانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور فرشتے آتشیں گرزوں سے اسے مارتے ہیں۔ اور آسمان تک اسے پہنچنے نہیں دیتے۔

ان تمام مثالوں میں نام کی نازک خیالی قائم ہے۔ خواہ نام سے روایات میں آئی خواہ روایات سے نام میں ہمارے بعض جواہرات کے نام بھی خیال آفرینی کے مرہون ہیں۔ کوہ نور۔ کوہ طور آپ نے سُنے ہی ہونگے۔ دُرِ یتیم میں نازک خیالی کی جلوہ نمائی قابل دید ہے۔ جواہرات تو کہیں رہے پتھر بھی اس مرہونیت سے نہیں بچے۔ دیکھو سنگ موسےٰ اور سنگ یہود کیا بتاتے ہیں۔ آتشبازی کا تماشا تو دیکھتے ہی ہوگے۔ مہتابی۔ انار۔ پھلجھڑی۔ ساون بھادوں۔ اور گل دوپہر کی رنگ آمیزیاں کس دلرُبا یانہ ادا سے ہمیں مفتون کرتی ہیں۔ اور آتشبازی کا مغل تو از بس نازک خیالی۔ اور قومی منافرت کی عدیم المثال جدّت آفرینی ہے ؞

۱۱۔ صورت بدل کر بھی قیام نازک خیالی پر الفاظ کا اصرار

بعض الفاظ۔ نہیں نہیں کثیر التعداد الفاظ اس بات پر مصر نظر آتے ہیں۔ کہ ان کی لطافت اور نازک خیالی جاتی نہ رہے۔ اور اگر کسی طرح ایک صورت میں زائل بھی ہو جائے۔ تو دوسری صورت میں بالضرور پیدا ہو جائے۔ پس اگر کبھی یہ احتمال یا اندیشہ ہو۔ کہ ایک بان سے دوسری زبان میں منتقل ہو کر انہیں مثل سابق انسان کی

قوت متخیلہ کی گرویدگی کی قابلیت نہ رہیگی۔ تو وہ اپنے لئے ایک نئی زندگی کا ساز و سامان مہیا کر لیتے ہیں جس سے ان کے اندر ایک نئی روح پھونکی جاتی ہے +

۱۲۔ مثال شمس العلماء مولانا مولوی محمد حسین آزاد کی آبحیات میں دو مثالیں دی ہیں جو ان کے اپنے ہی الفاظ میں یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

بولی بھٹیاری کوئی بوعلی بختیاری کا مخفف لکھتا ہے کوئی کہتا ہے بھولی بھٹی کا۔ نبجے منڈل۔ بدیع منزل کا مخفف و مبدل ہے۔ دلی کے باہر شاہان قدیم کی تعمیرات سے ایک مشہور عمارت ہے +

۱۳۔ علمی الفاظ میں نازک خیالی ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ کہ نازک خیالی۔ اور استعارہ ہر قسم کے الفاظ میں پائے جاتے ہیں۔ اور یہ حرف بحرف درست ہے۔ انسان کا لباس ہی لو۔ شبنم۔ تن زیب۔ اور مین سکہ کا بانکپن ہمیں گرویدہ کئے دیتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ علوم جن میں استعارہ کی گنجائش ظاہرا نظر نہیں آتی۔ استعارہ کے اثر سے نہیں بچے۔ استعارات اصطلاحات کی خشک ہڈیوں میں جو ان سے کوسوں دور معلوم دے رہی ہیں

اور ان کی ضد ہیں ۔ ایک قسم کی روح پھونک دیتے ہیں +

مصراع۔ دروازے کے ایک تختے کو کہتے ہیں۔ ردیف گھوڑے سوار کے پیچھے بیٹھنے والے کا نام ہے۔ ایسے ہی قافیہ کے معنے پیچھے پیچھے چلنے والے کے ہیں +

نثر میں انشاء پیدا کرنے سے نامزد ہے۔ اور جب عبارت میں پانی کی سی روانی ہو۔ اسے تسلسل عبارت کہتے ہیں۔ فقرہ۔ پشت کی ہڈی کو۔ اور تصنیف نوع نوع گرفتن اور جمع کرنے کو کہتے ہیں +

۱۴۔ قانونی اصطلاحیں

قانون میں بھی ہم کثرت سے اس قسم کی مثالیں پائینگے جب کسی چیز کو زوائد سے پاک صاف کرتے ہیں۔ تو اس کی تنقیح ہوتی ہے۔ ایسے ہی جب کسی مقدمہ کے کرنے میں غیر متعلق باتیں یا ایسی باتیں جن پر کوئی تنازعہ نہیں ہوتا۔ الگ کردی جاتی ہیں۔ اور امور تصفیہ طلب الگ۔ تو اس عمل کو تنقیح کہتے ہیں۔ اور اسی سے ان امور تصفیہ طلب کا نام تنقیح ہوگیا۔ گواہان پر فریق مخالف کے سوالات لفظ جرح سے تعبیر کئے جاتے ہیں۔ جرح کے معنے زخمی کرنے کے ہیں۔ اور سوالات جرح کا منشا یہی ہوتا ہے۔ کہ گواہ کی شہادت کمزور اور نکمی

کردی جائے ×

فوجداری مقدمات کی جو قابل دست اندازی پولیس ہوں۔ پیشتر اس کے کہ وہ عدالت میں جائیں پولیس تفتیش کرتی ہے۔ اور تفتیش لغت میں کاویدن اور کندن سے مراد ہے ×

مواخذہ اور کفالت بھی اپنی گرفت اور ذمہ داری میں دلچسپی کا نقشہ دکھا رہے ہیں۔ عقد بھی ایسا ہی دلچسپ لفظ ہے۔

ریاضیات میں عدد اصم کی گرانی گوشِ کسے معلوم نہیں ×

۱۵۔ فن تعمیر کی اصطلاحات دیگر شعبوں میں بھی نازک خیالی کی توقع رکھنی بے بنیاد نہیں۔ مثلاً یہ کوئی حیرت کی بات نہ ہوگی۔ کہ ہم فن تعمیر میں بھی اس کے کرشمے جابجا دیکھیں۔ تعمیرات منجمد موسیقی کے نام سے موسوم ہے۔ اور اس میں نازک خیالی نے بھی صورت اختیار کی ہوئی ہے۔ یہاں اس کی زبان ہی الگ ہوتی ہے۔ خشک نہیں۔ درشت نہیں۔ نہ ہی قوت مدرکہ کی زبان۔ بلکہ ایسی زبان جس کے بنانے میں صراحتاً قوت متخیلہ نے محنت اٹھائی ہے۔ مثالیں۔ محراب۔ آلہ حرب شیطان یا اپنے نفس سے لڑائی اور اس کے مخالفت کرنے سے یہ نام پایا ہے۔ نردبان

نام سے انسانی نزدکی حفاظت کی کفیل ہو رہی ہے ۔ زینہ ۔ زین سے منسوب ہے اور کیسا اچھا خیال ہے ۔

۱۶۔ شہر خموشاں | شہر خموشاں کی خیال آفرینی دیکھو ۔ عبرت اور عقیدت نے رفتگان کے مٹی کے ڈھیروں کو شہر سے تعبیر کیا ہے ۔ اور یقیناً اس سے شہر کا جمگھٹا ۔ کثرت کا گھمسان یاد دلانا مقصود ہے ۔ صرف یہی نہیں ۔ بلکہ ہمیں یہ بھی بتلایا جا رہا ہے ۔ کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی بھی ہے ۔ اور مرجانا صرف ایک قسم کی حیات سے دوسری قسم کی حیات میں انتقال کرنا ہے ۔ ایک آبادی سے دوسری آبادی میں جانا ہے ۔ ہاں ان دونوں شہروں میں ان دونو آبادیوں میں ایک فرق ہے ۔ اور وہ یہ ۔ کہ اس دوسرے شہر میں کوئی بولتا نہیں ۔ اور اسلئے اس انتقال کے راز کے افشاء کی امید نہیں کی جا سکتی ۔

۱۷۔ نازک خیالی میں درد | اخیر میں ہمیں نازک خیالی کے اس درد کا ذکر کرنا ہے ۔ جو بسا اوقات بعض معنوں کے تغیرات میں پایا جاتا ہے ۔ غریب اردو میں نادار ہے ۔ لیکن عربی میں اول ہی اول یہ عجیب اور نادر کا ہمردیف تھا ۔ فارسی والوں میں جب آیا ۔ تو انہوں نے اسے اجنبی سمجھا ۔ اور مسافر کی طرح اس سے

سلوک کیا۔ اس اجنبیت۔ اور مسافری کی تکالیف اور مصائب نے اس کی رہی سہی حیثیت بھی گنوادی اور اب ہندوستان میں آکر اور رہ کر ناداری میں مبتلا ہو گیا ٭

۱۸۔ زبان میں دلچسپی کے سامان

اس سے پہلے جو کچھ ہم تحریر کر چکے ہیں۔ یقیناً اس امر کی کافی شہادت خیال کیجائیگی۔ کہ انسان فطرتاً شاعریا نازک خیالی کا موجد ہے۔ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے۔ کہ ہر ایک آدمی ہر وقت خود موجد نہیں ہوتا۔ تو اس میں تو کلام نہیں ہوسکتا۔ کہ دوسروں کی ایجاد سے ہم فرداً فرداً پورا حظ اُٹھاتے ہیں۔ ان کو اپنی مقبوضات اور مملوکات کی طرح اپنے پورے تصرف میں لاتے ہیں۔ اور ان سے ہر طرح کا فایدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور ہر قسم کا لُطف حاصل کرتے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ ہماری زندگی کا مدار صرف روٹی پر ہی نہیں۔ اور نہ ہی زبان ہمیں صرف اسی لئے دی گئی ہے۔ کہ اپنے بنی نوع انسان سے معاملات بیع وشرا کریں۔ اپنا مطلب نکالیں۔ یا اپنی حیوانی طبیعت کی سفلی ضروریات کے وسائل بہم پہنچائیں۔ بلکہ قادر مطلق نے زبان تو ہمیں ایک ایسی چیز عنایت کی ہے۔ کہ اسکی طفیل ہمیں اپنی ملکوتی صفات سے ہر وقت واسطہ اور تعلق رہتا ہے۔

اور اسی کی مدد سے ہم ان کے قیام وتکمیل کو جاری رکھ سکتے ہیں۔ اسی زبان کی ہی برکت ہے۔ کہ دلکش تصاویر کے ذوق اور عالی خیالی کے ولولوں سے ہم وقتاً فوقتاً محظوظ ہوتے رہتے ہیں۔ ہم کہیں بھی کتنا ہی سر کیوں نہ ماریں۔ صرف غرض۔ مدعا اور فائدہ کے پابند و خواہاں نہیں ہو سکتے۔ اگر کوئی شخص جوش دیوانگی میں کبھی یہ ضد کر بیٹھے۔ کہ وہ زبان کو استعارہ اور نازک خیالی سے جو اس کے جزو لاینفک ہو گئے ہیں معرّا کر دیگا۔ تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اُس کے دائرہ امکان سے باہر ہے۔ کہ وہ اسے شگوفہ۔ پھول۔ اور پھل تو جھاڑ ڈالے۔ اور ننگے۔ بے برگ و بر۔ تنہ کی سی اسکی صورت بنا دے۔ لحظہ بھر کے لئے تو شاید وہ گمان بھی کر بیٹھے۔ کہ اسے اس کام میں کامیابی ہو گئی ہے۔ لیکن علم زبان کی کچھ ہی زیادہ واقفیت بڑھانے۔ اور روزمرّہ کے استعمال میں آنیوالے الفاظ کو تھوڑا سا بنظر غور دیکھنے سے اسے یک لخت معلوم ہو جائیگا۔ کہ اس کی کوشش کامیابی سے اتنی دُور ہے۔ جیسی کہ ہونے کی شرط ہے۔

بہر حال ہمیں تو کبھی ایسا خیال تک بھی دل میں نہیں

لانا چاہئے۔ پہلے ہی ہماری زندگی میں ایسے کون سے ناز کجہالی اور جولانیٔ طبیعت کے وسیع سرسبز میدان ہیں۔ جو ہم موجودہ مقبوضات سے بھی دست بردار ہونے کی زحمت اُٹھاویں +

پوچ اور پھیکاپن کے بنجر اور ناہموار اقطاع تو ہماری ضرورتوں سے بڑھ کر ہیں۔ اور انہیں وسعت دینے سے فایدہ معلوم۔ فایدہ تو خیر ہوتے ہی ہو گا۔ نقصان میں تو شک نہیں۔ اور نقصان بھی وہ کہ جس کا کوئی حساب نہیں۔ بند پانی واقعی بدبُودار ہوجاتا ہے۔ لیکن جو پانی ہوَا کے جھونکوں میں لہریں لے رہا ہو۔ بدبو اس کے نزدیک نہیں پھٹکتی۔ اور الفاظ جو ہمارے جذبات کا لباس ہیں۔ قدما نے انہیں ہوائے روح کا لقب دیا ہُوا ہے۔ ہوَا جو روح کو ہمیشہ صحت بخش حرکت میں رکھتی ہے۔ اسے اوپر کو لیجاتی ہے۔ اور آگے کو بڑھاتی ہے۔ اور اسے بےحس و حرکت رہنے کے سقم سے بچاتی ہے۔ اور ایسا بےحس و حرکت رہنا گئی ایک دوسرے اور بدتر نقائص کا منبع ہے +

فصل سوم

الفاظ میں اخلاق

۱۔ الفاظ میں اخلاقی شہادت

انسان کا مبداء و مرجع ذات باری ہے۔ اور اس کی دلیل خود انسان کی اپنی زبان میں موجود ہے۔ ایک لمحہ کے لئے لغات پر نظر دوڑاؤ۔ دیکھو الفاظ انسان اور اللہ کا باہمی تعلق ظاہر کر رہے ہیں۔ اور صرف اسی پر اکتفا نہیں۔ بلکہ اس تعلق کے احساس کے بھی شاہد ہیں۔ جو انسان کے دل میں موجزن ہوتا ہے۔ الفاظ بتا رہے ہیں۔ کہ ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم اس دُنیا میں کس طرح آئے۔ اور کیوں آئے۔ ہمارا قیام یہاں محدود ہے۔ اور اس قیام میں بھی ہمیں صرف اپنے خالق و مولا کا منشاء پورا کرنا ہے۔ اور بس۔ اور پھر ہمیں اسی کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی۔ کہ ہر ایک زبان میں نیکی اور راستی کی طرفداری۔ گمراہی اور کمزوری کی شہادت کے

مقابلہ میں جو زبان کسی وقت بھی چھپانے کے لئے تیار نہیں۔ اپنا پلہ بھاری رکھتی ہے۔ گمراہی اور غلط کاریوں کے ہوتے بھی نیکی کی رفاقت اور بدی کی مخالفت ہر ایک امر میں ہر ایک مرحلہ پر نمایاں ہے۔

۲۔ اخلاقی انحطاط

ہماری گمراہی اور کمزوری میں شک نہیں اور ہم خود اپنی زبان سے ہی اس کے قائل ہیں۔ حضرت انسان کے دیگر حوالیات کی طرح زبان میں بھی اس کی علو مرتبت اور اس کا انحطاط۔ اس کی شان اور اس کی ذلت یکجا پائی جاتی ہیں۔ اس نے اپنی زندگی کے پیچ در پیچ راہوں میں ظلمت اور سیاہ کاری کی کیا کیا تخم ریزی کی ہوگی۔ جو اس کی زبان کے رگ و ریشہ میں سیاہی کے بدنما دھبے جابجا نظر آرہے ہیں ضرور ہے کہ بدی اور شرارت کے واقعات پہلے سرزد ہوئے ہونگے۔ اور پھر وہ الفاظ جو اس بدی اور شرارت کے شاہد ہیں۔ زبان میں پیدا ہوگئے اخلاقی مظالم جو حضرت انسان نے خود اپنے پر کئے ہیں۔ اور مرض جو اسے لاحق ہے۔ کسی ثبوت اور دلیل کی محتاج نہیں۔ مگر ایسے بھی لوگ ہیں۔ جو ان مظالم اور اس مرض کے تسلیم کرنے میں تامل کرتے ہیں۔

ان کا خیال ہے۔ کہ یہ سب کچھ واعظین کی من گھڑت ہے۔ یا کم از کم ان کے بیان کرنے میں مبالغہ بلکہ غلو سے کام لیا گیا ہے۔ لیکن ان بزرگوں نے کبھی غور نہیں کیا۔ کہ اس امر کی صداقت انسانی زندگی کے ہر ایک پہلو سے اور بالخصوص اس کی زبان سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ اگر یہ اتنی تکلیف ہی گوارا کریں۔ کہ کوئی لغات کی کتاب اُٹھا لیں۔ اور اسے کھول کر دیکھیں۔ تو انہیں انسان کی اخلاقی اور روحانی زندگی کی حالت کا یہ افسوسناک اور رنجدہ منظر جا بجا دکھائی دیگا۔ اور وہ مظالم اور مرض جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ الفاظ کی دل آزار شہادت سے ہمیں مایوس کر دینگے۔ ایک طویل فہرست الفاظ کی جو گناہ و یا رنج دونو۔ سے وابستہ ہیں۔ زبان میں کس طرح تیار ہو گئی۔ بلا ضرورت تو ان کے ایجاد کرنے یا بنانے کے کوئی معنی نہ تھے۔ یقیناً واقعات جن کے یہ نام لیوا ہیں۔ پہلے پیش آئے۔ اور ان واقعات کی بنا پہ ان کے اظہار کرنے اور بیان کرنے کے واسطے یہ الفاظ پیدا ہو گئے۔ حروف تہجی میں سے پہلے حرف کے نیچے ہی لغات ملاحظہ ہوں۔ آبکاری اوباش۔ اُچکا۔ اُلّو کرنا (کھال اُڑانا)۔ اجاڑو۔ افسون المأ

اور کئی ایک الفاظ۔ جو زبان کے کسی کونے میں نہیں پڑے ہوئے۔ کہ شاذ و نادر مواقع پر استعمال کئے جائیں۔ بلکہ ان میں سے اکثر صف اولین میں کھڑے ہر وقت مستعمل ہوتے ہیں۔ اور ان کی تعداد قلیل بھی نہیں۔ اور رنج و افسوس سے ماننا پڑتا ہے۔ کہ کئی ایک زبانوں میں گناہ کے الفاظ نیکی کے الفاظ سے زیادہ ہیں ؛

۲۔ زبان انسانی شرارتوں کا آئینہ

کسی زبان کی ترکیب کے اس انکشاف پر یہ امر نظرانداز نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کی کثیر قوتیں انسانی تکالیف اور انسانی کمزوریوں کے بیشمار اقسام کے اظہار میں عمل میں لائی گئی ہیں۔ کیا ہی خوفناک بات ہے۔ کہ زبان میں ایسا لفظ موجود ہو۔ جو ایک انسان کی خوشی اپنے ہمجنسوں کی مصائب پر ظاہر کرتا ہو مگر حقیقت یہی ہے۔ کہ شماتت کی طرح کئی ایک زبانوں میں ایسا لفظ موجود ہے۔ کسی کو بُرے حال میں دیکھ کر خوش ہونا شماتت ہے۔ اور کسی قوم کے اخلاقی انحطاط کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو گی۔ حسد کا لفظ بھی ہم ہر روز استعمال کرتے ہیں۔ اور اگر اس کے معنوں پر غور کریں تو انسان کی اخلاقی ذلت کے لئے اس سے بڑھ کر

شہادت ملنی مشکل ہوگی۔ دوسرے۔ کی عزت۔ دولت۔ مرتبت اور قابلیت یا کسی دیگر نمایاں اور امتیازی خصوصیت دیکھ کر بُرا منانا اور اس کی محرومیت کا خواہاں ہونا حسد ہے۔

حسد اور رشک میں یہی فرق ہے کہ رشک میں تو ہم دوسرے کی برابری چاہتے ہیں۔ اور حسد میں۔ ہمیں اپنا تو اتنا خیال نہیں ہوتا۔ زیادہ توجہ اسی طرف ہوتی ہے کہ دوسرا محروم ہو جائے۔ ہم چاہے ویسے ہوں یا نہ ہوں۔ وہ ایسا نہ رہے۔ ماسوا اس کے کسی زبان میں ایسے الفاظ کی کمی نہیں جو شرارت پسند ذہن انسانی نے۔ اپنی نرالی اور انوکھی شرارتوں کی افسوسناک یادگاریں قائم کئے ہیں۔ بعض اوقات ایک ہی لفظ میں بے رحمی کا ایک مکمل ضابطہ عمل منضبط ہوتا ہے۔ مثلاً ٹکٹکی شکنجہ۔ پھانسی۔ سولی۔ چار میخ اور سنگسار دنے امثالیں ہیں۔ ہماری لغات کی کتابیں ہمیں بہت کچھ بتاتی ہیں۔ لیکن سب کچھ نہیں بتاتیں۔ عوام کی بولی ہر جگہ فواحشات الفاظ اور فقرات سے بھرپور ہے۔ جنہیں کتابوں میں دخل تو نہیں مل سکا۔ لیکن وہ انسان کی زبان پر ناشائستگی اور ناہنجاری کی ناپاک یادگاریں ہیں۔ اور یہ الفاظ

صرف یہی نہیں۔ بلکہ عیاشی اور بدمعاشی کے الفاظ بھی۔ اکثر برائی کو ظاہری ہمدردی اور پسندیدگی کے پیرایہ میں اس طریق پر بیان کرتے ہیں۔ کہ اللہ میاں کے امر و نواہی کی پرواہ نہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں گناہ اور معصیت کی ایک قسم کی طرفداری مقصود ہے۔ انتہا درجہ کی طباعی۔ اور پرلے درجے کا مذاق۔ کمال ذہانت اور نازک خیالی معصیت اور گناہ کی خدمت میں کام آئی ہونگی۔ بیشتر اس کے کہ گناہ اور معصیت کیلئے۔ اسقدر وسیع۔ اور قسم قسم کی اور بسا اوقات کافرانہ وملحدانہ لغات پیدا ہوگئے ہونگے ٭

۴۔ الفاظ انسان کے انحطاط میں اس کے شامل رہے ہیں

ایک کثیر تعداد الفاظ کی۔ انسان کے انحطاط میں اس کے شامل حال رہی ہے۔ ابتدا میں ان الفاظ کے معانی عزت اور خوبی کا پہلو لئے ہوئے تھے۔ لیکن جوں جوں ان کے استعمال کرنے والے یا جن کی نسبت یہ استعمال کئے جاتے تھے۔ قعر ذلت میں گرتے گئے۔ یہ الفاظ بھی ان کے ساتھ ساتھ ذلت اور خواری کے نمایندے بن گئے۔ بہت سے الفاظ آپ دیکھینگے۔ کہ شروع شروع میں ان میں کوئی عیب یا بدی کا اشارہ نہ تھا۔

لیکن اب اصطلاح میں ان میں عیب اور بدی شامل ہو گئی ہے
شاطر و عیار میں وہ عیب نہ تھا۔ جن کے لئے اب وہ
ممتاز ہو گئے ہیں ۔ شاطر۔ دلاور اور چابکدست آدمی کو بھی
کہتے ہیں۔ لیکن اب اس کے معنوں میں شوخی اور بیباکی شامل
ہے ۔ اس شوخی اور بیباکی کے استعمال نے شاطر کو چوری
اور لوگوں کی گانٹھ کاٹنے پر بھی جرأت دلا دی ہے ۔ اور ان
چالاکیوں سے اپنے کنبہ والوں کو کسی بلا میں پھنسانے کا ذمہ دار
ہو گیا ہے ۔

عیار۔ (عیر۔ بہر سو رفتن اسپ بجولاں) کثرت سے آمد و رفت
کرنے والے کو کہتے تھے ۔ اور اصلیت کے خیال سے اس ساری
آمد و رفت میں پابندیاں لازم تھیں۔ لیکن اب عیار سب
پابندیوں کو خیرباد کہہ کر اپنی جولانیاں بدی کی طرف لگا کر دھوکا
اور فریب دینے میں مشاق اور چالباز ہو گیا ہے ۔

غلام ۔ ابتدا میں لڑکا تھا ۔ ایسا ہی آزاد جیسے ہم اور تم ۔
لیکن انقلابات زمانہ نے آزادیاں چھین کر اسے ذلیل و خوار
کر دیا ہے ۔

ہندی میں لونڈی کا بھی یہی حال ہے ۔ لونڈی ۔ لڑکی ہی

تھی۔ مگر بعد میں غلامی کے سلسلے نے اس کا بھی وہی حال کیا۔ جو غلام کا ہُوا تھا۔ چھوکرا اور چھوکری بھی اس طرح گرے ہوئے ہیں +

فیلسوف بھی قابل غور ہے۔ اصل میں فیلسوف اور فلسفی ایک ہی ہیں۔ لیکن فیلسوف کے معنوں میں انحطاط واقع ہو گیا ہے۔ اور اب فیلسوف۔ دھوکا باز ہے +

ابن الوقت۔ وقت کا بیٹا۔ اب ایک ایسے شخص کیلئے بولا جاتا ہے۔ جو وقت اور موقع کے مطابق اپنا مطلب نکالنے میں مشتاق ہو۔ جس کا کوئی اصول نہ ہو۔ خودغرض اور نفسانیت اسکے ہمیشہ پیش نظر رہیں۔ اور اس کا ہر کام۔ ہر وقت اسی بات پر مبنی ہو +

ابتدا میں حیلہ میں وہ مکاری اور فریب نہ تھا۔ جو اب اس میں مضمر ہے +

مغبچہ۔ انقلاب زمانہ سے انحطاط معنوی کی ایک بیّن اور زبردست مثال ہے۔ معابد کی سرپرستی سے گر کر خرابات کی خدمتگذاری میں آپڑا ہے +

لفظ عداوت کی اصلیت بھی انسان کی گناہ کاری کی ایک

شرمناک دلیل ہے۔ عداوت کے ماخذ پر غور کیا جاوے۔ تو اس میں محض دوڑنا۔ اور سعی کرنا پائے جائینگے لیکن اب ہماری فتنہ پرداز طبیعتوں نے ہماری کوششوں اور دوڑ دھوپ کو عناد اور دشمنی کیلئے مخصوص کر کے عداوت کو دشمنی تک ہی محدود کر دیا ہے۔

تعصب۔ ابتدا زمانہ میں جنگ کے ہمراہی عصبہ کہلاتے تھے۔ اور تعصب جنگ میں آنکھوں پر پٹی باندھنا بھی ہے۔ اگر جب کسی امر میں اور بالخصوص امور مذہبی میں ہم جنبہ داری پر اڑ جاویں۔ اور عقل و انصاف کو بالائے طاق رکھ کر ایک رائے بنائیں۔ یا عمل کریں۔ تو وہ تعصب ہوگا۔

۵۔ مؤید مثالیں یہی انحطاط اور دو چار الفاظ میں قابل توجہ ہے۔ سزا بدی کیلئے پہلے سے مخصوص نہ تھی۔ چنانچہ ناسزا اور سزا وار تا حال اس کے شاہد ہیں۔ ایسے ہی پاداش نیک کاموں کی بھی ہوتی تھی۔ اب بدی کی ہی رہ گئی ہے۔

گو رکھ تال۔ بڑا گورو۔ عیب سے مبرا نہیں اور گو رمتا کی اصل دیکھو۔ گو۔ سوا اور مت سے مرکب ہے لیکن اب مل کر سازش کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ اہل حرفہ اچھے لوگ ہیں۔ لیکن

حرفت باز کو کوئی بھی اچھا نہ کہیگا ٭

دو الفاظ رکیک تو ہیں۔ لیکن سوسائٹی کی اخلاقی حالت کے گرنے کا حیرت انگیز آئینہ ہونے کی وجہ سے ہم انہیں نظر انداز کرنا مناسب نہیں سمجھتے ٭

دلال۔ ایک شریف آدمی ہے۔ اپنی حلال کی کمائی کرکے روٹی کماتا اور کھاتا ہے۔ سوسائٹی میں عزت والا آدمی۔ اور صاحب حیثیت ہے۔ تجارتی حلقوں میں اس کا وقار ہے۔ اور فی الحقیقت اس کی وساطت کے بغیر تجارت کا فروغ ایک امر مشتبہ ہے ٭

نائک۔ ہندی الاصل۔ فوج میں ایک افسر ہوتا ہے۔ اور فوجی حلقوں میں۔ اور عام سوسائٹی میں اپنی شرافت۔ عہدہ اور حیثیت کے اعتبار سے قابل توقیر ہے۔ لیکن آپ سوسائٹی کے اس اخلاقی انحطاط پر متعجب ہونگے۔ اور امید ہے۔ کہ عبرت پکڑینگے۔ کہ ان ہر دو الفاظ کی تانیث میں ہم معاشرت کا ذلیل ترین نمونہ پاتے ہیں۔ اس سے یہ بھی گمان ہوتا ہے۔ کہ سوسائٹی کی اخلاقی حیثیت بگاڑنے میں۔ گمراہی اور گمراہ کرنے میں۔ خدا اور خلق اللہ کے بنائے ہوئے اصول اور ضوابط کی پابندیونکو

توڑتے اور توڑانے ہیں۔ آپ یقیناً کانپ اُٹھینگے۔ فرقہ اناث انسان کا "نصف لطیف" زیادہ تر ذمہ وار ہے۔ ممکن ہے۔ کہ ہمارا یہ نتیجہ غلط ہو۔ ہم امید کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ غلط ہو۔ لیکن اس میں کلام نہیں۔ کہ یہ امر بذاتہ سخت مایوس کرنیوالا ہے۔

۶۔ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان متذکرہ بالا مثالیں انسان کی عصیاں و گناہ کی شاہد ہیں۔ اور اسی طرح اسکی ضعیف النبیانی۔ اس کے علم۔ اور قوائے کے محدود ہونے۔ اور الانسان مرکب من الخطاء والنسیان کی تائید میں بھی یہی زبان کافی شہادت پیش کر سکتی ہے۔

۷۔ عین الکمال عین الکمال اور کل جبھا انسانی کمزوریوں اور ضعیف الاعتقادی کی نمایاں مثالیں ہیں۔

مغرور۔ بظاہر ایک تنا ہوُا۔ دوسروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے والا شخص ہے۔ مگر حقیقت میں وہ خود انسانی کمزوری کا نمونہ ہے۔ بیچارہ خود دھوکے میں پھنسا ہوُا ہے اور نال دُنیا کے فریب و دغابازی کا شکار ہو رہا ہے۔

۸۔ ارتقاء الفاظ ہمنے الفاظ کے انحطاط معنوی پر زور تو دیا ہے۔ لیکن ہم غلطی پر ہونگے۔ اگر اپنے ناظرین کی توجہ اس امر کی طرف

دلانے میں قاصر رہیں۔ کہ اختلاط کے پہلو بہ پہلو۔ معنوی ارتقا اور تنقیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ نور ایمان جو انسان کو بدی کے راستے سے نکال کر نیکی کے طریق پر لا رہا ہے۔ اور اسے ادنے دُنیاوی خوبیوں سے برتر لیجا کر اعلےٰ ملکوتی صفات سے متصف کر رہا ہے۔ ایک کثیر التعداد الفاظ کو بھی جو انسان استعمال کرتا ہے۔ ساتھ ساتھ ہی آلودگی سے منزہ اور پاک اور مرتفع کرتا ہے۔ اور اس طرح جو الفاظ کبھی ایک ادنے خاصیت پر دال تھے۔ اب ایک اعلیٰ صفت کے کفیل ہیں ؞

اسلام بنی نوع انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقی کا ایک ان تھک کارکن رہا ہے حتےٰ کہ الفاظ بھی اس کی محنت اور کارگذاری کے نیک اثرات سے غیر متاثر نہیں رہے ؞

شہید۔ گواہی دینے والا۔ شاہد پہلے بھی تھا۔ لیکن اسلام نے اسے جھوٹی سچی ادنے شہادتیں دینے کے رذیل درجے سے اُٹھا کر حق اور ایمان کی شہادت پر جان دینے کے اعلیٰ وارفع رتبہ پر پہنچا دیا ؞

پیغامبر۔ بھی ماوشما کا پیغام لیجانے والا تھا۔ لیکن اب اللہ جلشانہٗ کا پیغام اس کی مخلوق کی طرف لیجانیوالا ہے ؞

شفیع۔ بھی ایک انسان کی دوسرے انسان کے پاس مختلف امور میں سفارش کرنے والا تھا۔ لیکن اب رسولؐ خدا محمد مصطفٰےؐ کا لقب ہے۔ کیونکہ آپ بارگاہ الٰہی میں ہمارے گناہوں کی شفاعت کرنے والے ہونگے +

فردوس اور بہشت۔ کا بھی یہی حال ہے۔ معمولی باغات سے جو اس دُنیائے ناپائدار کے پھلوں اور پھولوں سے لدے ہوئے کسی زمانہ میں آتش پرستی کے گرمابوں کی آبپاشی کے محتاج تھے اسلام کے روحانی اثرات نے انہیں روحانی سرور وانبساط کی جانفزا۔ اور کوثر و تسنیم کی جاں بخش آبیاری سے سرسبز و شاداب کر دیا ہے +

حج۔ صرف جانا تھا۔ لیکن اسلام کی راہ میں سعی نے اسے بیت اللہ کی زیارت کا شرف دیدیا +

شریعت۔ اصل میں گھاٹ۔ ندی کا کنارہ ہے۔ جہاں سے لوگ اور جانور آکر پانی پئیں۔ چونکہ اسلام کے فیض عام کا دریا۔ ہر قوم وملت ہر کہ ومہ کے لئے ہر وقت جاری تھا۔ اور جیسے ندی کا پانی طبیعت کو فرحت بخشنے والا۔ بلکہ زندگی کو قائم رکھنے والا ہوتا ہے۔ اسی طرح شریعت اسلامی روحانی زندگی میں تروتازگی

اور اس کے قیام و دوام کی کفیل ہونے کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہو گئی۔ نماز اور روزہ بھی اسی قبیل سے ہیں ✦

۹۔ تصدیق حقائق رحمانی وفتنہ پردازی شیطانی

آؤ ذرا چند الفاظ پر غور کریں اور دیکھیں کہ حقائق رحمانی کی کس طرح تصدیق ہوتی ہے۔ اور شیطانی فتنہ پردازیاں بھی کن کن صورتوں میں الفاظ کے اندر چھپی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اولاً ہمیں حقائق رحمانی کی تصدیق کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جہاں ہماری زبان کے الفاظ کلام ربانی کے مطابق ہیں۔ یہ الفاظ۔ اپنے حقیقی اور جائز استعمال کی وجہ سے (دوسرے الفاظ کا استعمال بیجا سمجھنا چاہیئے) ہماری توجہ میں تقدیم کا استحقاق رکھتے ہیں ✦

شدنی۔ ہمارا مطلب شاید زیادہ وضاحت سے ادا کر سکے۔ ہماری گناہگاری۔ اور عصیاں۔ اور اس پر ہمارا احساس عصیاں۔ اور پھر اس کی اٹل سزا اور ہمارا سر تسلیم۔ اس ایک لفظ میں نمایاں ہے۔ شدنی وہ مصیبت ہے۔ جو ہم پر نازل ہوئی۔ اور جو ہم جانتے تھے۔ کہ ہونی چاہیئے اور ہو گی۔ شدنی کا مفہوم شامت اعمال کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور ہم اس ایک لفظ کو منہ سے نکال کر اپنی مصیبت کی وجہ۔ اس کی کبھی نہ ٹلنے والی کیفیت۔ اس کی تکلیف کا

اظہار کرتے ہیں۔ اور سوائے تسلیم خم کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں دیکھتے۔

وفات۔ زندگی کی میعاد مقررہ کو پورا کرنا ہے۔ اور اجل بھی اسی وقت معین کا نام ہے جب حیات انسانی کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ دیکھو پورا ہونا بھی وہی ہے۔

اس میں شک نہیں ہو سکتا۔ کہ دنیا مختلف ظہورات میں قدم قدم پر انسان کو عاصی اور اپنے عصیاں کا خمیازہ اُٹھاتے ہوئے دکھا رہی ہے۔ ہم گناہ کرتے ہیں۔ اور مصیبتیں جھیلتے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ ہمارے مصائب ہمارے اپنے ہی اعمال کی کرتوت ہیں۔ ہم خدائے عز وجل کے اوامر اور نواہی کو خیال میں نہیں لاتے۔ ان پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ اور اس کا نتیجہ بھی ہمیں مل جاتا ہے۔ اور یہی مصیبت ہے۔ دنیا دار المکافات (بدلہ کا گھر) ہے۔ جو کرتے ہیں۔ وہ مل جاتا ہے۔ جو بوتے ہیں۔ وہ پا لیتے ہیں۔ اور اس پا لینے اور مل جانے کو مصیبت کہینگے۔ کیونکہ لغت میں بھی مصیبت وہی ہے۔ جو ہمیں ملی۔ یا جو ہم نے پائی۔ ہمیں پہنچ گئی۔

بعض لوگ عالمگیر وباؤں کو معصیت انسانی کا وبال یا انکی سزا تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور اگر انہیں ان کا بلا واسطہ

سبب معلوم ہو جائے تو خیال کر لیتے ہیں۔ کہ انہیں آخری اور اصلی سبب معلوم ہو گیا۔ طاعون کا نام لیتے ہی وہ اندر ہی اندر اس حقیقت کا اعتراف کر رہے ہوتے ہیں۔ جس کے انکار پر انہوں نے کمر باندھی ہے۔ طاعون کیا ہے؟ اس کی اصلیت طعن ہے۔ اور طاعون سوائے صدمہ اور زخمی کرنے والی چیز یعنی وبال کے کچھ نہیں۔ اور اس کے نام کی یہی وجہ صریح ہے۔ انسان کے اجماعی ضمیر نے جس کی حیات کبھی خطا نہیں کرتیں۔ ایسا ہی محسوس کیا۔ اور اس احساس کا اعتراف کیا۔ دُنیا کو دار المکافات کہتے ہیں اور اس سے نصیحت نہیں پکڑتے۔ کرنی سو بھرنی کے قائل ہیں۔ لیکن عمل میں اس سے غافل ٭

۱۰۔ زبان خلق نقارۂ خدا

یہاں بھی جیسا کہ اور کئی ایک معاملات میں زبان خلق نقارۂ خدا کی مثل صادق آتی ہے۔ اور اس کی صداقت حرف بحرف پوری ہونا تسلیم کرنی ہوگی۔ اگر ہم یاد رکھیں کہ یہ خلق کوئی اعلیٰ یا ادنےٰ طبقہ کی مخلوق نہیں۔ اور یہ زبان خلق کوئی بے ساختہ چلا اُٹھنا نہیں۔ بلکہ نیکو کاروں اور دانشوروں کی متفقہ شہادت۔ ان لوگوں کی شہادت جنہیں جہالت کی وحشت یا نادرست تربیت کی بد دیانتی نام کو نہیں۔

مختلف مقامات۔ اور مختلف زمانوں میں سُنائی دیتی ہے +

۱۱۔ اسکی مثالیں

ایسے اصحاب کے لئے جو اس مثل کی صداقت کے قائل ہیں۔ یہ امر عجیب نہیں کہ عوام متفقہ طور پر ایک شخص کو جو پیسہ پیسہ اکٹھا کرے۔ اور اس طرح بڑی محنت اور مشقت سے دولت جمع کرے۔ خبیس کے نام سے پُکارتے ہیں۔ اور لئیم بھی کہتے ہیں۔ اور شاید سب سے زیادہ وضاحت ہمارے بیان کی کنّاس کے نام سے ہوگی۔ جو محاورے میں ایسے شخص کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ یہاں انسانی دل کے اخلاقی پہلو نے اس عیب کی ذلیل اور کمینہ اصلیت کی طرف رجوع کیا ہے۔ اور اس طرح روپیہ جمع کرنے والے کو بتایا ہے۔ کہ اس کی ہستی کی ایک خس سے زیادہ حقیقت نہیں اسکی قدر و منزلت پائمالی میں ہے۔ جہاں کہیں ہوگا۔ بچے سے لیکر بوڑھے تک۔ امیر سے لیکر غریب تک۔ شریف سے لیکر ذلیل تک۔ اسے پاؤں میں روندینگے۔ اسے پھڑکنے کی اجازت نہیں۔ سر اُٹھانے کا حکم نہیں۔ اس کی کوئی وقعت نہیں۔ لئیم کے نام سے بھی اسے سُنا دیا گیا ہے۔ کہ وہ خوار ہے۔ اور دُنیا کی پھٹکار اُس کا حصّہ ہے۔ روپیہ جمع کرتا ہے۔ تو کرے۔

اور پھٹکار لئے جائے۔ کنّاس۔ چوہڑا ہوتا ہے۔ اور محاورہ میں لالچی اور خسیس کو بھی اسی نام سے پکارتے ہیں۔ اور یہی شوم (بدبخت) بھی ہے۔ خود زر کا ماخذ ہی سختی سے جمع کرنے پر دال ہے۔ اور اس سے زردار کی حیثیت اخلاقی پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

۱۲۔ شہادت اخلاقی حقائق کی مزید مثالیں

دوسرے الفاظ بھی بڑے اخلاقی حقائق کے شاہد ہیں۔ دیانت (دین) ایک فرض ہے۔ جس کی ادائگی ہمارے ذمہ دوسروں کے فایدہ کے لئے ہے۔ اگر اس کی ادائگی میں کچھ بھی کوتاہی ہوئی۔ تو ہم دوسرونکے دین دار ہونگے۔ اور جب تک یہ کوتاہی دُور نہ ہو۔ جب تک کُلّی طور پر ہم اس فرض کی ادائگی میں کامیاب نہ ہونگے۔ ہماری ذمہ واری جاری رہیگی۔ ہمارا بوجھ ہلکا نہ ہوگا۔

شرارت کو شراروں سے جو نسبت ہے۔ اس کی چلبلی طبیعت کے ساتھ ساتھ ہی اس کے اندر ہی اندر جلنے کی گواہی خود لفظ میں ہی موجود ہے۔

سلامت روی۔ اس امر کی متقاضی ہے۔ کہ لوگوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں ہماری اخلاقی حیثیت میں کوئی نقص نہ ہو۔

ہر پہلو سے یہ بے عیب ہو۔ اس میں کوئی رخنہ نہ نکال سکے۔

۱۳۔ الفاظ انسانی دل کی کمزوریاں دکھاتے ہیں

اکثر الفاظ کی اصلیت انسانی دل کی کمزوریاں من وعن دکھا دیتی ہے۔ اور اگر ذرا بھی انکی طرف توجہ کریں۔ تو گناہ اور امتحان کی فریب اندوز ترغیبوں سے محفوظ رہینگے۔ مثلاً ہم میں سے ہر ایک نے دوسروں کو خوش کرنے کے لئے ان کی ہاں میں ہاں ملانے کی کوشش کی ہے۔ اور کبھی اس امر کا لحاظ نہیں کیا۔ کہ ہماری اپنی آزادانہ رائے کو اس میں فی الحقیقت اتفاق نہ تھا۔ اس طریق عمل کو ناپسندیدگی کی ٹکسال نے۔ خوشامد کا لقب دیا۔ خوش آمد کا لفظ کھلے بندوں بتا رہا ہے۔ کہ ہماری اپنی رائے کچھ نہیں۔ اور جو کچھ کہا جا رہا ہے حقیقت میں تو ٹھیک نہیں۔ البتہ مخاطب کے خوش کرنے کے لئے تاکہ اسے خوش آئے۔ کہا گیا ہے۔ ہندی میں اس کے لئے ست بچنی کا لفظ حقارت کا پہلو زیادہ لئے ہوئے ہے۔ انسان کے دل کی کمزوری ایک اور دلچسپ پہلو میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ مصیبت کو اچھے نام سے یاد کرکے اس کے رنج کے احساس۔ اور برے نتائج سے محفوظ رہنے کی کوشش کرتا ہے۔

اور یقین کرتا ہے کہ اس کی یہ کوشش بار در ہوگی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایک حدتک دل کو مضبوط رکھنے میں یہ کوشش کامیاب بھی ہوتی ہے۔ سانپ کا ڈسا ہوا۔ سلیم اور اندھا۔ بصیر کہلاتے ہیں۔ اور قافلہ (سفر سے واپس آنیوالا) بھی ایسے ہی تفاؤل کی مثال ہے۔ اسی قبیل کی ایک اور مثال قابل التفات ہے۔ عید کی اصلیت میں بھی بار بار آنیکی خواہش مرکوز ہے اور انسان کے دل کی کمزوری ایسے دن کے بارہا دیکھنے کی خواہش میں اس دن کو عید کے نام سے یاد کرکے اپنی اس خواہش کو پورا ہوتے دیکھنے کی امید رکھتی ہے۔

نیکوکاری اور بزرگی جس سے ہماری ذلیل اور پُر معصیت زندگی شب و روز مرعوب رہتی ہے۔ طبعاً ہماری نکتہ چینی کی آماجگاہ ہوتی ہے۔ اس نکتہ چینی کے فطرتی تقاضے کو دبانے اور روکنے کے لئے زبان میں کسی لفظ کا ہونا جو ایسی نکتہ چینی کی حقیقت ظاہر کرے اور نکتہ چینی کے لئے خوش آیند نہ ہو۔ ایک بیش بہا دولت ہے۔

خدائی فوجدار۔ سوسائٹی میں خود ساختہ محتسب ہے اور "تو کون میں خواہ مخواہ" کے لباس میں اِدھر اُدھر مارا مارا پھرتا

ہے ٭

۱۴۔ الفاظ اور حقیقت حال

عیش۔ ابتدائی معنوں میں۔ اور بالخصوص عربی میں جہاں سے یہ آیا ہے۔ زندگی بسر کرنے کا نام ہے۔ اور زندگی بسر کرنے کے لئے ہمارا رویہ۔ ہمارے اعمال۔ اصول اور ضابطہ کے پابند ہیں۔ جن کی خلاف ورزی سے زندگی حرام! اور جان جوکھوں میں پڑ جاتی ہے۔ جو لوگ ان پابندیوں کو بالائے طاق رکھ کر بے سوچے سمجھے۔ دو اودو عمر گذارتے ہیں۔ اور اس تیز روی کی زندگی کو عیش سمجھتے ہیں۔ ان پر جلد اس کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ اب آہستہ آہستہ ایسی بدمعاشی کی زندگی کو عیاشی اور اس طرح رہنے والے کو عیاش کہنے لگے ہیں۔ اور یہ صیغہ مزاولت اور تکرار پر دال ہے۔ اور اردو میں آ کر یہ انہی معنوں کے لئے مخصوص ہو گیا ہے ٭

بدمعاشی کے لئے ایک اور لفظ سیاہ کاری بھی قابل توجہ ہے جو خدا اور خلقت کی نظروں میں اس کی اصلیت کا نقشہ بڑے جلی حروف میں دکھا رہا ہے ٭

ذرا غور سے لفظ غصہ ملاحظہ کرو۔ غصہ والا آدمی بڑا زبردست سمجھا جاتا ہے۔ لیکن یہ لفظ ہمیں کچھ اور ہی بتلاتا ہے۔ اس کی

اصلیت" اندوہ گلوگیر و آنچہ در پہنائے گلو در ماند" سے عیاں ہے۔ غصّہ والے کی نسبت ہمارا زبردستی کا خیال غلط محض ہے۔ وہ بیچارہ تو خود مجبور ہے۔ وہ تو ایک گلا گھونٹ دینے والے کے پنجہ میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس میں ذرا بھی عقل ہے۔ تو اسے سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ اُس پر اس حالت کے بار بار حاوی ہونے سے اس کی جان کی خیر نہیں ❊

طیش بھی تیر کے نشانہ سے خطا ہونے کو کہتے ہیں۔ اور اصلیت میں یہ کم عقلی کی دیل ہے ❊

منت بار ہے۔ اور جب ہم اپنے آپ کو کسی کا ممنون ظاہر کرتے ہیں۔ تو ہم اس کی منت کا بار محسوس کر رہے ہوتے ہیں اور اس میں ایک اخلاقی صداقت بھی مضمر ہے۔ کہ اس بار کا اوتارنا۔ اس سے سبکدوش ہونا ہم پر لازم ہے۔ اور اسطرح ہم کم سے کم محسن کی شکر گذاری کے ذمّہ وار ہیں۔ ممنون۔ مشکور ہے۔ اور ممنونیت۔ شکر گذاری ❊

خود لفظ انسانیت بھی تو سائٹی کے باہمی میل ملاپ میں اصلیت پر عمل پیرا ہونے کا متقاضی ہے ❊

عصمت کی اہمیت اس کی اصلیت میں نمایاں ہے۔

کسی عورت کی عصمت اس کے سب سے بیش بہا مقبوضات میں سے ہے۔ اور اس لئے اس کا فرض عین ہے۔ کہ وہ اسکے محفوظ رکھنے میں ہردم اور ہروقت خبردار رہے۔ عصمت قابو میں رکھنا۔ محفوظ رکھنا۔ اپنی ذات کو۔ عورت کی ذات کو قابو میں رکھنا۔ محفوظ رکھنا۔ مذہب اور سوسائٹی کے ضابطہ کی پابندیوں سے قابو میں رکھنا۔ اپنی روحانی اور اخلاقی۔ دینی اور دنیوی ہستی کو قائم اور محفوظ رکھنا ہے۔ اگر کسی وقت اس میں غفلت ہوئی۔ کسی پھندے۔ اللچ۔ جذبہ۔ یا کمزوری نے لغزش پیدا کی۔ پاؤں پھسلا۔ قابو نہ رہا۔ اور حفاظت میں خلل آیا۔ تو قعر مذلت کے سوا اور کوئی ٹھکانا نہیں۔ رسوائی اور خواری کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ؎

۱۵۔ الفاظ میں اخلاقی تنزل کا اظہار

ہم نے ابھی ذکر کیا تھا۔ کہ ایسے الفاظ بھی ہیں۔ جو اخلاقی تنزل ظاہر کرتے ہیں۔ موجودہ معنوں میں ان کے استعمال کرنے والوں کا نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کا جنہوں نے آہستہ آہستہ انہیں گمراہی کے راستہ پر لگایا۔ اور آخر میں سیدھی راہ سے بالکل دُور جا پھینکا۔

شیخ مسلمانوں میں ایک عزت اور وقار کا لفظ ہے۔ شیخ

تا حال عربی میں بزرگ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور ہمارے ہاں بھی اگرچہ شاعروں کے ہاتھوں۔ یقیناً شعروں میں اس کی خوب گت بنائی گئی ہے۔ سوسائٹی کے مدارج میں اعلیٰ رتبہ پر جاگزین ہے۔ لیکن شیخی اور مشیخت۔ یہی شیخ کی نسبت سے شیخ ہونا یا ظاہر کرنا۔ کوئی قابل تعریف یا عزت امر نہیں رہا۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ سوسائٹی میں بزرگوں کا وتیرہ۔ خوردوں میں ان کی عزت و توقیر۔ انحطاط کی راہ پہ ٹھوکریں کھاتے ہوئے اس صورت واقعات کا باعث ہوئے ہیں۔ آزادی اور خود پسندی کا دور دورہ کس طرح گوارا کر سکتا تھا۔ کہ کوئی بزرگ۔ اپنی بزرگی ظاہر کرے۔ کوئی بڑا اپنی بڑائی پیش کرے۔ نیا دور پرانی حلقہ بندی کو کس طرح عزت کی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے۔ آزادہ سری اور آزادہ روی نے پرانے امتیازات کی تذلیل میں شیخی اور مشیخت پر تحقیر کی مہر لگا دی ہے ؏

ہاں یہ بھی تو دیکھنا ہے۔ کہ سادہ میں حقارت کیوں ہو۔ اور سادہ لوح میں بھی اس سے بڑھ کر حقارت کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ سادہ صراحتاً فریب۔ دغا۔ اور پیچیدگیوں سے معرا ہے۔ اور اس سے زیادہ اور کیا بات قابل قدر وقعت

ہو سکتی ہے۔ کہ اس میں کوئی ملمع۔ اور ٹیپ ٹاپ نہیں۔ لیکن یہ ہماری دنیا بھی عجیب ہے۔ یہاں تو کوئی آدمی سادہ رہکر دوسروں کی دستبرد سے نہیں بچ سکتا۔ اگر ہمیں دھوکا دینے اور دھوکا کھانے میں سے ایک طریق کو پسند کرنے پر مجبور کیا جائے۔ تو اکثر اوّل الذکر طریق کو اختیار کرنا چاہینگے۔ اور اس طرح دُنیا کی رفتار یُوں پڑی ہے۔ کہ سادگی جو صداقت اور راستی کی حکومت میں اعلیٰ ترین عزّت و وقار کا رُتبہ پاتی۔ ہماری اس دنیاء دوں میں حقارت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے ٭

ایسے الفاظ جنکے معنوں میں کبھی خوبی پائی جاتی تھی۔ اور اب اس میں حقارت کی آمیزش ہو گئی ہے۔ انہی مثالوں پر جو ہمنے اوپر بیان کی ہیں محدود نہیں منطقی اور حجت بھی اُردو میں اسی تنزل کی راہ پر جا رہے ہیں ٭

۱۶۔ برکاتِ الٰہی اتفاق اور طالع سے منسوب کیجاتی ہیں

ہم سب اللہ کے انعامات اور برکتوں کو محض اتفاق یا طالع کی طرف منسوب کرنے کے عادی ہیں۔ اور اس طرح طالع کی ارادتاً اور عظمت دل میں قائم رکھتے ہیں۔ جو کسی وجہ سے بھی اللہ جلشانہٗ منبع

جملہ حسنات و برکات کے نیک بندوں کے شایاں شان نہیں۔ طالعمند۔ نیک اختری۔ اس ضمن کی مثالیں ہیں۔ اور دونو صراحتاً انسانی زندگی پر ستاروں کے اثرات کی قائل ہیں البتہ قسمت اور بخت میں خدائی اختیار کو فراموش نہیں کیا گیا +

۱۷۔ انسان کی ناانصافی

ایسے الفاظ بھی ہیں۔ جو ناانصافی پر دال ہیں۔ یا جن سے انسان کا اپنے فرائض کو غلط اور ناکافی اندازہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ یہ اندازہ مدت مدید سے کیا گیا ہو۔ اور اب ایسے الفاظ کے استعمال کرنے والے محض تتبع ہی کر رہے ہوں۔ اور خود ان کے موجد نہ ہوں۔

گھوڑے۔ بیل۔ راس سے۔ ہاتھی زنجیر سے۔ اور اونٹ۔ مہار سے یا دکئے جاتے ہیں۔ ان کے نام لینے میں بھی انکی محکومیت کی حیثیت۔ ان کی قید اور اپنا انسانی اقتدار فراموش نہیں کیا گیا +

۱۸۔ عزت کے نام ذلیل اور خوار چیزوں کو دیئے جاتے ہیں

ایک اور طریق بھی ہے جس سے الفاظ کی بداخلاقی نمودار ہوتی ہے۔ اور جس میں وہ حد درجہ کے باعث نقصان ہوتے ہیں۔ ہماری مراد اس طریق سے ہے۔ جب عزت کے نام ذلیل اور خوار

چیزوں کو دیئے جاتے ہیں۔ جب گناہ کو ایک قسم کا مقبولیت (اور اسطرح) کا تمغہ مل جاتا ہے تو خوبیٔ لباس سے اسے مزیّن کر دیا جاتا ہے۔ اور اگر اتنا نہیں۔ تو کم از کم وہ اپنی جبلّی بدعنوانی کو چھُپانے کے قابل تو ضرور ہو جاتا ہے۔ زبان ستمگاریوں اور سیاہ کاریوں کا وسیع جولانگاہ ہے۔ یا یُوں کہو۔ اور شاید اس سے ہمارا مطلب زیادہ واضح ہو۔ ستمگاریوں اور سیاہ کاریوں کی زینت و زیور ہے۔ جو انہیں خوبصورت اور دلکش بنا دیتی ہے ؞

۱۹۔ بڑی چیز کا بُرا ہی نام ہونا چاہیئے

کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر بد اوضاع چیزوں کو بد اوضاع نام ہی دیئے جاتے۔ نام جو اخلاقی نفرت اور ملامت ظاہر کرتے۔ خواہ کچھ نا ملائم ہی ہوتے۔ ایسے نام نہیں ہونے چاہئیں جو دوامی اخلاقی اصولوں کو بے وقری اور بے اعتنائی سے دیکھیں معصیت کو اچھے پیرائے میں دکھائیں۔ اور خدائی حدود راستی اور ناراستی میں ہیر پھیر کریں۔ اور اسطرح ان ناموں کے استعمال کرنے والوں کو اس قابل سرزنش جماعت میں شمار کئے جانے کے سزاوار بنا دیں۔ جو بدی کو نیکی اور نیکی کو بدی کے نام سے پُکارتے ہیں۔ جو تاریکی کو روشنی کی جگہ اور روشنی کو تاریکی کی جگہ۔ کڑوے کو میٹھے کی جگہ اور میٹھے کو

کڑوے کی جگہ رکھتے ہیں۔ الفاظ کی یہ چیرہ دستی اور فریب کس قدر افسوسناک اور خوفناک ہے۔ جو لوگوں کو بخوشی یا بجبر لا رہا ہے۔ ان کے اردگرد ایک ہوا ہے۔ جو برابر پھیل رہی ہے۔ زندگی یا موت کی ہوا۔ جو ہم ہر ایک اخلاقی دم میں اندر کھینچ رہے ہیں۔ روح پرور ہوائیں۔ جیسا کہ انہیں کہا گیا ہے۔ روح کے بادبانوں میں بھر جاتی ہیں۔ اور ہمیشہ اسے آگے کو لیجا رہی ہیں۔ بہشت میں یا دوزخ میں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

۲۰۔ ناموں میں بدی کی پردہ پوشی

کسی بدی یا معصیت کا اندازہ کرنے میں کسقدر تفاوت ہوگا۔ اگر اسے ایسے الفاظ سے یاد کریں یا دوسروں کو پکارتا سنیں۔ جو اس کی مکروہیت اور بدوضعی کا اظہار کر رہے ہوں۔ یا ایسے الفاظ سے جو اس کی صفات بالا کے تصور کو کم اور ان کی پردہ پوشی کرتے ہوں۔ اور یہ سب کچھ اسلئے کہ لوگ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ بدی سے نہیں شرماتے۔ جیسا کہ بدی کے نام سے۔

قمار خانہ یا قید خانہ کو جو انسانی غلط کاریوں کی سب سے بڑی جولانگاہ ہیں۔ اسی قبیل سے پنڈت خانے کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

کسی کو مخمور کہنے کی بجائے ہم اس کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جو اس حالت پر ہر ایک قسم کا پردہ ڈالنے کی کوشش ظاہر کرتے ہیں۔ مثلاً متوالا۔ سرخوش۔ چڑھی ہوئی۔ اور سوار اور زیادہ سے زیادہ پی ہوئی بھی کہدینگے۔ شراب کو دخت رز یا دختر آفتاب کہنا اس پردہ پوشی وشوخ چشمی کی دلیل ہے۔

۱۲۔ وعید آلہی سے تمسخر

اچھے لفظ بری چیزوں کے لئے عام ہیں۔ اور سب سے بُرے الفاظ وہ ہیں۔ جو وعید آلہی کی باڑھ کو تمسخر سے کند کرنے کے درپے ہیں۔ مثلاً ایک زمانے میں فرانس والوں نے جب ایک مجہول الکیفیت زہر کے ذریعے سے کسی ترکہ کے وارث کو جو زہر دینے والے اور حصول ترکہ کے درمیان حائل ہوتا تھا۔ بیچ میں سے اُٹھا دینے میں جدت طرازی کی۔ تو اُس زہر کا نام "سفوف التوریث" رکھا۔ ہم شاید یہ خیال کرلیں۔ کہ بدی اور معصیت کی ایسی پردہ پوشی مصنوعی تہذیب کی ہمراہی میں ہی ملیگی۔ لیکن حقیقت حال یہ نہیں۔ کپتان ارسکین جو جزائر فجی میں انگریزی قبضہ سے پہلے گئے تھے۔ وہاں کے باشندوں کی مردم خواری کی عادت کی عجیب غریب تفصیل دیتے ہیں۔ سُور اور انسان کا گوشت ان کی خوراک تھی۔

سؤر کو وہ چھوٹا سؤرا اور انسان کو لمبا یا بڑا سور کہتے تھے۔ بلاشبہ اس قبیح اور مذموم عادت کو اس طرح مذاق میں اُڑا دینے کی کوشش تو کی گئی تھی۔ لیکن یہ لوگ اس فعل شنیع کو خوب سمجھتے تھے۔ اور ان کا ضمیر انہیں اس پر ملامت کرتا تھا۔ کیونکہ جہاں تک ان سے ہو سکتا تھا۔ وہ اس فعل اور اس کے نشانات یا سراغوں کو فرنگیوں سے چھپانے کی ہر وقت کوشش کرتے تھے۔

ایشیا والوں کی شوخی اور شرارت پسند گمراہی شیشۂ شراب کے ڈاٹ کو ریش قاضی کے نام سے پکارتی ہے اور خدا سے نہیں ڈرتی۔

پائے ترسا (پیالہ شراب) اس دیدہ دلیری اور شوخ چشمی کی ایک اور مثال ہے۔

۴۲۔ الفاظ معصیت پر جذبات کا پردہ ڈالتے ہیں

لیکن سب سے بُرے وہ الفاظ ہیں۔ جو کسی بدی یا معصیت پر جذبات کا پردہ ڈالتے ہیں۔ ولد الزنا کو ثالث بالخیر یا پنچائتی کہنا کس قدر خرابی اور عصیاں پروری کا باعث ہے۔ سوسائٹی کی اخلاقی حیثیت کو متزلزل کرنے اور کئی ایک جوان عورتوں کی کمزوری کو سہارا دینے میں یہ پردہ پوشی ناگفتہ بہ مدد کرنے کا پہلو

رکھتی ہے۔ ہر ایک زبان کی ایسی بداخلاقی کو ہمیں روکنا چاہئیے۔ اور ہمیں زور سے مخالفت کرنی چاہئیے۔ سچ ہے کہ یہ مخالفت کوئی ایسا آسان اور خوش کن کام نہیں۔ کیونکہ بہت سے لوگوں کو گناہ کے ارتکاب میں اس گناہ کو بُرے نام سے پُکارا جانا سخت ناگوار ہوگا۔ صبح خیر مے کا لفظ بھی اسی قبیل سے ہے۔ صبح سویرے اُٹھ کر سوتوں کو لوٹنے کی بدعنوانی کے واسطے یہ نام ایجاد کرنا غضب کی دیدہ دلیری ہے رشوت کو۔ نذر۔ ڈالی۔ اور بخشیش سے یاد کرنا بھی اسی طرح کی کوشش ہے۔ اور اس سے ہاتھ گرمانا بھی اسی تگ و دو کا نتیجہ ہے۔

۲۳۔ اسماء کی شوخ چشمی اور ہماری دھندلی نظر

روزانہ استعمال اور دستور ایسے معاملات میں ہماری آنکھیں دھندلی کر دیتا ہے۔ ورنہ اسماء کی اس دھوکا بازی اور شوخ چشمی کی ایک بڑی آشنا مثال ہے جس کی اصلیت ہمیں ایسی نہیں کھٹکتی۔ ہم انگشت بدنداں اور متحیر ہو جاتے۔ خمر کو شراب کہنا خیرگی نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ شراب تو پینے کی چیز ہے۔ ایسی کُل چیزیں۔ جو پینے کی ہیں۔ جن پر ہماری زندگی کا مدار۔ ہمارا آرام و آسائش منحصر ہے۔ سب سے اوّل درجہ پر تو خود پانی ہے۔ جس کے

بغیر ہمارا زندہ رہنا ممکن نہیں۔ اور اس سے بھی بڑھ کر ہماری روحانی زندگی کی آبیاری کے لئے بھی شرابِ طہور کا ہمیں وعدہ ہے۔ لیکن زبان کی ستم شعاری اور عصیاں پروری نے پینے کی چیزوں میں سے مے کو منتخب کر کے اسے خاص الخاص شراب یا پینے کی چیز کے نام سے مفتخر کر دیا۔ آہستہ آہستہ یہ لفظ اُردو میں آکر زیادہ رائج ہو گیا۔ حضرت انسان کی گناہگار طبیعت نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ اسے آبِ طرب اور آبِ حیات کے مقدس نام سے پکارنے سے بھی پرہیز نہیں کیا ۔

انسان کی اس ذہنی بدکاری سے اس کے روحانی ارتقا اور علو مرتبت کی نسبت ہماری مایوسی بے انتہا ہوتی۔ اگر اس کے ساتھ ساتھ ہی ہم الفاظ میں اس کی نیک نفسی اور خداترسی کی دلیلیں نہ پاتے۔ اس مے کو بادہ اور خمر کے نام سے یاد کرنا اہلِ زبان کی فطانتِ طبع اور حقائق شناسی کا ثبوت ہے۔ بادہ۔ باد یعنی ہوا سے مشتق ہے۔ اور ہوا پر اس کی بنیاد ہے۔ شراب پی۔ اور سر میں ہوا بھر گئی اور بس۔ خمر ڈھانپنے سے یعنی عقل کو ڈھانپ لینے والی چیز ہے۔ اندر گئی اور عقل گم۔ آبِ آتشیں اور آتشِ تر بھی حقیقتِ حال پر روشنی ڈالنے والے الفاظ ہیں ۔

۴۴۔ الفاظ اخلاقی عنصر پھیلاتے ہیں

اگر اس امر کی زیادہ شہادت درکار ہو۔ کہ الفاظ اخلاقی عنصر کے پھیلانے میں کس قدر ممد ومعاون ہیں۔ تو ہم تمہاری توجہ متخاصمین کے طریق عمل کی طرف دلائینگے۔ یہ ضروری نہیں۔ کہ متخاصمین مذہبی مباحثات کے ہی فریق ہوں اور وہ مباحثات خواہ زبانی ہوں خواہ تحریری۔ توپ و تفنگ شمشیر وسناں سے لڑنے والے فریق بھی ہمارے اس بیان میں شامل ہیں۔ پہلی بات جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ یہ ہے۔ کہ اپنے لئے ایک موقر ومستحسن نام تجویز کرتے ہیں۔ نام جو حتی الامکان امر متنازعہ فیہ کا استصوابی پہلو لئے ہوتا ہے۔ اور معاً اپنے مخالفین کو ایسے نام کا مورد قرار دیتے ہیں۔ جو انہیں ہنسی حقارت اور نفرت کا مستوجب ٹھہراتا ہے۔ ان کا اندرون دل۔ جس کی کیفیتوں سے وہ خود بھی قریب نا آشنا ہوتے ہیں۔ ان کے کان میں پھونک دیتا ہے۔ کہ اس کا اثر دور تک جائیگا۔ عوام جو ادھر اُدھر کی دلائل کا موازنہ کرنے کی مطلقاً قابلیت نہیں رکھتے۔ وہ اثرات جو یہ الفاظ برابر غیر محسوس طریق پر پھیلا رہے ہیں۔ قبول کر لینگے۔ متخاصمین استدلال سے شاید چند اشخاص کو قائل کریں لیکن اس میں کلام نہیں ہو سکتا کہ ان القاب سے وہ کثیر التعداد

گروہ کے جذبات و تعصبات کو۔ جو شروع شروع میں زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ اپنی طرفداری کے رشتہ میں منسلک کر لیتے ہیں۔ اہل سُنت والجماعت اور اہل حدیث کے باہمی مباحثات میں فریق اوّل اپنے مخالفین کو وہابی کہتا تھا۔ اور فریق ثانی اپنے آپ کو اہل حدیث اور موحد بیان کرتا تھا۔ مرزائی اور احمدی بھی اس اصول کے تحت میں ہیں اور عیسائیوں کا مسلمانوں کو محمدی کہنا بھی اس خواہش کا نتیجہ ہے۔

۲۵۔ زبان قوم کا مقیاس الاخلاق ہے

یہ دیکھ کر۔ کہ زبان میں انسانی دل و دماغ کے نیک و بد گذشتہ کارنامے حرف بحرف محفوظ ہیں۔ اگر ہم زبان کو کسی قوم کی زندگی کے اوتار چڑھاؤ کا مستقل اخلاقی مقیاس الحرارت قرار دیں۔ تو غلطی پر نہ ہونگے۔ قوم کی زبان کا مطالعہ خود اس قوم کا مطالعہ ہے۔ اور مطالعہ بھی نزدیک ترین اور مناسب حال مواقع سے جہاں وہ عموماً اپنا بہروپ چھوڑ دیتی ہے۔ اور جہاں تک ممکن ہے۔ اپنے اصل رنگ روپ میں نمودار ہوتی ہے۔ زبان کو موجودہ شکل دینے میں بے تعداد لوگوں نے دستکاری کی ہے۔ ساری قوم کی مجموعی طاقت اس کے بنانے میں صرف ہوئی ہے۔ جملہ افراد قوم کی متفقہ

سعی نے یہ نتیجہ پیدا کیا ہے۔ اور یہ کبھی نہ بدلنے والے قواعد و آئین کی پابند ہے۔ اور اسلئے اس میں کسی قسم کی سست اندازی۔ اور تغیر و تبدل سے حقائق کے سوا کچھ اور۔۔۔۔ نکلوانا کبھی ممکن نہیں ہوسکتا۔

۲۶۔ قوم کی سبکسری

کسی قوم یا زمانہ کی سبکسری۔ متانت یا ثقاہت سے گرا ہونا۔ اس کا خود اپنی ذات سے تمسخر۔ زندگی کے حقیقی مقصد اور شان کے ادراک میں اس کی ناقابلیت۔ بدی اور عصیاں کے خلاف اس کی اخلاقی ناراضگی کی کمزوری۔ سنجیدہ اور صداقت بھرے الفاظ میں نسبتاً فضول یا طرز معنوں کے ذریعے بول رہی ہو گی۔

اسلامی دنیا میں صلواۃ کا تقدس اور احترام مسلّمہ ہے۔ اور ایک مسلماں کی زباں پر اس کی عظمت و شان روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ لیکن قوم کی سبکسری۔ خفتِ عقل۔ اور ضعف ایمان کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔ کہ اس قابل تحریم و مقدس لفظ کو جمع کی صورت میں ایک ذلیل حرکتِ انسانی کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ کہاں صلواۃ۔ اور کہاں صلواتیں۔ اور ہم ہیں۔ کہ اس کا احساس نہیں۔ بے روک ٹوک بغیر کسی

ملال قلبی یا ظاہری کے بھی دن رات ان معنوں میں لفظ کو استعمال کرتے ہیں۔ اور اپنی اس ذلت کو۔ اس اخلاقی اور مذہبی کمزوری اور تنزل کو لمحہ بھر کے لئے محسوس نہیں کرتے ۔

جہنمہ۔ (جہنم) جو حضرت مسیح کی زبان پر دوزخ کا مفہوم بیان کرتا ہے۔ عیسائی فرانس میں تھوڑی سی تبدیلی کی شکل میں خفیف تکلیف یا چھیڑ سے زیادہ نہیں بیان کرتا۔

قوم کی بیکسری کی ایک اور بین مثال فطرتی ہے۔

فطرتی خود ذات انسانی سے تمسخر کا کفیل ہو رہا ہے۔ اور قوم کے انحطاط اخلاقی کا ثبوت دے رہا ہے۔ فطرتی کے معنے اُردو میں شریر کے ہیں اور اصلیت دیکھو تو قدرتی ہے۔ گویا شرارت خاصہ اور طبیعت انسانی ہے ۔

۷۴۔ افضل ترین اسرار روحانی کا واسطہ دنیا کی ادنے چیزوں کے ساتھ نہیں ہونا چاہیئے۔

یہ بھی مناسب نہیں۔ کہ الفاظ جو روحانی زندگی کے افضل ترین اسرار کے لئے مخصوص ہونے چاہئیں۔ ادنے دُنیاوی چیزوں کے ساتھ بیجا طور پر رائج کردیئے جاویں۔ حضرت موسیٰؑ کو کوہ طور پر سے جلوہ الٰہی کی لن ترانی کا خطاب اس سے کہیں ارفع و اعلےٰ ہے۔ کہ ہماری زندگی کے

مبتذل راہوں میں ہر کس و ناکس کی لن ترانیوں کی ذلیل نسبت سے گھسیٹا جائے۔ کعبتین۔ دو نوکعبے۔ مکہ اور بیت المقدس ہیں اور ہماری بدمذاقی دیکھو کہ قمار بازی سی ذلیل کھیل کے ساتھ کعبتین کو ٹانک دیا ہے۔ یہاں ہی خاتمہ نہیں۔ جوا کھیلنے میں معاملہ کی صفائی کو ہم پاکبازی کہتے ہیں۔ اور غضب کرتے ہیں ÷

۲۸۔ اخلاقی گمراہی کھیل اور مذاق میں استعمال نہ ہو

الفاظ جو اخلاقی گمراہی پر دال تھے اب کھیل اور مذاق کے متعلق استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور ایمان کی کمی کو حرفت۔ بے ایمانی یا بد دیانتی کی صورت میں قمارخانہ کی بدمعاملگی اور تمسخر کی چالبازی سے جانچا جاتا ہے ÷

۲۹۔ لفظ واحد قومی حالات کا نمونہ

بسا اوقات کسی قوم کے ایک خاص لفظ واحد کے استعمال کرنے سے ان کی واقعی حالت۔ انکے خیالات وحسیات کی رو کا زیادہ صحیح پتہ لگ سکتا ہے۔ جو کتابیں اس غرض سے تالیف کی ہوئی بھی نہ دیسکیتیں ÷

لفظ اسلام میں اسلامیوں کی خدا پرستی ان کی اللہ میاں کی رضا جوئی۔ ان کے دین وایمان کے اصول خیالات وحسیات مرکوز ہیں یہی ایک لفظ ہے جو اسلامی زندگی۔ اسلامی عقائد۔ اور اسلامی جذبات کا آئینہ ہے۔ گوسوامی اور گوسائیں۔ اہل ہنود میں گئو یا گائے کی

احترام کو ان کی ملکیت کی عزت کے اظہار میں جتا رہے ہیں۔ اور نروان بدھ مذہب والوں کے اصل اصول کا شاہد ہے۔

۴۰۔ ایک لفظ کا جانا اور اُس کی جگہ دوسرے لفظ کا آنا

بعض اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ ایک لفظ کے متروک یا غیر مستعمل ہو جاتے اور اس کی جگہ کوئی اور نام استعمال میں آجانے سے کیا کیا نتائج مترتب ہو سکتے ہیں۔

قوم سکھاں کی تاریخ میں سکھ سے سنگھ کے نام پر تبدیلی کا اثر اور نتائج پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ نام کی تبدیلی نے تاریخ قومی میں اہم نتائج پیدا کئے ہیں۔

۴۱۔ ایک لفظ کا دوسری قوم سے لینا اصولی اختلافات اور قومی خصوصیات کا مظہر

جب ایک قوم دوسری قوم سے کوئی لفظ لیکر اس کے معنوں میں تبدیلی پیدا کر دیتی ہے۔ اور اس میں ایک طاقت پیدا کر دیتی ہے۔ جو اس میں پہلے نہ تھی۔ اور جس سے اس کے معنوں میں افراط تفریط یا تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ تو یہ سب مراتب دیگر امور سے بدرجہا بہتر طور پہ دونوں قوموں کے اصولی اختلافات اور قومی خصوصیات کو ظاہر کرتے ہیں۔ پُرانی فارسی میں دیو۔ یہی سنسکرت والا دیو۔ دیوتا ہی ہے لیکن مسلمانوں کی زبان پہ فارسی

اور اُردو نے دیو کے معنوں میں قوموں کے اصولی اختلافات کا جلوہ دکھایا ہے ❖

۳۲- مذہبی رسوم اور انکے کارپردازوں کی بے حرمتی

اس سے بھی بدتر یہ امر ہے۔ کہ مذہبی رسوم اور مذہبی کارپردازلوگوں کی نظروں سے گرجائیں۔ اور ان کے ناموں میں تحقیر کی آمیزش ہوجائے۔ مولوی۔ اسلامیوں میں قابل تحریم شخص ہے۔ اور اسی طرح مولانا (ہمارا آقا) مُلّا بھی۔ لیکن زمانہ کی ناہنجاری نے۔ ملانا اور کٹ مُلّا۔ کی صورت تو نہیں اسے حقیر وذلیل کردیا ہے۔ محتسب اور شیخ پر جو پھبتیاں اُڑتی ہیں۔ ان کا تو ذکر ہی کیا۔ قل اعوذیوں کی گت اور ان کا اس طرح تمسخر اُڑانا سخت قابل افسوس ہے ❖

۳۳- الفاظ جو اپنے ہاں نہ تھے۔ اور دیگر اقوام سے لئے گئے

ان الفاظ پر غور کرنے سے ہمارے علم میں بڑا اضافہ ہوگا۔ جو قوموں کو دوسری قوموں سے لینے پڑے ہیں۔ جو انکے اپنے ہاں نہ تھے۔ اور جن کی اس قوم میں عدم موجودگی اس بات کی شاہد ہے۔ کہ خود موسوم شے بھی لفظ کی طرح دوسری قوم سے ہی آئی ہے۔

کلب بمقابلہ دوسری یوروپین قوموں کے انگلستان کی تمدّنی اور سیاسی زندگی کی ممتاز خصوصیت ہے۔ لفظ کلب یہیں کا

آوردہ اور پروردہ ہے۔ دوسرے ملکوں نے ایسا لفظ پیدا نہیں کیا۔ اور اسواسطے ہر ایک نے یہ لفظ وہیں سے لیا ہے۔ انگلستان کا کلب کا مرز و بوم ہونا۔ ایسے تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ ایسی رادی انجمنیں ایسے معاشرتی اور سیاسی مقاصد کی اشاعت اور ترقی کے لئے جو اراکین کے دل کی لؤہ لگاتے ہوں انگلستان کی خوشگوار آب و ہوا میں ہی قائم اور سرسبز ہو سکتی ہیں۔ کسی ملک میں بھی جہاں حد درجے کی ذاتی اور انفرادی آزادی نہیں۔ ان کا قیام ناممکن ہے۔ اور اسی طرح ان ممالک میں بھی جہاں لوگ اس آزادی کو اعتدال۔ حزم اور احتیاط سے برتنا نہیں جانتے۔ ایسی انجمنوں کا دیر تک رہنا ممکنات سے باہر ہے۔ لفظ کو لے لینا تو سہل ہے لیکن انگلستان کے سوا اور سب ممالک میں کلب کا ناکامیاب رہنا ظاہر کرتا ہے کہ غیر وطن میں اسے قائم کرنا۔ اور اگر قائم ہو بھی جاوے۔ تو اسے وہاں کی آب و ہوا موافق آنا سہل نہیں ؛

۴۳۔ زبان میں لفظ کی عدم موجودگی کا اثر

زبان میں کسی لفظ کی موجودگی سے اسکی عدم موجودگی بھی کا ہے کم دلچسپ نہیں۔ الفاظ جو ایک قوم کے مقبوضات ہیں۔ اور دوسری اقوام کے

مقبوضات میں ان کے مقابل الفاظ نہیں۔ اور انہیں سوائے اس کے کوئی اور چارہ نہیں۔ کہ وہی الفاظ مانگ لیں یا انکے بغیر گذارہ کریں۔ کس قدر سبق آموز ہیں +

وحی۔ الہام۔ شہادت۔ قربانی۔ ہندمیں اسلامی تلقین کی یادگاریں ہیں۔ اہل ہند۔ ان سے ناآشنا تھے مسلمان اپنے ساتھ ہی انہیں لائے۔ اور وہی ہندمیں ان کی تقریب وترویج کا باعث ہوئے +

۳۵۔ دوسری زبان کے پُر معانی الفاظ

یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ مذکورہ بالا الفاظ خیالات کی ان نکتہ آفرینیوں کے پیدا کردہ اور مظہر ہیں۔ جن سے قبل از اسلام ہم ناآشنا تھے۔ اور نہ ہی اس سے پہلے ہمیں احساس ہُوا کہ ایسے نام کی ضرورت تھی۔ ان میں سے کئی ایک الفاظ بلاشبہ نازک اور دقیق نازکخیالی کے بیان کرنیوالے ہونگے۔ لیکن جب قوم کے علمی خزانوں میں الفاظ ذیل پائے جاتے ہیں۔ ان کے سینوں میں دل کی عمیق ترین تہ کا پتہ دینے والے خیالات موجزن ہیں۔

اس سلسلہ میں مروت اور احسان قابل غور ہیں۔

مروّت کی اصلیت۔ مرد۔ انسان ہے۔ اور مروت محض انسانیت

ہے۔ احسان۔ حسن سے۔ خوب کرنا ہے۔

جس قوم کے مقبوضات میں یہ الفاظ ہوں۔ اس کی نیک منشی کا اس سے زیادہ ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ کسی شخص سے مروت سے پیش آنا۔ اچھا سلوک کرنا انسانی خاصہ سمجھے۔ اور دوسروں پر مہربانی کرنا۔ انکے کام آنا۔ ان پر احسان کرنا حسن عمل قرار دے۔

۳۶۔ ہمسایہ قوموں کی نزاعوں کا آئینہ

ہمسایہ قوموں کی باہمی خفیف نزاعیں اور اختلافات جو مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ الفاظ میں اور ان کے استعمال میں بھی اپنا قابل افسوس جلوہ دکھا دیتے ہیں۔

ترکوں کی چیرہ دستیاں ایرانیوں کے پسند خاطر کس طرح ہوسکتی تھیں۔ ترکوں کی زبان اور ان کی ترکی کا ایرانیوں کی نظروں میں کیا وقار ہوسکتا تھا۔ موقعہ پاکر دل کی بات زبان پر آگئی۔ اور ترکی۔ لچر۔ بے معنی گفتگو۔ اور فی نفسہا ایک ناقابل لحاظ امر ایرانیوں کے کلام و گفتگو میں ہوگیا ع

"اے ترک من مناز کہ ترکی تمام شد"

اور ترکی بہ ترکی جواب اس کے شاہد ہیں۔

ہندوستان میں ملیچھ بھی اسی خاصہ انسانی کا نمونہ ہے۔ اُزبک احمق اور بدتمیز ہے۔ لیکن اس خاصہ انسانی نے اوزبکوں کی قوم کو اس طرح بدنام کر دیا ہے۔ پنڈارا۔ مرہٹہ اور لیٹرا ہے اور اسی سلسلہ کا نام لیوا ہے اور مرہٹی۔ بدنظمی اور لوٹ مچاتا ہے۔

۳۷۔ الفاظ عالم عجائبات و اسرار

اس باب کے مضمون کو خاتمہ پر لانا اب ضروری ہے۔ یہ مثالیں جن کی تائید مزید ہو سکتی ہے۔ الفاظ کے اخلاقی پہلو کو جو بیان کیا گیا ہے۔ بخوبی روشن کرتی ہیں۔ اور ظاہر کرتی ہیں۔ کہ الفاظ نیکی اور بدی۔ روشنی اور تاریکی کی جنگ میں جو دُنیا کے دو حصّے کئے ہوئے ہیں۔ غیر جانبدار نہیں۔ اور وہ بے حس ذریعہ فہم و تفہیم۔ کبھی سچ اور کبھی جھوٹ کا۔ ہونے پر اکتفا کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہ ہمیشہ طرفداری رکھتے ہیں۔ بعض تو روشنی کے مولود ہیں۔ اور بعض اس دُنیا کے۔ یا تاریکی کے بھی۔ ہماری زندگی کی نبض کے ساتھ ساتھ وہ بھی حرکت کرتے ہیں۔ ہمارے جذبات کے ساتھ وہ اُچھلتے ہیں۔ ہم انہیں روشنی کا لباس پہناتے ہیں۔ ہم انہیں نفرت وحقارت کا رنگ دیتے ہیں۔ وہ ہم سے ہماری نیکی اور بدی کے نقش قبول کرتے ہیں۔ اور وہی نقوش بڑی

مستعدی سے وہ آگے شائع کرتے اور پھیلاتے ہیں۔ کیا اس سے ہمیں یہ حقیقت تسلیم کرنی لازم نہیں آتی۔ کہ ہمارے ارد گرد ایک عالم عجائبات و اسرار ہے۔ جس کا تا حال ہم نے کوئی اندازہ نہیں کیا تھا۔ کیا زبان کے اس آلہ کو جس میں زخم پہنچانے۔ اندمال کرنے۔ مار ڈالنے اور زندہ کرنے کی اتنی طاقت ہے۔ استعمال کرنا ایک نہایت ہی سوچ بچار کا۔ اور خطیر کام نہیں۔ اور کیا انجیل کے اس جملہ میں کہ "تیرے الفاظ سے ہی تیری برأت ہوگی۔ اور انہیں سے ہی تیری شامت آئیگی" زیادہ عمیق معنے نہیں۔ بمقابلہ ان معنوں کے جو تا حال تصوّر کئے جاتے ہیں ؂

فصل چہارم

الفاظ میں تواریخ

۱۔ الفاظ میں تاریخی عنصر

بادی النظر میں کسی کا شاید یہ خیال ہو۔ کہ زبان علم ادب اور کتابوں کو چھوڑ کر اور جہاں یہ ہیں بھی نہیں۔ تعلیم و تعلم کے راہوں میں سے سب سے زیادہ نکمی اور غیر معتبر ثابت ہوگی۔ اور اپنی ذمہ داریوں کو یقیناً نباہنے میں قاصر رہیگی۔ یہ خیال تو خیر غلط ہی ہے۔ بلکہ حقیقت تو یوں ہے۔ کہ زمانۂ حال اور گذشتہ میں یہی تو بڑی اور بعض اوقات اکیلی جوڑنے والی کڑی ہوتی ہے۔ اور وہی ایک ایسی کشتی نظر آئیگی۔ جس نے اپنی آنکھوں سے انسان کی کئی نسلوں کو اور متعدد زمانوں کی یادگاروں اور نشانات کو طوفان میں غرقاب ہوتے یا بہ جاتے دیکھا ہے۔ اور خود صحیح سلامت اسی پانی میں تیر رہی ہے۔ کسی زبان کے تحریرات کے دفتروں سے کہیں پہلے خود وہ زبان نظر آرہی ہے۔ اور ہمارے استفسار کی منتظر کھڑی ہے۔ بقول ڈاکٹر جانسن

یہ قوموں کا نسب نامہ۔ ہر ایک تحریر سے جو اس کو استعمال میں لاتی ہے۔ خود قدیم تر یادگار اور دستاویز ہے۔ تحریرات تو ممکن ہے۔ کہ غفلت۔ غرور۔ فریب سینکڑوں اسباب کی بدولت صحت سے دُور جا پڑی ہوں۔ لیکن زبان کبھی جھوٹ نہیں بولے گی۔ کبھی ہمیں دھوکا نہیں دیگی۔ اگر ہمیں صرف اس سے ٹھیک ٹھیک دریافت کرنے کا ہُنر حاصل ہو جائے۔

۲۔ تحقیقات لفظی اور علم تاریخ میں اس کی اہمیت

اس تحقیقات لفظی سے بڑے اہم نتائج وابستہ ہیں۔ مثلاً کئی لوگ ایسے ہیں۔ جو بوجوہات مختلف انجیل کے بیان کی صحت کو کہ کُل دُنیا ایک جوڑے سے آبادکی گئی ہے۔ تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ وہ اس کے ثابت کرنے کو پھر رہے ہیں۔ کہ انسان کی آبادی کے کئی ایک ابتدائی مرکز ہوتے ہونگے۔ ان کے جواب میں بعض داناؤں نے نسل انسان کی یکساں جسمانی بناوٹ پر فخریہ استدلال کیا ہے۔ لیکن تازہ تحقیقات صریح الفاظ میں پُکار پُکار کر کہہ رہی ہے۔ کہ مختلف اقوام انسانی کی یگانگت پر اس سے بھی مضبوط شہادت۔ اور اخلاقی دلیل۔ زیادہ قائل کر دینے والی تھوڑے دنوں میں نمودار ہو جائیگی۔ روز بروز ثبوت بڑھ رہا ہے۔ کہ کُل زبانیں۔ خواہ کسقدر

ایک دوسرے سے متفاوت ہوں۔ ایک ہی تنہ اور ایک ہی چشمہ سے نکلتی ہوئی نظر آیا چاہتی ہیں۔ البتہ جو لوگ انجیل مقدس کے بیانات کو قطعی اور مستند سمجھتے ہیں۔ انہیں ایسے ثبوت کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن جب کبھی علم انسانی منزل من اللہ صداقت کی آمنّا و صدّقنا کہتے ہوئے پابوسی کرے تو ہماری خوشی مناسب ہے۔ اور ہمیں امید کامل رکھنی چاہئے کہ ایک دن آئیگا۔ جب علم انسان خدا سے نازل ہوئی ہوئی صداقتوں کی غلامی میں آجائیگا۔

۳۔ زبان مُلک کی گذشتہ تاریخ بتاتی ہے

ایسی تحقیقات . . . بلاشبہ ہمارے دائرہ عمل سے خارج ہے۔ لیکن اگرچہ رتبہ میں کم۔ مگر دلچسپی میں برابر وہ تحقیقات ہے۔ جو ایک معمولی کتاب لغت کی مدد سے ہم کسی مُلک کی گذشتہ تاریخ میں۔ اس کے باشندوں کی موجودہ زبان کی شہادت پر کرسکتے ہیں۔ آپ کو خوب معلوم ہے۔ کہ علم طبقات الارض کا ماہر کس طرح مختلف طبقات اوّلین۔ دوئمی۔ اور سوئمی یکے بعد دیگرے نظر آنے والوں سے کسی حصّہ مُلک کے متواتر طبعی تغیرات کا پتہ لگاسکتا ہے۔ اور اسے یہ موقعہ حاصل ہوتا ہے۔ کہ گویا ان تغیرات کا وہ اپنی آنکھوں سے مُلاحظہ کر رہا ہے۔

اور ان کے پیدا کرنے میں جو طاقتیں کام کرتی تھیں انہیں وہ اندازہ کر سکتا ہے۔ اور قریب قریب ان کی تاریخ بھی بتا سکتا ہے +

اُردو جیسی مرکب زبان کو سامنے رکھ کر۔ جس میں بڑے بڑے تغیرات اور انقلابات کے نقوش نمایاں ہیں۔ ہم اس ماہر کی طرح اخلاقی اور تاریخی تحقیقات کر سکتے ہیں۔ یہاں بھی اسی طرح طبقات ہیں۔ کنکر۔ کھریا مٹی۔ ریت اور چونے کے نہیں۔ بلکہ ہندی۔ فارسی۔ عربی۔ ترکی۔ اور انگریزی الفاظ کے۔ اور ساتھ اس کے دوسری زبانوں کا کم و بیش دخل نظر آئیگا۔ اور اگر کوئی شخص زبان کو غور و فکر کی نگاہ سے دیکھنے میں مہارت رکھتا ہوگا۔ تو وہ اس زبان کے بولنے والوں کی تاریخ از سر نو ملاحظہ کریگا۔------ان بولنے والونکے اس کی نظروں کے سامنے پھر جائینگے۔ ان کی مقدار جانچی جائیگی۔ اور سرزمین ہند پر ان کے گذرنے کا سلسلہ اسے معلوم ہو جائیگا +

۴۔ زبان فارسی اور عربوں اور ایرانیوں کا باہمی تعلق

مثال کے طور پر ایران میں عربوں اور ایرانیونکے باہمی تعلق کو ہی لو۔ ہمیں جو کچھ ان دونوں سے فارسی زبان کی صورت میں موصول ہوا ہے۔ اور جو کچھ انہوں نے فرداً فرداً زبان مذکور میں اپنا حصہ ڈالا ہے۔ اس سے ذہانت کی نگاہ اس تعلق کا ہو بہو نقشہ اور یقینیاً واقفیت کو

بڑھانے والا بھی دکھائیگی۔ بغرض محال اگر کُل دیگر تحریریں نابود ہو جائیں۔ ہم ان وسائل سے ہی تاریخ بنا سکتے ہیں۔ اور موجودہ صورت میں بھی جبکہ اتنی تحریریں اور اسقدر دیگر ذریعے قائم ہیں۔ یہی وسائل سب سے زیادہ وقعت رکھتے ہیں۔ اور اس قابل ہیں۔ کہ تاریخ کے بڑے بڑے حصّوں کی طرزِ معاشرت اور دل و دماغ کے اندرونی گوشوں میں ہمیں لئے پھریں۔ اور یہ کسی اور سے نہ ہو سکے گا ✤

۵۔ حقیقت حال اور نئی فارسی کا وجود میں آنا

اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے ان سب مدارج پر غور کریں۔ جو زبان کو ہمارے تک پہنچنے میں طے کرنے پڑے ہیں۔ تو ہمیں زبان کے معنے خیز ہونے میں کوئی شک نہ رہیگا۔ ایک زمانہ تھا۔ کہ ایرانی اور عرب ایک مُلک میں رہتے تھے۔ لیکن اپنی اپنی زبان بولتے تھے۔ ایک تو مختصر جماعت فرمانرواؤں کی زبان تھی۔ اور دوسری مُلک کے عام خلائق کی زبان۔ رفتہ رفتہ دونو قوموں کے خلط ملط سے دونو زبانیں بھی خلط ملط ہو کر ایک تیسری زبان بن گئی۔ یا یُوں کہو۔ کہ ایک دوسری پر حاوی ہو گئی اور اس کے بہت سے الفاظ اس نے اپنے میں شامل کر لئے۔ اس طرح یکایک کئی اشیاء اور مطالب کے لئے

دو الفاظ ہو گئے۔ لیکن چونکہ زبان عام میں ایک چیز کے لئے
دو الفاظ کا ساتھ ساتھ رہنا مشکل تھا۔ تو یہ سوال پیدا ہوا کہ
ایرانی اور عربی لفظ کے حقوق کس طرح فیصل ہونے چاہئے۔
کون رہے اور کون ترک کر دیا جاوے۔ اور اگر ترک نہ کیا جائے۔
تو کسی دوسرے مطلب کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ اس سے
ہماری مراد یہ نہیں۔ کہ باضابطہ کوئی ایسی تجویز پیش کی گئی تھی۔ یا
کوئی امر اتفاق سے طے پا نا قرار پایا تھا۔ بلکہ عملاً ایک کا ترک کرنا
اور دوسرے کا اختیار کرنا مقابلہ میں آپڑا تھا۔ بظاہر جہاں کہیں
ایک لفظ ایک قوم کی زبان پر اکثر رہتا تھا اور اسکا مرادف دوسری
قوم کی زبان پر کم جہاں ایک لفظ ایک قوم کی طرز معاشرت کے ساتھ دل و
جان سے وابستہ تھا۔ اور دوسری قوم کی زندگی سے دور کا
تعلق رکھتا تھا۔ جہاں ایک پر تو اس کا قابو پورا پورا تھا۔ اور
دوسری پر اس کا ہاتھ کم پڑتا تھا۔ نتیجہ میں کچھ بھی اشتباہ نہیں
ہو سکتا تھا۔ ایک تو چلدیا۔ اور دوسرا استقلال کے مسند پر
جاگزیں ہو گیا۔ کئی موقعوں پر اس سے بھی زیادہ سہولت سے
کام بن گیا۔ ایک نے دوسرے کو نہ نکالا۔ اور نہ ہی مقابلہ کے
حقوق طے کرنے پڑے۔ کیونکہ لفظ ایک ہی تھا۔ اور دوسرا نکو

اس کے موضوع سے کُلی اجنبیت تھی +

۶۔ عربوں کی حکومت اور ایرانیوں کی محکومیت کے نشانات

ہمنے ابھی بیان کیا تھا۔ کہ تاریخ فارس کا تعلق عربوں کے تسلط کے ساتھ ہے۔ موجودہ زبان کے الفاظ کی جماعت بندی۔ اور ہر دو اقوام نے فرداً فرداً جو الفاظ مہیا کئے۔ ان کی اصلیت اور حقیقت کی پڑتال سے تاریخ فارس از سر نو تیار ہو سکتی ہے۔ الفاظ سے یقیناً ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ عرب حاکم تھے۔ ثروت و احتشام۔ سلطنت۔ عزت اور وجاہت کے کثیر الفاظ مثلاً سلطان۔ حکومت۔ خراج۔ دولت۔ اطاعت۔ بیعت۔ امیر۔ وزیر۔ نائب السلطنت۔ ولیعہد۔ بیت المال۔ حاجب۔ محل۔ قلعہ۔ قبہ و مینار۔ اور سینکڑوں دیگر الفاظ عربی ہیں۔ حکومت عرب سے پہلے ایران کی اپنی ایک زبردست سلطنت تھی۔ اور تزک و فر میں۔ رونق اور دولت میں۔ شان و شوکت میں۔ اپنے زمانہ میں کسی سے کم نہ تھی۔ بلکہ شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ اس سے بڑھ کر چشم زمانہ کو دیکھنی کم ہی نصیب ہوئی ہے۔ اس قبیل کے لفظ وہاں پہلے بھی تھے۔ اور لطافت۔ نزاکت اور ثقاہت۔ میں ان سے ہمسری کے مدعی تھے۔ چنانچہ نشاہ۔

دستور۔ موبد سار جمندی۔ کلاہ خسروانی۔ باژ۔ سالار۔ گاہ۔ و آئین۔ وغیرہ اس امر کے شاہد ہیں۔ عربوں کے زور اور اسلام کی پیروی نے عربی لفظوں کو ترجیح دی۔ اور پرانی فارسی کے خانہ زاد۔ عرب نو واردوں کے زبردست تھپیڑوں سے لاچار اپنی موروثی اور قدیمی جگہ چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گئے۔ اور اگرچہ وقتاً فوقتاً زمانہ کی چالبازیوں سے فائدہ اُٹھا کر اپنے حقوق قدامت جتلاتے رہے۔ لیکن اسلام کا دریا۔ پرانے سلسلہ کو جڑ سے بہا لے گیا تھا۔ اور اس کی جگہ نئی باتیں۔ نئے کارخانے۔ نئے خیال۔ اور نئے انتظام قائم ہو گئے۔ عربوں کی حکومت اگرچہ کچھ مدت بعد اُٹھ گئی۔ لیکن زبان دوسری کل چیزوں کی طرح عربی آمیزش و رنگ میں آجتک فخر کرتی ہے۔

اس میں کلام نہیں ہو سکتا۔ کہ زبان کی اوپر کی مثال میں شان و شوکت۔ زینت و عشرت۔ کے الفاظ تو عربی نے دیئے۔ لیکن اس کی بنیاد۔ صرف و نحو۔ اور سادہ زندگی کا کلام اپنی جگہ پر بدستور قائم ہے۔ ظہورات قدرت۔ مہر و ماہ۔ ستارگاں۔ آسمان و زمین۔ آب و آتش۔ اوّلیں تمدنی رشتے۔ ابتدائی معاشرتی تعلقات۔ پدر۔ مادر۔ شوہر۔ زن۔ پسر۔ دختر۔

سب کے سب پارسی ہیں۔ قصر و قلعہ عربوں کی نشانی ہیں۔ لیکن خانہ۔ کاشانہ۔ مرز و بوم۔ آستان۔ بوریا اور قالین عزیز تر ہیں۔ اور پارسی ہیں۔ پارسی خوان عربی مائدہ اور سفرہ کی کراہیت سے مبرّا۔ اور صلائے مہمانی دیتا معلوم ہو رہا ہے۔

ایران کے پہلوانی بر و بر زکشاورزی کی محنت اٹھاتے ہیں۔ کشاورز وہی ہے۔ اور دہقان و روستا بھی وہی۔ اور اگر اس کے عرب آقاؤں نے اس کے ہموطنوں کو کوئی نام دیا ہے۔ تو وہ حقارت نشان عجمی ہے۔ عربوں کو اپنی زبان آوری کا ناز تھا۔ ان کی یورشوں نے ملک کو ان کے قدموں میں پامال کر کے رکھدیا مفتوحین کی زبان ان کی سمجھ میں یکایک کب آنے والی تھی۔ ان کے رُعب سے ایرانیوں کے دل دہل رہے تھے۔ ان کے سامنے سب کی زبانیں لال تھیں۔ وہ دیکھتے تھے۔ کہ ان سے کسی کو مجال گفتگو نہیں۔ عجمی۔ گونگا۔ صرف ایرانیوں کے لئے مخصوص نہ تھا۔ بلکہ رفتہ رفتہ سب غیر عرب اقوام پر انہی وجوہات سے اطلاق کرنے لگا۔ عربوں نے ایرانیوں کو عجمی کہدیا۔ لیکن وہ بھی انہیں تازی (اجنبی) ہی کہتے رہے۔ اور اس لفظ سے ہی عربوں کی غیر قوم حکومت کی نسبت اپنے قومی احساس کا

اظہار کرتے رہے۔ اور ان کی اجنبیت کو اس لفظ میں قائم رکھ کر حکومت عربی کا جوا کسی دن گردنِ ایران سے اُتار دینے کے خواہاں اور کوشاں رہے +

زمین کی بڑی پیداوار۔ گندم۔ جَو۔ کنجد بھی ایرانی چشمہ سے سیراب ہوتے ہیں۔ اور پالتو۔ گھریلو جانور۔ گربہ۔ سگ۔ کبوتر۔ ماکیاں۔ گاو۔ گوسپند اصل فارسی ہیں +

فاتح اور مفتوح قوموں کی اخلاقی حالت کا پیرایہ بھی یہی الفاظ دکھاتے ہیں۔ اور ان کی مثالیں لُطف و نصیحت سے خالی نہیں۔ میکدہ۔ بادہ و مے۔ مینا و جام۔ اور پیرِ مغاں سب کے سب ایرانی ہیں۔ لیکن محتسب ان کا دشمن۔ ان کی جان کھپانے والا۔ جس سے یہ شب و روز ہراسان و گریزاں ہیں عربی النسل ہے +

۷۔ فارسی کا اثر عربی پر ابتدائے زمانہ میں عرب کے اصلی اور اندرونی مقامات میں تہذیب و تمدن کی ایسی اچھی حالت نہ تھی۔ عربی زبان نہایت وسیع ہے۔ باوجود اس کے جن چیزوں کو تمدن اور اسبابِ معاشرت سے تعلق ہے ان کے لئے خاص عربی زبان میں الفاظ نہیں ملتے بلکہ ایران یا روم سے مستعار

آئے ہیں۔ سکہ کے لئے ایک لفظ بھی موجود نہیں۔ درہم اور دینار دونو غیر زبان کے الفاظ ہیں۔ درہم یونانی لفظ درخم ہے۔ اور یہ وہی لفظ ہے جو انگریزی میں ڈراہم ہو گیا ہے۔ چراغ معمولی چیز ہے تاہم اس کے لئے عربی میں کوئی لفظ نہ تھا۔ چراغ کو لیکر سراج کر لیا۔ اسی طرح کوزہ کو کوز کر لیا ہے تشت فارسی لفظ تھا۔ اس کو عربی میں طشت کر لیا ہے۔ پیالہ کو کاس کہتے ہیں۔ یہ وہی کاسہ فارسی لفظ ہے۔ کرتہ کو عربی میں قرطق کہتے ہیں یہ بھی فارسی ہے۔ پاجامہ کو سروال کہتے ہیں جو شلوار کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔

ترک و تاجیک بھی تاریخ کے ایک حصہ کا نقشہ عجب رنگ آمیزی سے کھینچ رہے ہیں۔ ترک (تور۔ک نسبتی) توران کے باشندے ایران میں اپنی ترکتازیوں اور حکومت کے سبب اسقدر محتشم ہو گئے۔ کہ ان کی نظروں میں ایران کے اصلی باشندے جو اپنے آقاؤں کے لئے زمین میں ہل جوتتے تھے۔ اور انکے فائدے کے لئے محنت و مشقت اُٹھاتے تھے۔ سیاسی حیثیت سے کسی شمار میں نہ تھے۔ اور اپنے پہلے فاتحین عربوں کی طرح گوشہ بے وقاری میں پڑے ہوئے تھے۔ عربوں کے ساتھ ہی تاجیک (تلمذی) یعنی اجنبی

کہلانے لگے۔ اس لفظ کی قبولیت ایرانیوں کے احساس حُب الوطنی اور مُلکی عروج کے قصر کے انحطاط کی دل ڈھا دینے والی دلیل ہے۔

۸۔ اُردو ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ صرف فارسی اور عربی کے باہمی تعلقات تک جو ایران میں پیدا ہوئے محدود نہیں۔ بعینۂ یہی حال ہندوستان میں ہُوا۔ اور اُردو۔ ان سارے حالات کی اسی طرح شاہد ہے۔ اُردو کیا ہے۔ آپنے کئی دفعہ پڑھا اور سُنا ہوگا۔ اُردو کے معنے ترکی میں لشکر کے ہیں۔ مغلوں کی حکومت۔ فارسی ترکی بولنے والوں کی ہندوستان میں استقامت۔ ہندی کا ان زبانوں سے ملاپ۔ حسب اقتضائے وقت مُلکی زبان میں تبدیلیاں۔ ایزادیاں۔ فی الحقیقت ایک نئی زبان پیدا کرنے کے باعث ہوئے۔ اس زبان کی بُنیاد لشکرگاہ۔ چھاؤنی میں ہی پڑنی چاہئے تھی۔ اور پڑی۔ اسی جگہ حاکم و محکوم۔ ہندی اور ایرانی۔ مغل اور ترک۔ کو ایک دوسرے کے ساتھ کثرت سے اور بے تکلفی سے میل جول۔ اور لین دین کی ضرورتیں ہوئیں۔ اور تبادلہ خیالات اور معاملات کے طے کرنے کے لئے ایک مشترکہ زبان کی ضرورت نے بتدریج ایک ایسی زبان کا ڈھانچہ بنا دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ تھوڑے سے ہی دنوں میں یہ ڈھانچہ ترقی کرتے کرتے

اب ایک مستقل زبان - نئی شان اور نئے رنگ و روپ میں نکلی

۹- مسلمان اور ہندوستان

دیکھو اُردو زبان میں بھی وہی تفوق - وہی تمیز - تاریخ ہند کے مختلف مدارج پر وہی صداقت نظر آ رہی ہے - زبان بتا رہی ہے - کہ حکومت ہند میں - کیا انقلاب ہوئے - کون حاکم اور کون محکوم تھے - اور حکومت نے ملک میں کیا اثرات پیدا کئے اور کیا شہادت یہاں مستقل طور پر قائم ہو گئی ہے -

زبان کا ابتدائی ڈھانچہ - اسی اصول کے مطابق جس کی تشریح ہم فارسی اور عربی کے ملاپ پر کر آئے ہیں - (یاد رہے - کہ یہاں مسلمان فاتحین کی زبان وہی نوزاد فارسی تھی - جو فارسی اور عربی کے ملاپ سے پیدا ہوئی تھی) ہندی الاصل ہے +

اوّلیں سوشل رشتے ماں - باپ - بہن - بھائی - بیٹا - بیٹی سب کے سب ہندی نژاد ہیں -

ظہورات قدرت - چاند - سورج - آگ - پانی - ہوا - مٹی - بادل - مینہ - دن - رات بھی ہندی ہیں - سادہ زندگی - جو ہندوستان کی خصوصیات میں سے ہے - اور جو محکومین کی خصوصیات میں لازمی طور پر ہوتی ہے - اس کی ضروریات بھی

ہندی الاصل ہیں۔
جھونپڑا۔ کوٹھا۔ گھر۔ کھیت۔ کنواں۔ ہل۔ کدال۔ کھانا۔ پینا۔ سونا۔ دال بھات۔ روٹی۔ دودھ۔ دہی۔ چاول۔ آٹا۔ گھی۔ دھوتی۔ پگڑی۔ جوتا۔ ٹوپی۔ سب کے سب ہندی ہیں۔
اس میں شک نہیں۔ کہ مسلمانوں کی حکومت اور تا حال اُنکی موجودگی۔ ایسے فارسی الفاظ ملک میں بکثرت لے آئی ہے۔ جو خاص خاص حلقوں میں زندہ اور چلتے پھرتے ہندی نژاد الفاظ کی جگہ مستعمل بھی ہیں۔ لیکن یہ امر ہماری موجودہ بحث میں قابل التفات نہیں۔ ہمیں تو اپنے مطلب کے لئے صرف وہ الفاظ دیکھنے ہیں۔ جو عوام کے زبان زد اور مقبول ہیں۔ البتہ رشتوں میں عورت۔ خاوند۔ اور بالخصوص خصم (خصومت کی اصلیت پر بھی) عجب تغیرات وانقلابات سے حد سے زیادہ دخیل ہو گیا ہے۔ اور اس طرح ظہورات قدرت میں بھی آسمان و زمین نے اپنے حقوق سے زیادہ احاطہ بندی کر لی ہے۔ اور اکاس اور پرتھوی کی جگہ قابض ہو گئے ہیں ؎
شان و شوکت۔ عیش و عشرت۔ سلطنت و حکومت کے الفاظ۔ حکومت کی زبان میں ہیں۔ عربی فارسی ملی جلی ہندوستان ہیں

زبان حکومت تھی۔ اور اسی طرح یہاں حکومت کے حلقوں میں برسر اقتدار رہی۔ اور ان تصورات وخیالات کے اظہار کے لئے عوام کی زبان پہ بھی قابو پا گئی۔ ثروت واحتشام۔ سلطنت۔ عزت۔ وجاہت۔ امیر۔ وزیر۔ بادشاہ۔ سلطان۔ اطاعت۔ فرمانبرداری۔ مال و دولت۔ جاہ ومرتبت۔ آرام آسائش مکان اور محل۔ فرش۔ قالین۔ تکیہ سب کے سب حکومت سے وابستہ ہیں۔ کھانے پینے میں نان کباب۔ پلاؤ۔ زردہ۔ قورمہ۔ روغن جوش۔ بریانی۔ بورانی۔ اور پہننے میں قمیص۔ کلاہ اور دستار حکومت کے ہی آوردہ ہیں +

بہت سے عربی۔ فارسی کے لفظ کثرت استعمال سے اس طرح جگہ پکڑ بیٹھے ہیں کہ اب ان کی جگہ کوئی سنسکرت یا قدیم بھاشا کا لفظ ڈھونڈ کر لانا پڑتا ہے مگر اس میں یا تو مطلب اصلی فوت ہو جاتا ہے۔ یا زبان ایسی مشکل ہو جاتی ہے کہ عوام تو کیا خواص ہنود کی سمجھ میں بھی نہیں آتی مثلاً۔ دلال۔ فراش۔ مزدور۔ وکیل۔ جلاد۔ صراف۔ مسخرا۔ نصیحت۔ لحاف۔ توشک۔ چادر۔ صورت۔ شکل۔ چہرہ۔ طبیعت۔ مزاج۔ برف۔ فاختہ۔ قمری۔ کبوتر۔ بلبل۔ طوطا۔ پر۔ دوات۔ قلم۔ سیاہی۔ جلاب۔ رقعہ۔

عینک - صندوق - کرسی - تخت - لگام - رکاب - زین -
تنگ - نعل - کوتل - عقیدہ - وفا - درہ - پردہ - دالان -
تہ خانہ - تنخواہ - ملّاح - تازہ - غلط - صحیح - رسد - کاریگر -
ترازو - شطرنج کے باب میں تعجب ہے کہ خاص ہند کا ایجاد ہے
مگر عرب اور فارس سے جو پھر کر آئی تو سب اجزا اسکے نام اور اپنی
اصطلاحیں بدل آئی ۔

معلوم - مطب - تجویز - حرفہ - موافق - میدان نے بھی ہندی
الفاظ کو نکال دیا ہے - سینکڑوں لفظ عربی فارسی کے یہاں آئے
مگر ہوا موافق نہ آئی اسلئے مزاج اور صورت بگڑ گئی -

مُرغا - فارسی میں مُرغ فقط پرندہ ہے - اُردو میں مُرغا خروس -
اور مُرغی ماکیان کو کہتے ہیں - قیورق - ترکی میں شے محفوظ کو کہتے
ہیں یہاں جو شے حاکم کی ضبطی میں آئے اسے قرق کہتے ہیں +

مشّاطہ - فارسی میں اس عورت کو کہتے ہیں جو عورتوں کو بناؤ سنگار
کرائے - اُردو میں مشاطہ - اس عورت کو کہتے ہیں جو زن و مرد کی
نسبت تلاش کرے اور شادی کروا دے +

۱ - فارسی اور ہندی کا ملاپ انہی اصولوں پر ہُوا جو عربی اور فارسی کے باہم ملاپ پر عمل میں آئے تھے	ہمارے خیال میں اس مرحلہ پہ زیادہ

تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اصول جو ہم نے ابتدا میں بیان کر دیئے ہیں۔ وہ سب یہاں بھی حرف بحرف چسپاں ہیں۔ اور انہی کی بناء پر آپ زیادہ تفصیل سے حسب ضرورت چھان بین کر سکتے ہیں۔ اصول اٹل ہیں۔ ہر ایک زبان پر حاوی ہیں۔ اور ان کے عمل سے کوئی زبان جس نے انقلابات حکومت کے آغوش میں پرورش پائی ہے۔ نہیں بچ سکتی۔

۱۱۔ انگریزی حکومت اور موجودہ زبان

البتہ ہم اس بحث کو اس طرح یہاں نہیں چھوڑ سکتے۔ ہمیں آپ کی توجہ زبان کی موجودہ حالت کے دور پر بھی دلانی ہے۔ آپ دیکھینگے۔ کہ انگریزی حکومت کے دور نے بھی انہی اصولوں کے مطابق ملک کی زبان پر اپنی مُہر لگا دی ہے۔ اگرچہ اس کا نقش اسقدر گہرا نہیں۔ اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ مسلمانوں کی حکومت کے سوا ابنائے وطن کا ایک بہت بڑا حصہ مسلمان ہو گیا تھا۔ اور اسلامی روایات و جذبات کو جو عربی اور فارسی کے لباس میں تھے۔ اپنے دل میں جگہ دیکر ہندوستانیوں کے ساتھ میل ملاپ میں بدستور عمل پیرا تھا اور یہ امر بالخصوص زبان کے بنانے میں زیادہ موثر ثابت ہُوا۔ اُردو۔ ہندو مسلمانوں کی مشترکہ زبان بن گئی۔ انگریزی زبانکو

اتنا دخل نہیں ہو سکا۔ اور نہ ہی اتنے دخل کے مواقع حاصل ہیں۔ مگر پھر بھی حالات نے ضروری نتائج پیدا کر دیئے ہیں۔

فیشن اور آرام و آسائش نے کرتے اور قمیص کے ساتھ کوٹ۔ واسکٹ۔ کالر۔ اور نکٹائی اور تہ بند۔ پاجامہ اور جوتے کی جگہ پتلون اور بوٹ پہنا دیئے۔ اور ہمارے آرام و آسائش کی ضروریات میں شربت اور عرق کی بجائے۔ لیمونیڈ سوڈا کو شرف قبولیت عام دیا ہے۔ حکومت کی تبدیلی نے افسران ماتحت۔ تحصیلدار۔ منصف۔ تھانہ دار اور داروغہ کو نہیں چھیڑا۔ لیکن افسران اعلیٰ کلکٹر۔ ڈپٹی کمشنر۔ کمشنر۔ لاٹ حکومت کی باگ ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ اگرچہ ادنےٰ طبقوں میں نام پُرانے ہیں مگر اختیارات کے استعمال۔ نئی اصطلاح سے ہی کئے جاتے ہیں۔ مجسٹریٹی اور ججی اس کی شاہد ہیں۔ اور اسی لئے محکمۂ پولیس کا کانسٹیبل تک بھی اس طریق عمل کا پابند نظر آرہا ہے۔ ملک کی تاریخ زبان سے اور اس کی ایک چھوٹی سی مثال سے جو یقیناً مفید اور غالباً دلچسپ بھی ہو گی۔ خوب واضح ہو گی۔ چور ہندی نژاد ہے اس کی گرفتاری اور قید۔ گذشتہ حکومت کے طریق عمل کی یادگار ہیں۔ لیکن اس عمل کا حکم اور نفاذ

مجسٹریٹ اور پولیس موجودہ حکومت کے کار فرما و کار پرداز و نیچے ذریعے ہوتا ہے۔ پھوڑا۔ پھنسی۔ ملکی عوارضات اور ہندی ہیں۔ نشتر مسلمانوں کی حکومت کا آوردہ ہے۔ لیکن اسکے استعمال کرنے کے لئے ڈاکٹر کا ہاتھ اور اس کا اوپریشن درکار ہے ٭

۲۱۔ تورانی اور پرتگیزی اثر

مغل۔ تورانی نسل کے تھے۔ اور ان کی زبان میں تورانی یا ترکی الفاظ بھی تھے۔ جن سے چند ایک یہاں ہمیشہ کے لئے رہ گئے ہیں۔ مثلاً

چلمن۔ چق۔ چقماق۔ چغلی۔ تغار۔ ساچق وغیرہ ترکی ہیں۔ علاوہ ازیں حکومت انگریزی سے پہلے ایک حصۂ ملک میں پرتگیزوں کی آمد و رفت اور حکومت بھی رہی ہے۔ اور انہوں نے اپنی یادگاریں الفاظ کی صورت میں یہاں چھوڑی ہیں۔

آیا۔ پادری۔ نیلام۔ سایا (گون) پرتگیزوں سے آئے ہیں ٭

۲۲۔ محکومین کی قوم اور زبان موجودہ قوم اور زبان کا پشتنیارہ ہیں

ان سب باتوں کو مدنظر رکھ کر اور انکی تائید میں اور مثالیں بھی بکثرت پیش کیجا سکتی ہیں۔ یہ نتیجہ لابدی ہے۔ کہ اگرچہ موجودہ زبان میں یونین کے مطیع و منقادِ مغل و انگریز ہونے کے آثار نمایاں ہیں۔ لیکن

ان کی معاشرت کے مستقل سلسلے باوجود دیرتک دبلے اور زیربار رہنے کے ٹوٹے نہیں۔ اور موجودہ قوم اور موجودہ زبان کی ٹھوس پشتیارہ ہونے کا فخر رکھتے ہیں۔ اور ہمارے اس نتیجہ کی صحت کی تاریخی کتابیں اور ان دونوں کی سوشل حالت شاہد ہیں۔

۱۳۔ زبان دور کے پتے دیتی ہے

ہم نے جو اوپر بیان کیا ہے۔ کہ اگر ملک کی تواریخ کی کل تحریری شہادت نابود بھی ہو جائے۔ تو وہ اس ذریعہ سے ازسر نو لکھی جا سکتی ہے۔ یہی ذریعہ اقوام انسان کی ابتدائی حالت پر روشنی ڈالنے میں علم زبان کے ماہر عمل میں لاتے ہیں۔ انہوں نے بڑی دلچسپ باتیں اس کی بدولت نکالی اور بیان کی ہیں۔ اس کے سہارے انہوں نے نسل اقوام کی تقسیم کر دی ہے۔ اور ہندو۔ پارسی۔ یونانی۔ فرانسیسی۔ انگریز کو ایک ہی باپ دادا کی اولاد دکھایا ہے۔ اور ان سب کے بزرگوں کا ابتدائی مسکن کوہ ہندوکش قرار دیا ہے۔ ان کی دلیل ہے۔ کہ پدر۔ مادر۔ دختر۔ اور ابتدائی زندگی کے کل الفاظ ان قوموں کی زبانوں میں اتفاقیہ یگانگت کا رنگ نہیں پا سکتے تھے۔ انہوں نے ہمیں مطالعۂ الفاظ سے ہی آریا بزرگوں کی اس زمانہ کی زندگی کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ دختر بتا رہی ہے۔ کہ اس زمانے میں گائے بڑی جائداد اور معاش کا

سہارا لکتی۔ اور گھر کی لڑکیاں اس کے دودھ دوہنے کی ذمہ دار تھیں۔ ان کا خاص یہ فرض تھا۔ اور اسی لقب سے انہیں پکارا جاتا تھا۔ سنسکرت دوہتر۔ ان واقعات کو زیادہ وضاحت سے ظاہر کر رہا ہے۔ اور دوشیزہ اس امر کی تائید میں بلا فکر تر دید کھڑی فرض دوشیدن کو کنواری لڑکیوں سے مخصوص کر دینے کی شہادت دے رہی ہے ٭

۱۴۱۔ منفرد الفاظ میں تاریخی واقعات کا ذخیرہ

یہاں تک تو ہم زبان کے مختلف قومی اجزا کی باہمی نسبت کو ملاحظہ کرنے میں مصروف رہے ہیں۔ اور ہم نے دیکھ لیا ہے۔ کہ یہ نسبت مشاغل اور مراتب قومی پر منحصر ہے۔ لیکن اس بات پر خاتمہ نہیں۔ بسا اوقات ایک لفظ میں ہی تاریخی خرمن جمع ہوتا ہے۔ الفاظ بڑے بڑے واقعات تاریخی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور سنبھالے ہوتے ہیں۔ واقعات جو بعض اوقات ان کے سوا اور کسی نے یاد نہیں رکھے ٭

مدینہ اپنی تاریخ۔ اور یقیناً اس کا دلچسپ ترین حصہ خود بتا رہا ہے۔ لغت میں اس کے معنے شہر کے ہیں۔ اور شہر مدینہ حقیقت میں مدینۃ النبیؐ یعنے پیغمبرِ اسلام کا شہر ہے۔ ان کے مولد و مسکن۔ ان کے باپ دادا کا وطن نہیں۔ بلکہ ان کا وطن مالوف۔

ان کی ایک طرح کی پناہ کی جگہ - ان کا پیارا شہر - اوران کا مدفن -
آنحضرتؐ کی ہجرت سے پہلے مدینہ یثرب کے نام سے مشہور تھا۔
اورجب رسولؐ عربی قریش کے ستائے ہوئے اپنے وطن مکہ سے
رخصت ہوئے - تو یثرب والوں کی حمایت نے آپؐ کو اس شہر
میں جگہ دی - ہجرت نبویؐ نے شہر کی کایا پلٹ دی - پہلے عرب اور
پھر دنیا بھر کی آنکھوں میں اس کا احتشام اس حد تک بڑھا۔ کہ
اور شہروں کو بہت کم نصیب ہوا ہے - یہیں کے فرامین نے
فلسطین و مصر و شام کو تہ و بالا کر دیا - اور اسی جگہ کے احکام ایران
و روما کی زبردست اور شاندار سلطنتوں کے ہلا دینے والے ثابت
ہوئے - مدینہ سے اشاعتِ اسلام بڑھی - اور مدینہ ہی اس کی
دینی و دنیوی ترقی کے گہوارہ ہونے پر ناز کرسکتا ہے -

مکہ سے آنحضرتؐ کے ساتھ آنیوالے مہاجرین مدینے کے انصار
انصاری شیخوں کے بزرگ اپنی رفاقت اور مدد کو اپنے ناموں
میں زندگی دوام دے گئے ہیں -

ہجرت کا لفظ ہی لو - آنحضرتؐ کے اپنا وطن حالات مذکورہ بالا
میں چھوڑنے کی یاد میں پیروان اسلام نے اس مہتمم بالشان امر
کو اپنی قوم اور سلطنت کے لئے ایک نئے سنہ کی ابتدا اور

قیام میں محفوظ کر دیا۔ اسی ہجرت سے سنہ ہجری شروع ہے۔ اور جب تک اسلام اور مسلمان دُنیا کے پردے پر موجود ہیں۔ یہ ہجرت اور اس کی تاریخ فراموش نہیں ہو سکتی ۔

اسی سلسلہ میں یار غار بھی کم مفید نہیں۔ رسول خدا صلعم کا دشمنوں سے بچ کر غار میں تین دن تک چھپے رہنا اور ایسے خطرہ کے وقت میں کسی فرد بشر کا ان کا ساتھ دینا اہم واقعات ہیں۔ اس حالت میں ان کا کوئی یار تھا۔ تو ایک غمگسار تھا تو وہی ایک۔ ہمدم و ہمراز غار میں بھی ساتھ انکے رنج و فکر کو اپنا رنج و فکر بنائے ہوئے حضرت ابابکر صدیق تھے۔ اور انہی کے نام سے اس تاریخی واقعہ کی یادگار قائم رکھنا یار غار نے اپنے ذمہ لے لیا ہے ۔

زندیق کی تاریخ فوائد علمی سے مالا مال کر دیتی ہے۔ پارسیوں کی مقدس کتاب کا نام اوستا ہے۔ اور یہ کتاب ان کی اصلی ابتدائی زبان میں لکھی ہوئی ہے۔ جسے زمانہ حال کی مروجہ اصطلاحوں میں سنسکرت کی سگی بہن یا خالہ زاد اور موجودہ فارسی کی نانی کہہ سکتے ہیں۔ ژند یا زند سے مراد اسی زبان میں تفسیر شرح اور معانی ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ اوّل ہی اوّل اس لفظ کا اطلاق اوستا کی زبان میں حاشیہ کتاب مذکور پر کیا گیا تھا۔ لیکن بعد میں متن کا

پہلوی ترجمہ اور شرح بھی متن کے برابر مقدس تصور کئے جانے لگے۔ اور اسی طرح پارسیوں کی مقدس کتاب استاؤژند یعنے متن وحاشیہ کے نام سے مشہور ہوگئی۔ استا کی زبان کو زند کے لفظ سے تعبیر کرنا زمانہ حال کی غلطی ہے۔ جس کا اب درست کرنا سہل نہیں۔ زمانہ وسطیٰ کی فارسی کتابوں میں زند صرف پہلوی تحریرات کا ہی نام ہے۔ اور اسی لحاظ سے زندیق وہ شخص تھا۔ جو متن کی نسبت حاشیہ۔ روایات اور توہمات کا زیادہ تر قائل ہو۔ اور اجتماع ملت سے سرگرداں ہوکر۔ بدعتوں کا معتقد اور عامل ہوگیا تھا۔ اور اب اسلامیوں کی زبان پر مرتد۔ منافق۔ اور بے دین کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

مورخین عرب کا یہ دعویٰ ہے کہ یمن نے ایک زمانہ میں اس حد تک ترقی کی تھی۔ کہ وہاں کے سلاطین نے تمام ایران فتح کرلیا تھا۔ چنانچہ سمرقند کی وجہ تسمیہ یہ بتاتے ہیں کہ یمن کا ایک بادشاہ جس کا نام شمر تھا اس نے سمرقند کو کھدوا کر برباد کردیا تھا اس بناء پر ایرانی اس مقام کو شمر کند کہنے لگے۔ پھر معرب ہوکر سمرقند ہوگیا۔

۱۷۔ ایک لفظ ایک جنگ کی تاریخ سے زیادہ سبق آموز ہے	ہم نے فصل اوّل میں ایک بزرگ کا مقولہ نقل کیا تھا۔ کہ اکثر اوقات ایک

لفظ کی تاریخ ایک جنگ کی تاریخ سے زیادہ باتیں سکھاتی ہے۔ بیشمار الفاظ۔مشائین۔ راجپوت۔ ذمی۔ دسہرہ۔ ترکتازی۔ داعی۔ ایسی مثالیں ہیں جن میں سے کوئی ایک لے لو اس مقولہ کی صداقت کے کافی شاہد ہیں ؞

لفظ مشائین۔ عربی مشی (چلنے) سے ماخوذ ہے۔ ارسطا طالیس اور اس کے جانشین فلسفیان یونان اسی نام سے مشہور ہیں۔ اور اسکی وجہ دلچسپی کے رنگ میں لطف دے جاتی ہے۔ فلسفیان مذکور نے مسائل فلسفیہ کی تلقین و تعلیم میں ایک نرالا طریق اختیار کیا ہوا تھا۔ بیٹھ کر تعلیم دینا انہیں کبھی گوارا نہیں ہوا۔ ان کا عام دستور تھا۔ کہ ٹہلتے تھے۔ اور بولتے جاتے تھے۔ قدم اُٹھاتے اور لفظ مُنہ سے نکالتے تھے۔ چلتے اور پڑھاتے تھے۔ اور اسلیئے ان کے ہمخیال مشائین (چلنے والے) کے نام سے شہرت پا گئے ؞

راجپوت۔ نام سے ہی ظاہر ہے۔ کہ کسی زمانہ میں کُل مُلک ہند پر حکمران تھے۔ صدیاں گذر گئیں۔ زمانہ نے کئی پلٹے کھائے۔ مُلک میں کئی انقلاب ہوئے۔ نئی نئی قومیں یہاں آئیں۔ نئی نئی حکومتیں قائم ہوئیں۔ لیکن راجپوتی تلوار کی دھار کُند نہ ہوئی۔ اس کی وہی تیزی۔ وہی آب و تاب رہی اور ہے۔ راجپوت تا حال مُلک کے

ایک بڑے حصے پر حکمران ہے۔ اور سلطان ابن السلطان ہونے کا دعویٰ اپنے نام اور سلطنت کے قیام میں کر رہا ہے ؛

ذمی۔ مسلمانوں کی سلطنت کی توسیع نے ان کے سیاسی اور معاشرتی امور میں اہم مسائل پیدا کر دیئے۔ اور معاملہ فہم زمانہ شناس مسلم نے ان کا حل بوجہ احسن کر کے اپنی سلطنت میں استحکام اور معاشرت میں سہولتیں پیدا کر دیں۔ ان مسائل میں مشکل ترین مسئلہ غیر مذہب قوموں کا دائرہ حکومت اسلام کے اندر آنا اور ان کے ساتھ مسلمانوں کے طریق عمل کا ضابطہ طے کرنا تھا۔ ملکی اور قومی لڑائیوں میں اسلامیوں کی طرح غیر مذہب والوں کی خدمات سے فائدہ اُٹھانا مشکل۔ اور غالباً جائز اور مناسب بھی نہ تھا۔ اور ساتھ ہی سلطنت کے انتظام میں ان کی حفاظت۔ ان کے جان و مال کی حفاظت ضروری بھی تھی۔ فوجی خدمت سے بریت اور حفاظت جان و مال کے لئے ان لوگوں سے علیٰ قدر مراتب ایک ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔ جسے جزیہ کہتے تھے۔ اور یہ لوگ اس اعتبار سے کہ ان کی ہر طرح کی حفاظت جان و مال ننگ و ناموس حکمران قوم کے ذمہ تھی ذمی۔ کہلاتے تھے ؛

دسہرہ ایک بڑا تیوہار ہے۔ اور ہر سال اپنی دلکش جھانکیوں سے

ہمیں محظوظ کرتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے اس ایک لفظ پر غور کرو۔ راجہ رامچندر جی کا وہ دل ہلا دینے والا بن باس۔ لچھمن اور سیتا جی کی رفاقت۔ بھرت کی حق شناسی اور حق پرستی۔ راون کی دیدہ دلیری اور شوخی۔ طاقت اور حماقت۔ فسوں سازیاں اور دمبازیاں۔ اور انہی صفات کی مطابقت میں اس کی وہ مہیب شکل۔ وہ بروبزہ وہ تن و توش۔ نو آدمی کے سلر دان سب پر طرۂ دسواں گدھے کا سر۔ اور پھر اس کا استیصال۔ بن باس کی میعاد کا خاتمہ۔ بن باسیوں کی وطن میں واپسی۔ بھرت کی صداقت اور ایثار۔ اس ایک لفظ دسہرہ کے مُنہ سے نکالنے پر یہ سب کچھ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ اس ایک لفظ سے ہماری حسیات و جذبات کی مختلف کیفیتیں ہمارے دل میں پیدا ہوتی ہیں۔ ہم رنجیدہ ہوتے ہیں۔ ہم تعجب کرتے ہیں۔ ہم توقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ حیران ہوتے ہیں۔ گھبراتے ہیں۔ خوش ہوتے ہیں۔ اور اخیر میں انسان کے اعلیٰ صفات کے ان ذہنی مشاہدوں سے ایک قسم کا سرور حاصل کرتے ہیں۔ اور اللہ اور اللہ کی قدرت کے تماشے دیکھ کر دل ہی دل میں مزے لیتے رہتے ہیں۔

لفظ ترکتازی۔ قوم ترک۔ تاتاریوں کی تاخت و تاراج کا جو انہوں نے

چنگیز خاں - ہلاکو - اور اس کے جانشینوں کی سرکردگی میں اسلامی دُنیا میں کی تھی - نام لیوا ہے - قتل و غارت - لوٹ کھسوٹ اس کے معمول ہیں - اور ایشیائی تاریخ کے خون ریز ورق اسی عنوان کے نیچے بے رحمی کے شمشیر و سناں کی نوک سے لکھے ہوئے ہیں ؛

داعی - بھی ایک ایسی داستان کا قصتہ گو ہے - فرقہ اسماعیلیہ حسن بن صباح - قلعہ الموت - کے کارنامے - ان کے اس کارکن - داعی کی زبان عمل کا نتیجہ ہیں - حکومت اور مذہب کے دشمن - ایک پُر اسرار جماعت اور سازش کے افراد - داعی - اپنی خُفیہ اور عیارانہ کارروائیوں سے تاریخ دُنیا میں وہ انقلابات پیدا کر چکے ہیں - وہ خونریزیاں - اور تباہیاں کرتے رہے ہیں - کہ آدمی سُنتا ہے - اور حیران ہو جاتا ہے - ان کا وہ خاموش زیخ و بن جسمانی و روحانی - اُکھاڑ پھینکنے والا عمل اور اس کے وہ ہیبت ناک نتیجے پڑھ کر انسان کانپ اُٹھتا ہے - داعی ایشیائی تاریخ میں سیاست اور مذہب ہر دو کے اعتبار سے - ایک بڑا از بردست عامل اور کارفرما رہا ہے ؛

۱۷ - اسماء میں کسی غلطی کا ایماء یا تلمیح سخت عیب کی بات ہے	ایک غلط نام بعض دفعہ

سخت ناانصافی کا حامل ہوجاتا ہے۔ ہمیں احتیاط رکھنی چاہیئے۔ کہ الفاظ جن میں غلطی کا ایما یا تلمیح ہو۔ زبان میں دخل نہ پائیں اخلاقی زندگی کے اعتبار سے ہم نے ایسے ناموں کی اور اس اصول کی اہمیت پر ایک نظر ڈالی ہے۔ لیکن دوسرے اعتبارات سے اور زندگی کے دیگر مدارج میں بھی یہ امر ملحوظ رکھنے کے قابل ہے۔ الفاظ زمانہ گذشتہ کے حامل اور زمانہ آیندہ کے عامل ہوتے ہیں۔ اور اس لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ تاریخ دُنیا کے اہم واقعات کو صحیح نام سے موسوم کیا جائے۔ جب ہم کسی لفظ میں صداقت یا حقیقت کو نہیں۔ بلکہ غلطی اور دروغ کو منضبط کر دیتے ہیں۔ تو ہم علم کے سرچشمے ناپاک اور آلودہ کر رہے ہوتے ہیں۔ کسی چیز کے صحیح اندازہ کرنے اور سمجھنے میں جو ابتدا میں غلط طور پر سمجھی گئی ہے۔ ایسے الفاظ کا وجود رُکاوٹیں پیدا کر دیتا ہے۔ جو غیر محسوس طریق پر دن رات اپنا کام کرتی رہتی ہیں۔

اسی موضوع پر ایک مشہور جرمن مصنف نے ایک کتاب لکھی ہے۔ اور کتاب کا نام اس نے "زبان پر آرائے کا اثر" ہی نہیں لکھا۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی "آرائے پر زبان کا اثر" ایزاد کر دیا ہے۔ اور کتاب کے زیادہ دلچسپ اور اچھوتے مضامین نام کے آخر الذکر

حصّہ میں لکھے گئے ہیں۔ زبان پر آرائے کا اثر اسقدر مسلمہ ہے۔ کہ اس کا بیان کرنا ہی ایک مبتذل او پیش پا افتادہ بات تصور کیجاتی ہے۔ لیکن بر خلاف اس کے الفاظ کا اثر آرائے پر بلا شبہ کئی اشخاص کو اچنبا سا معلوم ہو گا۔ با ایں ہمہ یہ اثر ان کے دائرہ علمی کے ہر ایک طبقہ میں زور شور سے محسوس ہوتا رہا ہے۔ خواہ وہ طبقہ سائنس کا ہے۔ یا کسی فن کا۔ خواہ اخلاق کا۔ یا دینیات کا۔

۱۸۔ بعض اوقات یہ غلطی اتفاقیہ اس کے مفہوم میں داخل ہو جاتی ہے۔

بعض اوقات الفاظ کسی اپنی غلطی کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ ابتدا میں کوئی غلطی ان کے مفہوم میں نہ تھی۔ غلطی کے کفیل ہو جاتے ہیں۔ اور بعد میں اس غلطی کا حصن حصین بن جاتے ہیں۔

زبانوں کے خانوادوں کی تعین و ترتیب میں انڈو یوروپین یا آرین گروہ کے مقابلے میں زبان کے ایک گروہ کا نام سمٹک (منسوب بہ سام) ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ایک لفظ کی ضرورت تھی۔ جو اس گروہ پر حاوی ہوتا۔ لفظ سمٹک سامنے آگیا۔ اس لفظ کے نصیب جاگے۔ بس یہی اختیار کر لیا گیا۔ اس لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس گروہ کی سب زبانیں حضرت سام کی اولاد کی زبانیں ہیں۔ اور یہ صحیح نہیں۔ اس میں غیر سمٹک قومیں بھی ہیں۔ مثلاً فنیشین

جو ایک سمٹک زبان بولتی تھی۔ اور ایسی سمٹک قومیں بھی ہیں جو سمٹک زبان نہیں بولتیں ⁂

انڈو یوروپین نام کے برخلاف بھی یہی اعتراض ہو سکتا ہے۔ کئی ایک زبانیں یوروپین ہیں۔ یعنے یورپ میں بولی جاتی ہیں۔ مثلاً مالٹا۔ فن لینڈ اور ٹرکی کی زبانیں۔ جو اس گروہ کے احاطے سے بالکل باہر ہیں ⁂

۱۸۔ نام کی غلطی باعث شر

لیکن بعض اہم امور میں نام کی غلطی زیادہ شر کا باعث ہو سکتی ہے۔ مذہبی امور کے متعلق الفاظ میں صحت از حد ضروری ہے۔ کیونکہ یہ الفاظ کبھی بے کار نہیں رہتے۔ بلکہ ہمیشہ ان لوگوں پر جو انہیں استعمال کرتے ہیں۔ یا انہیں استعمال ہوتا سُنتے ہیں۔ خواہ ان لوگوں کو پتہ لگے یا نہ لگے۔ نہایت ہی گہرا اثر ڈالتے ہیں

موحدین کے نام سے اپنے آپ کو پکارنے والے اس نام سے وحدانیت کے قائل ہونے کا جو فخر ظاہر کرتے ہیں۔ وہ دوسرے مسلمانوں کو اتنا ہی حاصل ہے۔ جتنا کہ ان بزرگوں کو۔ اور فی الحقیقت ہر ایک مسلمان اس نام سے پکارے جانے کا بدرجہ اتم حقدار ہے۔ اور کسی ایک خاص فرقہ کو۔ موحد کہلانے کی کوئی بھی خصوصیت مطلقاً نہیں ⁂

ایک امر نہایت ضروری ہے۔ مختلف فرقوں کے نام جو خود ان فرقوں نے یا غیروں نے انکے لئے تجویز کئے۔ اور تاریخی حالات جن میں وہ نام تجویز کئے گئے۔ دلچسپی اور علمی واقفیت کے بیش بہا خزانوں سے مملو ہیں۔

ان ناموں کی تاریخی تحقیقات خالی از فائدہ نہ ہوگی۔ البتّہ ہمیں اس تحقیقات میں حقارت۔ نفرت۔ اور بُغض وعناد سے جو بسا اوقات ان ناموں کے موجد ہوئے ہیں دُور رہنا چاہیئے۔ نام تجویز کرنے والے نے خواہ کتنی ہی حقارت یا عناد سے کام لیا ہو۔ لیکن اب نام کے نظر انداز کرنے میں ہم اپنے آپ کو اخلاقی سبق سے محروم کر رہے ہونگے۔ نام سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے۔ مطالعہ میں جہاں کہیں جو کوئی نام ملے۔ خواہ نام والے کا اپنا تجویز کردہ ہو۔ خواہ کسی اور کا مجوزہ۔ اور اس نے خود کبھی پسند نہ کیا ہو۔ اور خواہ ایسا نام ہو۔ کہ دوسروں کا تجویز کردہ تو ہے۔ لیکن نام والے نے بھی اپنے لئے پسند کر لیا ہو۔ علمی لحاظ سے بہرحال مفید ہوگا۔ زبان میں ایسی مثالیں بہت ملینگی۔

اہلحدیث خود اپنا تجویز کردہ ہے۔ سکھ غیروں کا تجویز کیا ہُوا۔ لیکن نام والوں کا پسندیدہ ہے۔ رافضی اور خارجی اور وہابی۔

نیچری۔ غیروں کے تجویز کئے ہوئے ہیں۔ لیکن نام والوں نے ہمیشہ انہیں ناپسندیدگی اور ناراضگی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

شیعہ اور معتزلہ۔ ایسے نام ہیں۔ جو پہلے پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھے گئے۔ مگر بعد میں اختیار کر لئے گئے۔

۲۸۔ بعض نام حقیقت حال کے شاہد ہیں۔ ان ناموں سے بعض تو بلاشبہ موسوم کے ساتھ قلیل تعلق رکھتے ہیں۔ اور ایسے نام اگرچہ بے سُود تو نہیں ہوتے۔ لیکن ان کا فائدہ ایسا کثیر اور بیّن نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ان اسماء کا ہوتا ہے۔ جو موسوم کے اندرونی کیفیات کو اس طرح بیان کر رہے ہوں۔ کہ نام کا ذہن نشین کرنا ہی ہمارا نقطۂ نگاہ مقرر کر دیتا ہے۔ اور پھر وہاں سے ہر ایک امر مکمّل طور پر سمجھ سکتے ہیں۔

مذاہب میں فرقہ دھریہ اور لاادریہ اپنے نام سے حقیقت حال کا پتہ دے رہے ہیں۔

اوّل الذکر اپنے نام سے ہی بتا رہا ہے۔ کہ وہ اس جہان کی بنا علل و معلول پر ہی قائم کر کے کسی خارجی عامل ہستی کا قائل نہیں۔ اور آخر الذکر اپنی لاعلمی ظاہر کرتا ہے۔ اللہ جلّ شانہ کے متعلق وہ سوائے اس کے اور کچھ کہنے کے لئے تیار نہیں۔ کہ وہ کچھ نہیں جانتا۔

حال میں ہی ہمارے ہندو بھائیوں کی سناتن [illegible]
اور آریہ سماج کے نام بھی ہمیں بہت کچھ بتاتے ہیں۔ ان ناموں
میں ہی ہمارے لئے مستفید اور مستفیض ہونے کے لئے کیا کچھ نہیں۔
اوّلیت کا دونو کو یکساں دعویٰ ہے۔ اور ہر ایک اپنے نام میں ہی
اپنے اصولوں کی قدامت کا اعلان کر رہا ہے ۞

یہ چند مثالیں ہیں۔ لیکن ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ کُل فرقے۔
مذہبی یا سیاسی۔ اپنی اپنی جگہ پر اپنے اپنے ناموں میں ان ناموں پر
غور کرنے والے کیواسطے فوائد کثیر سے جمع کئے ہوئے ہیں۔ ان
ناموں کا ذہن نشین کرنا ہمیں ان فرقوں کی طاقتوں۔ کمزوریوں۔
ان کے حقائق اور ان کی غلطیوں سے اس خیال ۔ مقصد۔ اور
منشاء سے۔ جس سے نام وضع کیا گیا ہے۔ آگاہ کر دیگا ۞

احمدی۔ نیچری۔ وہابی۔ سراوگی۔ بیراگی۔ احرار۔
انتہا پسند۔ اعتدال پسند اور استبداد کی دلدادہ جماعتوں کے
ناموں پر غور کرو۔ ان میں سے ہر ایک معنے رکھتا ہے۔ اور اگر
ہمیں اس بات کی خواہش ہے۔ کہ حقیقت معلوم کریں۔ اور سمجھیں کہ
یہ جماعتیں اور فرقے کیا ہیں۔ اور کیوں بنے۔ تو پہلے ان کے
نام ذہن نشین کرنے ضروری ہیں۔ اور یہاں سے ایک قسم کا

مرکز ٹھیرا کر ہمیں آگے بڑہنا چاہئے۔ اور جو کچھ مزید واقفیت ہمیں اس کے متعلق حاصل ہو۔ وہ بھی اس مرکز پر موقوف ہونی چاہئے۔ بعد کے اکتسابات اوّل تو اسی مرکز کے تحت میں ہونگے اور اگر یہ نہیں۔ تو کم از کم ان میں اس کی نسبت اعتبار کا ہونا لازمی ہے ؛

۲۰۔ اسماء مفید اور دلچسپ اسباق کا خلاصہ ہیں۔ چیز و نکے نام ان کے اصلی مقامات کی نسبت سے مشہور ہو گئے ہیں

بسا اوقات اسماء سے تمہیں ایسے ایسے امور دریافت ہونگے۔ جو ایسے اہم نہ سہی۔ لیکن اپنی جگہ پر مفید اور دلچسپ ضرور ہونگے۔ ایجادات کا ایک دفتر۔ اور تجارت کی پرانی تاریخ ان ناموں میں منضبط ملیگی۔ مقناطیس کا نام مغنسیا جزائر تھسلی یونان کے ایک حصے کے نام پر ہے۔ یہی مغنسیا یا اسی نام کا حصہ ایشیاء کو چک مغنسیا دوائی کا پیدا کرنے والا ہے۔

جلاب انگریزی جیلپ میکسیکو کے ایک شہر جلاپا کے نام سے ہے۔

تمباکو۔ انگریزی ٹوبیکو۔ جزیرہ ٹوبیکو سے آیا ہے۔

دبیقی۔ لطیف دیبا دبیق مصر کے ایک قریہ سے منسوب ہے۔

ششتری۔ دیبا۔ ایران کے شہر شوستر سے نامزد ہے۔

کیش۔ خلیج فارس کے منہ پر ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جسکی شکل کمان کی سی ہے۔ اور اسی سے کمان کو کیش کہنے لگے۔

. . . .

. . . . . . ململ جو ولایت سے ہمارے پاس مسلن کے نام سے آتی ہے۔ اپنا انگریزی نام موصل ایشیاء کوچک کے ایک شہر سے لیتی ہے اور یہاں ململ کہلاتی ہے۔

چاچی (کمان) چاچ ترکستان کے مشہور شہر سے ہے۔

ختلی۔ گھوڑا۔ ختلاں بدخشاں کی ایک ولایت کا پروردہ ہے۔

۱۲۔ اشیاء اپنے موجد کی نام لیوا ہیں

ہم نے ملاحظہ کیا ہے۔ کہ اشیاء اپنے اسماء میں مقامات کے نام جہاں سے ہمارے پاس آتی ہیں۔ قائم رکھتی ہیں۔ ہم یہ بھی دیکھیں گے۔ کہ وہ اسی طرح اشخاص کے جوان کے بانی۔ موجد۔ معلوم کرنے والے۔ یا کسی اور طرح سے ان کے ساتھ واسطہ رکھتے تھے نام لیوا ہوتی ہیں۔ کسی زبان میں ایسے ناموں کا جمع کرنا جو کبھی اشخاص کے تھے اور اب اشیا کے ہو گئے ہیں عجیب و غریب اور دلچسپ امر ہو گا۔ ہم ان میں سے چند ایک بیان کرینگے۔ جہاں تمہاری واقفیت محدود ہو۔ تو لفظ یا چیز سے شخص کی ٹوہ لگانا۔ اور ان کے درمیان صحیح صحیح تعلق کا معلوم کرنا غیر مفید نہ ہو گا۔

اشرفی۔ اشرف ایک بادشاہ کے نام سے منسوب ہے۔ محمد شاہ (شاہ دہلی) رنگیلے کے دربار کے زبردست و نامور مغنی میاں سدا رنگ نے

سارنگی ایجاد کی اور انہی کے نام سے مشہور ہے۔ عماری۔ عمار اپنے موجد کا نام بتا رہی ہے۔

زرِ جعفری۔ جعفر مشہور ماہر علم کیمیا کے نام پر ہے۔ جو بے لوث سونا تیار کیا کرتا تھا۔

علم بیطرہ یا بیطاری۔ بیطار بانی (ماہر علم مذکور کے نام پر ہے۔

بورانی (طعام) بوران حسن بن سہل کی بیٹی اور مامون الرشید کی زوجہ سے موسوم ہے۔

رضائی۔ محمد رضا موجد کے نام پر ہے ؎

از رضا داویم دل با سرد مہریہائے یار در زمستان ہر کسے فکر رضائی مے کند

(میر محمد رائج سیالکوٹی)

۲۲۔ ناموں پر تاریخی اشخاص کا اثر

تاریخ میں بھی ایسے مشہور اشخاص ملینگے۔ جن کے کارناموں یا جن کی خوبیوں یا برائیوں کی بنا پر ان کے نام زبان زد عام ہو کر روزمرّہ کی بول چال کا جزو بن گئے ہیں۔ حاتم کی سخاوت۔ یوسفؑ کے حسن۔ اور نوشیرواں کے عدل نے الفاظ حاتم۔ یوسف اور نوشیرواں کو سخاوت حسن اور عدل کا مرادف بنا دیا ہے۔

نادری حکم۔ نادر شاہ کے زبردست اور اٹل احکام کو ابھی تک

یاد کراتا ہے اور جب تک اُردو زبان ہے کراتا رہیگا۔ مسیحائی حضرت عیسٰےؑ کی معجز نمائیوں کو بھولنے نہیں دیتی۔ اور فرعونیت فراعنہ اور بالخصوص حضرت موسٰےؑ کے زمانہ کے فرعون کی سرکشی۔ سرزوری۔ حماقت اور غرور کو ہمیشہ کے لیے عوام میں ظاہر کرنے کی کفیل ہوگئی ہے

ہبنق اور طفیل نے احمق اور بن بُلائے دعوتوں میں چلے جانے کے لئے ہمیں ہبنق اور طفیلی کے الفاظ دیئے ہیں۔

طفیل۔ ایک کوفی شاعر تھے۔ جو دعوتوں میں بن بُلائے چلے جاتے تھے۔ اور اسی وجہ سے ہر کوئی جو بن بُلائے لوگوں کے ساتھ مجالس طعام میں شریک ہوجائے۔ طفیل سے طفیلی کہلاتا ہے۔ اور فارسی والوں نے تو اس میں یہاں تک تصرف کیا۔ کہ طفیل وسیلہ اور ذریعہ کے معنوں میں بھی لے آتے ہیں ؛

ہبنق ایک صاحب تھے۔ جو حماقت کا نمونہ قرار دیئے گئے اور اب ہبنق احمق ہے ؛

بزاخفش بھی اسی قبیل سے ہے۔ اخفش ایک نحوی کا نام ہے۔ اور اس کے پاس ایک بکرا تھا۔ اخفش اپنے مسائل نحویہ بیان کرتا تھا۔ تو بکرا سر ہلا دیا کرتا تھا۔ اب اس آدمی کو جو بلے سوچے سمجھے کسی امر میں دخل دے۔ احمق۔ بیوقوف کو بزِ اخفش کے نام سے

یاد کرتے ہیں۔

سورداس۔ مشہور گویّا تھے اور نابینا۔ اب نابینا کو سورداس کہتے ہیں +

۲۴۔ قصّے کہانیاں اور ادبیات کا اثر ناموں پر

صرف تاریخ ہی نہیں۔ بلکہ قصّے۔ کہانیاں اور ادبیات بھی ایسے کیرکٹر یا اشخاص کے نام پر جن کی ہستی ان کتابوں کی اپنی ایجاد ہے۔ الفاظ کو رواج عام دیتے ہیں۔ اور مقبولیت عام کی مُہر ان پر لگا کر زبان میں انہیں داخل کر دیتے ہیں۔ شاہنامہ کے رستم کی شہ زوری نے رستم اور رستمی کو دلیری۔ تنومندی۔ بہادری کے لئے مسکوک کر دیا ہے۔ زمانہ حال میں ہی رتن ناتھ سرشار کے فسانہ آزاد کا خوجی اوراق کتاب سے باہر نکل کر بے تکلفی کی مجلسوں میں کسی نہ کسی کی شکل میں نمودار ہو جاتا ہے +

۲۵۔ کئی دفعہ نام غلطی کے پیدا کرنے اور قائم رکھنے کا باعث ہوئے ہیں

گاہے گاہے یہ بھی اتفاق ہُوا ہے۔ کہ نام ایک غلطی کے پیدا کرنے اور اسے قائم رکھنے کا سبب ہوتے ہیں۔ امریکا۔ نئی دُنیا کے معلوم کرنے والا۔ ہر ایک جانتا ہے۔ کولمبس تھا۔ لیکن نام دوسرا کا ہو گیا۔ جس کا کوئی استحقاق اس عزت افزائی کا نہ تھا۔ اور نہ ہی

اس کی طرف سے کسی قسم کی کوشش اس عزت کے غصب کرنے کے واسطے عمل مین لائی گئی تھی ؛

۲۶- کبھی آواز اور حروف غلطی کا باعث ہو جاتے ہیں

ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ الفاظ میں خود کوئی غلطی تو مرکوز نہیں۔ لیکن آواز یا اسکے حروف غلطی کرا دیتے ہیں۔ ان سے احتیاط لازم ہے۔

بندرابن کی ترکیب حرفی بتاتی ہے۔ کہ بندر کا لفظ اس کا ایک جزو ہے۔ اور چونکہ ہم جانتے ہیں۔ کہ بندرابن میں یہ جانور کثرت سے موجود ہے۔ ہم فوراً اس کی اصلیت کو بندر اور بن کی ترکیب پر محمول کرنے کی طرف مائل ہو جاتے ہیں لیکن حقیقت یوں نہیں۔ بندرابن اصل میں برندابن ہے۔ یعنے اشجار تلسی کا جنگل ہے۔ جہاں کرشن جی گوپال کی شکل میں گوپیوں کے ساتھ رہتے تھے ؛

مدمغ۔ ایک اور مثال اسی قبیل سے ہے۔ حروف کو دیکھکر پہلا خیال اس کے ماخذ کے متعلق جو دل میں آتا ہے۔ وہ اسے دماغ سے منسوب کرتا ہے۔ مگر کسی لغات کے دیکھنے سے معلوم ہو جائیگا کہ مدمغ کا کوئی واسطہ دماغ سے نہیں۔ یہ دمغ سے مشتق ہے۔ جس کے معنے مغلوب کرنے کے ہیں۔ اور اسلئے مدمغ کے معنے

مغلوب شیطانی ہے ۔

۲۷۔ غلط اصلیت کی بنا ہجے بدلوا دیتی ہے بعض اوقات کسی لفظ کی غلط اصلیت کی بناء پر ہم اس کے ہجے بھی بدل دیتے ہیں۔ لاہور میں پیر مکیؒ کے مزار سے کون ہے جو واقف نہیں۔ ہزارہا زائرین وہاں جاتے ہیں۔ مگر عوام میں ہجے بدل گئے۔ اور پیر مکیؒ رکی دانہ ہو گئے۔ اب خواص بھی یہی کہنے لگے۔ لوگوں کی خوش فہمی ملاحظہ ہو۔ کہ اب ہاں مکی (دانہ) کا چڑھاوا چڑھتا ہے۔ حالانکہ وہ مکہ سے منسوب ہے نہ کہ مکیؒ سے ۔×

۲۸۔ زبان رسوم و حالات سوسائٹی کا آئینہ زبان کی قدامت پسندی کی اس سے زیادہ اور کیا شہادت ہو سکتی ہے۔ کہ ہمیں اسمیں جا بجا رسوم اور حالات سوسائٹی کے نقشے نظر آئینگے۔ رسوم اور حالات جن کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ۔ اب ان الفاظ میں جلوہ نما ہیں۔

لفظ تحریر غور طلب ہے۔ زمانہ قدیم میں غلاموں کی آزادی بذریعہ نوشت ہوتی تھی۔ اور تحریر آزاد کرنے کو کہتے تھے۔ حُر اور احرار اسی ماخذ سے ہیں ۔

رسم است کہ مالکان تحریر   آزاد کنند بندۂ پیر

لیکن اب غلامی اور غلاموں کی آزادی کے دن مدت سے مفقود ہوگئے۔ لیکن تحریر تاحال لکھنے کے معنوں میں موجود ہے۔

خون بہا۔ اس حالت سوسائٹی کی یادگار ہے۔ جب قتل انسان کی قیمت قاتل سے وصول کی جاتی تھی۔ اب تغیرات زمانہ نے حالات بدل دیئے ہیں۔ لیکن لفظ تاحال زبان میں موجود ہے۔

دیباچہ۔ اس زمانہ کی یادگار ہے۔ جب کتابوں کے سرورق رنگارنگ کی گلکاریوں سے مزین کئے جاتے تھے۔

یہ بھی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کتابوں کی جلدیں چمڑے سے ان کے محفوظ کرنے کی کفیل تھیں۔

اسیر کی اصل (اسر) بتاتی ہے۔ کہ قیدیوں کو رسی سے باندھا کرتے تھے۔ اب رسی کی جگہ لوہے کی ہتھکڑی اور بیڑیاں ہوگئی ہیں۔ لیکن اسیر وہی ہے۔ اور اگر اسیران سلطانی کی حیثیت میں نہ رسن نہ ہتھکڑی نہ بیڑی ہو۔ تب بھی کوئی فرق نہیں آتا۔

بیڑا اٹھانا۔ ذمہ لینا۔ اس کی اصلیت یوں ہے کہ اگلے زمانہ کے راجاؤں اور سرداروں میں دستور تھا کہ جب کوئی کام مشکل کرنا پڑتا تھا تو وہ اپنے ماتحتوں کو بلاکر اول اس کام کی اصلیت اور حقیقت سناتے اور بعد ازاں خاصدان میں ایک گلوری رکھ کر آگے

آگے پیش کرتے تھے جو اسے اُٹھا کر کھا جاتا تھا اس پر یہ کام فرض ہو جاتا تھا۔

پھُول۔ وفات کے تیسرے روز تیجے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ اور اسے پھُول بھی کہتے ہیں۔ یہ رسم بزمانہ جلال الدین اکبر ہندؤں کی رسم سے لی گئی ہے۔ جس کی غرض یہ تھی کہ ہندؤں اور مسلمانوں میں ہر قسم کے تہوار اور تقریب میں باہمی مطابقت پیدا کی جائے۔ جو زیادہ موانست اور یکجہتی کا باعث ہو۔ چنانچہ پھُول اسی وجہ سے نام رکھا گیا کہ ان کے ہاں مُردے کی سوختہ ہڈی کو پھُول کہتے ہیں۔ اور یہ سوختہ ہڈیاں تیجے کے روز گنگا جی میں ڈالنے کو بھیج دی جاتی ہیں۔

۲۹۔ ایسے نام جو اشیاء کے بعد قائم رہتے ہیں۔ استدلال میں ان کے ماخذ نہیں آنے چاہئیں	اگرچہ نام اشیاء کے بعد بھی قائم رہتے ہیں۔ لیکن ہمیں کوئی حق نہیں۔ کہ نام کے ماخذ کو کسی استدلال میں گھسیٹتے

پھریں۔ اور اس میں کلام نہیں۔ کہ مباحثات میں ایسا کیا گیا ہے۔

۳۰۔ متروک اور متردد مسائل کے اثرات الفاظ میں باقی ہیں	مسائل جو بہت سے متردد و متروک ہو چکے ہیں۔ ان کے اثرات بھی الفاظ میں ابھی تک باقی ہیں۔ علم طب حال میں امرجہ کا مسئلہ

اب پُرانے زمانہ کی داستان سمجھا گیا ہے۔ خیر اس کی نسبت تو ابھی یونانی طب کا رواج اور طب مذکور میں مسئلہ متذکرہ کی قبولیت کافی دلیلیں ہیں۔ مگر اس کے سوا چرخ۔ گردوں۔ اور ہمایوں یقیناً متروک و مسترد خیالات کے نام لیوا ہی رہ گئے ہیں۔ گردشِ آسمان کا مسئلہ جو چرخ اور گردوں کے ناموں کی ابتدا کا ذمہ وار ہے۔ موجودہ زمانہ میں کوئی نہیں مانتا۔ اور نہ ہی ہُما کا سایہ اب کہیں دیکھنے میں آتا ہے ۔

۱۳۱۔ اس کی مزید مثالیں

ہم نے ابھی ان غلطیوں کے الفاظ میں قائم رہنے کی مثالیں ختم نہیں کیں۔ غلطیاں جو مدت سے دُھو گئی ہیں لیکن زبان میں موجود ہیں۔ الفاظ ان کے حامل ہیں۔ الفاظ جو ان غلطیوں کی مقبولیت کے وقت رائج ہوئے تھے۔ پَرِی اور دیو کا وجود اب کوئی نہیں مانتا لیکن پری پوش اور دیوانے ہر روز جا بجا نظر آتے ہیں۔ پرستان اور اِندر کے اکھاڑے کی کوئی اصلیت نہیں۔ مگر لوگ زبان میں ابھی تک ان کے مزے لوٹتے ہیں۔ انسانی زندگی پر ستاروں کے اثرات کے ہم قائل نہیں رہے۔ مگر اپنی نیک اختری اور بد طالعی کے ذکر کرنے سے باز نہیں رہتے ۔

۱۳۲۔ ایسے الفاظ کا استعمال اور ہمارا ضمیر

یہاں ایک سوال پیدا

ہوتا ہے۔ صرف رائے زنی کے لئے نہیں۔ کیونکہ بعض حلقوں میں یہ سچ مچ ضمیر کا معاملہ ہو گیا ہے۔ کہ ایسے الفاظ جو ابتدا میں توہمات یا ناراستی پر مبنی تھے۔ استعمال کرنے بھی چاہئیں یا نہیں۔ سوال تو خود بخود طے پا گیا ہے۔ الفاظ اپنی جگہ نہیں چھوڑینگے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ ان کا استحقاق ہے۔ کسی لفظ کی نسبت یہ احتمال نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہ اپنے ماخذ کے ساتھ اس طرح وابستہ ہو گیا ہے۔ اور اپنی پرورش اور نشو و نما اسی ماخذ سے یہاں تک پا رہا ہے۔ کہ اس سے الگ ہونا اور آزاد زندگی کا حاصل کرنا اس کے لئے ناممکن ہو گیا ہے۔ بغداد۔ باغ داد۔ کو ابھی تک بغداد کہے جانے میں بیہودگی نہیں۔

شکنجبین۔ اگرچہ ماخذ کے لحاظ سے سرکہ اور انگبین کا مرکب ہے مگر لیموں اور شیرہ کے مرکب کو بھی ہم اسی نام سے جانتے اور پکارتے ہیں۔ امریکہ اور دیگر اقطاع کے دریافت ہونے سے کرۂ زمین کا ایک ثلث خشکی اور آبادی ہونا تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن اسے ربع مسکوں کے نام سے یاد کرنا کوئی غلطی نہیں سمجھی جاتی۔ کل دنیا کو ہفت اقلیم کے نام سے تعبیر کرنے میں بھی کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔ چاہے موجودہ تقسیم اقالیم کچھ ہی ہو۔ اربع عناصر کو سائنس کی

نئی تحقیقات نے خارج نہیں کر دیا۔ بارہ دری کے اب ضروری نہیں۔ کہ بارہ ہی دروازہ ہوں۔ اور ستار۔ تین تاروں پر محدود نہیں۔

آہنہ۔ آئینہ ہوگیا۔ اب لوہے سے تیار نہیں ہوتا۔ اور ہم اسے آئینہ ہی کہتے ہیں۔ دیور۔ پرانے زمانہ کے رواج کا پتہ دیتا ہے۔ دیور کسی زمانہ میں بیشک دوسرا بر ہوگا۔ لیکن اب سوسائٹی میں اسکا ایسا کوئی استحقاق نہیں لیکن نام موجود ہے اور روزمرہ استعمال کیا جاتا ہے۔

الفاظ اپنے ماخذ کے اسقدر دلدادہ اور حلقہ بگوش نہیں۔ کہ ان سے جدا ہوتے ہی ناپید ہو جاویں۔ بعض اوقات ماخذ کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے ہیں۔ اور مخالفت میں پھلتے اور پھولتے ہیں۔ زمانہ کے انقلاب ایسے ہی ہیں۔

تماشہ (مشی چلنا) اب بیٹھے بیٹھے ہی ہو سکتا ہے۔ کہیں جاکر دیکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ چلتی کا نام گاڑی ہے۔ اور رنگدار کو نارنگی کہتے ہیں ؎

رنگی کو نارنگی کہیں۔ بنے دودھ کو کھویا
چلتی کو گاڑی کہیں دیکھ کبیرا رو دیا

ترقی وتنزلِ الفاظ کا تاریخی پہلو	۳۳۔ ترقی وتنزلِ الفاظ پر توقیر جو

انہوں نے امتداد زمانہ سے ذلت کی بجائے حاصل کی اور ذلت توقیر کی بجائے۔ ہم گذشتہ فصل میں اخلاقی پہلو سے بحث کر چکے ہیں۔ اور یہ ترقی و تنزل الفاظ تاریخی اعتبار سے بھی بیحد وقیع ہے۔ الفاظ کی قسمت کے پھیر۔ انسان اور مختلف خانوادوں کی قسمت کی طرح دیکھنا ایک دلچسپ اور حیرت انگیز نظارہ ہے۔ بعض دُنیاوی وجاہت میں بے انتہا بڑھ گئے ہیں۔ اور ایسے رُتبہ پر پہنچے ہیں۔ کہ ان کی ابتدائی زندگی میں کسی کے وہم وگمان میں نہیں آسکتا تھا۔ بعض بدنامی کا ٹیکہ ماتھے پر لگوا کر ذات پات کھو بیٹھے ہیں۔ اور علو مرتبت سے گر کر رذیل اور ذلیل کاموں میں سرگرداں ہیں۔

شان وشوکت اور عزت ومرتبت کے القاب وخطابات بالخصوص ترقی وتنزل کے زیرمشق ہوتے رہے ہیں ۔

حاجب کا لفظ جو اسلامی حکومت کے زمانہ میں ایشیا کی سرزمین پر ادنےٰ درجہ کی خدمات پر مامور تھا۔ اندلس کی خوشگوار آب وہوا میں سیاسی خدمات کے اعلےٰ رُتبہ پر پہنچ گیا۔ اور اسپین کے حکمران خاندان امیہ کے سب سے زیادہ مقتدر اور با اختیار عہدہ کا حامل ہوا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ سب سے زیادہ طاقتور

فرد بن گیا۔

احدی مغلوں کی حکومت ہند کے زمانہ میں ایسے لوگ تھے۔ جن کے متعلق کوئی خدمت نہ تھی۔ لیکن گھر بیٹھے تنخواہ پاتے تھے۔ اب سست اور کاہل لوگوں کا نام ہے۔ بعض اوقات ایک زبان میں کوئی لفظ ایک حیثیت رکھتا ہے۔ اور دوسری زبان میں آکر حیثیت سے گر جاتا ہے۔

مشعلچی۔ مشعل والا۔ لیکن اُردو میں آکر باورچی خانہ میں برتن صاف کرنے کی خدمت کے لئے مخصوص ہو گیا۔

اسلامی عرب میں ساقی پلانے والا تھا۔ اور خدا پرستی کی ضو میں ساقیٔ کوثر کی صحبت میں اس کی علوشان نمایاں ہے۔ عیش پرست ایران میں پہنچا۔ راگ رنگ کی مجلسیں اس کے لئے کھل گئیں۔ مے شیراز پر بالخصوص اسے تصرف حاصل ہو گیا۔ اور شراب پلانے کی خدمت پر مامور ہو کر بزم عشرت کا رُکن رکین بن گیا۔ مے نوشی اور مے فروشی۔ مے پینا اور مے پلانا۔ اس کی خصوصی خدمت ہو گئی۔ جب ایران سے ہندوستان میں آیا۔ تو یہاں بھی اسی حیثیت میں اس کی خوب آؤ بھگت ہوئی۔ یہاں بھی وہی مجلسیں وہی رونقیں۔ وہی کار فرمائیاں۔ اور وہی کار پردازیاں تھیں۔ اور چند سے رہیں

مگر انقلابِ زمانہ نے ہندوستان کی ان مجلسوں کی گرمی۔ ناداری کی ناگوار آب و ہوا میں آگ اور پانی کی دلکشی میں بدل دی۔ ساقی تو وہی رہا۔ لیکن اب وہ شراب کی محفلیں کہاں۔ بےچارہ صبح و شام سرِ بازار حقہ پلانے کے رذیل پیشہ کی تگ و دو سے اب اپنا پیٹ پالتا ہے۔ اور صرف خود ہی نہیں۔ بلکہ غریب کی جورو بھی جو عرب و ایران میں کبھی سامنے نہ آئی تھی۔ ہرکس و ناکس کی روشناس ہو کر یہاں روٹی کمانے کی اسی خواری میں سرگرداں ہے۔ چودھری خوشی محمد صاحب ناظر فرماتے ہیں۔

ایک دن ناظر نظارہ پسند　　چاندنی چوک کو جو جانے لگا
ایک ساقی سالخوردہ ضعیف　　آ کے حُقہ مجھے پلانے لگا
اسکے حقہ پہ سرسوں پھولی تھی　　سبزہ و گل کا لُطف آنے لگا
نام پوچھا کہا مبارز خاں　　نام سُنکر میں مُسکرانے لگا
میرے ہنسنے پہ رو دیا ساقی　　دردِ دل رو کے یوں سُنانے لگا
نسلِ تغلق سے ہے یہ ننگِ سلف　　آج یوں ٹھوکریں کھانے لگا
بزمِ آبا جو ہو گئی برہم　　نام ساقی کا مجھ کو بھانے لگا

مختصر۔ فارسی کے اعلٰے ترپایہ سے اُردو میں جاروب کشی کے ذلیل ترین درجہ تک گر گیا ہے۔

۴۳۔ لفظی تاریخ کی طرف بے اعتنائی نہ ہو

جو کچھ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ وہ اس امر کا کافی شاہد ہے۔ اور اس میں انکار کی گنجائش نہیں۔ کہ ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ الفاظ میں تواریخ ہے۔ غور کرو۔ کہ نقدی جو روزمرّہ کے کاروبار میں ہر وقت ہمارے ہاتھ سے نکلتی ہے۔ اس پر فرداً فرداً کوئی نہ کوئی خصوصیت قابل توجہ ہوتی ہے۔ کسی پر کوئی دلچسپ اصول لکھا ہوتا ہے۔ کسی پر کوئی مشہور واقعہ تحریر ہوتا ہے۔ کسی پر کوئی قابل یادگار تاریخ۔ بعض پر صنعت کے اعلیٰ درجہ کے نمونہ۔ نایاب اور خوبصورت نقشوں سے منقوش۔ یا کسی پر اپنے حکیم یا بادشاہ کے چہرے کی تصویر ہوتی ہے بعض زبردست قوموں کی جو دنیا میں اپنی شہرت کا ڈنکا بجا چکی ہیں۔ تنہا یادگاریں ہونگی۔ اپنی علمیت کو بڑھانے اور حضرت انسان کے احساسات اور کارناموں کی طرف اس سے زیادہ لاپرواہی اور بے اعتنائی کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے۔ اگر ہم خاموش اور اسی پر قانع رہیں۔ کہ یہ نقدی آئے۔ اور جائے۔ اور ہمارے پاس رہے۔ یا ہمارے ہاتھ سے نکل جائے۔ اور ہم ایک لحظہ کے لئے بھی اس کی طرف توجہ کی نگاہ سے نہ دیکھیں۔ روحانی اور ذہنی نقدی کی بعینہ یہی حالت ہے۔

نقدی جو کسی طرح قدر وقیمت میں کم نہیں۔ اور ایسی کہ جس کی وساطت سے ہم نے اپنی زندگی کے اہم ترین معاملات کو طے کرنا ہے۔ ہمیں احتیاط لازم ہے۔ کہ ہم اس معاملہ میں ایسی فضول بے اعتنائی کے مرتکب ہوں۔ جس کی طرف ہم نے ابھی اشارہ کیا ہے ؀

فصل پنجم

نئے الفاظ

۱۔ الفاظ کی پیدائش مضمون جو اسوقت ہمارے زیر بحث ہے اس کا کوئی ایک حصہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ بڑے بڑے مہتم بالشان الفاظ مختلف زمانوں میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ بعض ایسے الفاظ بھی ہیں جو کسی ایسی اہمیت کے مدعی تو نہیں لیکن ان کی ابتدا اور ان کا رائج ہونا خاص حالات سے وابستہ ہے۔ بلاشبہ سرگذشت الفاظ کے مختلف حصص آپس میں

اسقدر ملے جُلے ہیں کہ ہمارے مضمون کا یہ حصّہ بھی اس سے پہلے کہیں کہیں معرض بیان میں ضرور آگیا ہے۔ تاہم یہ حصّہ ایسا دلکش ہے اور اسقدر مفید بنایا جاسکتا ہے کہ اس کے لئے ایک الگ فصل دینا مناسب ہوگا۔

ہمارا تو یہاں تک یقین ہے کہ ایک ضخیم کتاب لکھی جاسکتی ہے جو دلچسپی میں لاثانی ہو اور جو صرف اس امر پر ہی محدود ہو کہ فلاں فلاں نئے الفاظ فلاں کتاب یا رسالہ یا صحیفہ میں اوّل ہی اوّل لکھے گئے یا فلاں مصنّف نے اوّل ہی اوّل استعمال کئے۔ اس فہرست الفاظ میں وہ الفاظ بھی شامل ہونے چاہئیں جو پہلے موجود تھے لیکن بعد میں نئے معنوں میں مستعمل ہونے لگے۔ اور دُنیا کی تواریخ میں نمایاں ہو کر چمکے۔

اس فہرست میں آپ کو بعض ایسے الفاظ ملینگے جو ذہنی اور رُوحانی عالم کے علو درجات میں ابدی لمعات نوُر سے دہک رہے ہیں اور ان کا وجود میں آنا ہمارے دلوں میں وہی احساس پیدا کرتا ہے جو علم نجوم کے دلدادہ کو کسی نئے سیارہ کے انکشاف پر تڑپا دیتا ہے۔

۴۔ تنبیہ لیکن احتیاط لازمی ہے۔ ہمیں ہر ایک حالت میں بلکہ اکثر حالات میں بھی یہ فرض نہ کر لینا چاہیئے کہ کسی لفظ کی پیدائش اس کے

ہماری حدنگاہ میں آنے کے وقت کے عین مطابق ہوگی۔ بعض اوقات تو بیشک ایسا ہوتا ہے۔ اور ہم کسی لفظ کی پیدائش کا وقت ذیرِ نظر رکھ کر وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں وقت یا فلاں موقعہ پر یہ عالم وجود میں آیا۔ فلاں کتاب میں۔ یا فلاں شخص کی زبان سے نکلا لیکن یہ بھی ہوگا۔ کہ ہم کسی لفظ کی نسبت صرف اتنا ہی کہہ سکیں گے۔ فلاں زمانہ کے قریب اور فلاں جگہ کے آس پاس ہی کہیں یہ پیدا ہوا تھا۔ کیونکہ اوّل ہی اوّل ہم اس سے فلاں مصنّف کی کتاب سے آشنا ہوئے۔ ایسے ایسے حالات میں۔ پُرانی ادبیات کے چند پریشان ورق ہی ہم تک پہنچے ہیں اور ان میں کسی لفظ کی اوّلین روشناسی تو یقیناً قابلِ لحاظ اور مفید ہوتی ہے لیکن ہر ایک حالت میں یا کم سے کم اکثر حالات میں اس کی پیدائش کا وقت معیّن کرنا ناممکن ہے۔ موجودہ زمانہ میں بھی ہمیں اکثر حالات میں زمانہ کے تعیین پر قناعت کرنی پڑتی ہے۔ اور اس سے زیادہ کہنا مشکل ہوتا ہے کہ ان حدود کے اندر ہی لفظ پیدا ہوا ہوگا یہی حال مقامی تعیین کا بھی ہے۔ البتہ بعد میں مزید تحقیقات سے وقتاً فوقتاً اس کی حدودِ زمانی اور مکانی کا دائرہ تنگ کرنے کی سعی رہتی ہے ❊

۳۔ مذہب اور نورایمان کے پیدا کردہ الفاظ	مذہب اور نور ایمان نے جو الفاظ دیئے ہیں۔ ان میں سے قابل غور اور ایک طرح سے یادگار

زمانہ الفاظ ذیل کا پیدا ہونا ہے۔

تثلیث۔ توحید۔ مسلم۔ کرسٹان۔ انصار۔ مہاجرین۔ یارغار حواری۔ نروان۔ سکھ اور سنگھ۔ تناسخ۔ تسبیح و تہلیل۔ نماز روزہ۔ حج زکوٰۃ۔ ایمان۔ دھرم۔ حشر۔ دوزخ۔ بہشت

۴۔ تاریخی اور جغرافیائی نام	تاریخی اور جغرافیائی ناموں کی ابتدا کا پتہ لگانا بھی خالی از منفعت نہیں۔

پنجاب۔ ہند۔ افغانستان۔ بلوچستان۔ لاہور۔ سیالکوٹ۔ امرتسر۔ شاہجہان آباد۔ اکبرآباد۔ ایران۔ توران۔ بغداد۔ جبل الطارق۔ قرطبہ۔ وادی الکبیر۔ احمد آباد۔ لکھنؤ۔ دلی کلکتہ

اسلامی تاریخ میں امیرالمومنین اور ذمی بھی دلچسپ اور سبق آموز یادگار ہیں۔

۵۔ الفاظ مذکورہ بالا میں چند ایک پر تفصیل بحث	متذکرہ بالا الفاظ سے دو چار الفاظ ہم مثال کے طور پر لینگے اور دکھائینگے کہ انکی سرگذشت

کس قدر نتیجہ خیز ہے۔

لفظ ذمی اسلامی تاریخ کے ابتدا میں پیدا ہوا اور حکومت کی

ذمہ داری کا احساس جو اسلامیوں کو اپنے عہد حکومت میں تھا۔ ذمی بلاخوف تردید ابھی تک اس کی ترجمانی کا حق ادا کر رہا ہے۔

آغاز اسلام کے ابتدائی سالوں میں ہی مسلمانوں کی سلطنت مختلف ممالک میں پھیل گئی۔ مختلف قومیں اور مختلف مذاہب حکومت اسلامیہ کے زیر نگین آ گئے۔ اور احکام الٰہی اور پیغمبر خدا کی ہدایات کے ماتحت اسلامیوں نے اپنی مختلف الاقوام اور مختلف المذاہب رعایا کی نگہداشت اپنا فرض سمجھا۔ ان کے جان۔ ان کا مال۔ ان کا ناموس۔ ان کی عزت۔ شرعاً اور قانوناً وہی ذمہ داریاں حکومت اسلامیہ پر ڈالے ہوئے تھے جو مسلمانوں کے متعلق حکومت برداشت کر رہی تھی اور ان مختلف الاقوام اور مختلف المذاہب اشخاص کے حقوق کی ذمگی مسلمانوں نے ہر وقت زیر نظر رکھنے کے لئے انہیں ذمی کا نام دے رکھا تھا۔

یار غار۔ پر آپ نے کبھی غور نہ کیا ہوگا۔ جب پیغمبر خدا کو مکہ والوں نے بت پرستی کی مخالفت اور توحید کی اشاعت پر تنگ کرنا شروع کیا اور مکہ میں رہنا آپ کے لئے ناممکن ہو گیا۔ تو آپ نے مکہ سے ہجرت کرنا مناسب سمجھا۔ دیکھو یہی ہجرت ہے جس سے سنہ ہجری شمار ہوتا ہے۔ آپ کی اس ہجرت میں آپ کے رفیق حضرت ابابکر صدیق ؓ

تھے۔ مکہ سے نکلتے ہی دشمنوں کے تعاقب سے بچنے کے لئے آپ نے مکہ کے پاس ہی ایک غار میں مقام کیا۔ اور اس غار میں آپ کے اور حضرت ابا بکرؓ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ غار میں ہر دو اصحاب بھوکے پیاسے پڑے رہے۔ دشمن آئے۔ غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا تھا۔ اِدھر اُدھر دیکھا اور چلدیئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد یہ دونو رفیق وہاں سے نکلے اور مدینہ منورہ کو چلے گئے۔ اس مصیبت اور بلا کے زمانہ میں ابا بکر صدیقؓ نے جو آنحضرتؐ کا حق رفاقت ادا کیا۔ اور بالخصوص ایثار اور جان نثاری کی آمادگی جو آپ نے دکھائی اسی کی یاد میں یارِ غار کا لفظ بن گیا ہے۔ اور اس صداقت اور ایثار کا مرادف ہے جو خلیفہ اوّل نے اپنے عزیز نبیؐ کی رفاقت میں ظاہر کئے تھے؛

امرتسر۔ پنجاب میں سکھوں کی حکومت کی ایک عظیم الشان یادگار ہے۔ امرتسر میں دربار صاحب کے زریں مندر کا تقدّس مآب تالاب (سر) اپنے امرت۔ آب حیات۔ سے تاریخ ہند میں شہر امرتسر کی بقائے دوام کا کفیل ہے۔ اور شیر پنجاب کی حکومت کے زمانہ کو سنہری الفاظ میں صفحات تاریخ پر لکھ رہا ہے۔

افغانستان۔ افغانوں کا ملک ہے۔ باشندوں کی طاقت۔

خود داری۔ اور آزادی پسند طبیعت نے ملک سے اپنا نام نہیں لیا۔ جیسا کہ ہم پنجاب سے پنجابی کہلاتے ہیں۔ بلکہ افغانستان اپنے نام کے لئے اس قوم کا ممنون ہے جس نے وہاں اپنا قیام کیا ہے۔

۶۔ نئے الفاظ کی تحقیقات کے اصول

ان مثالوں سے صاف ظاہر ہے کہ نئے الفاظ۔ اور حالات جن میں وہ نئے الفاظ پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ہم انہیں تھوڑی سی توجہ سے ملاحظہ کریں۔ اور نظر غور سے دیکھیں تو کافی اور وافی ذخیرے ہماری ضیافت طبع کے لئے رکھتے ہیں۔ ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ کن حالات میں اور کن اسباب سے وہ عالم وجود میں آئے اور کس زمانہ میں زبان ایسے الفاظ سے زیادہ تر بارور ہوتی ہے۔ اور وہ سوسائٹی کے کس درجہ میں عموماً پیدا ہوتے ہیں۔ اور دیگر امور بھی جو اس بحث میں مفید مطلب ہوں نظرانداز نہ ہونے چاہئیں

۷۔ اسباب پیدائش الفاظ پر نئے اخلاقی اور روحانی قویٰ کا عمل

اسباب جو کسی زبان کے لغات میں ترقی دینے کی ضرورت بدرجہ اولےٰ پیدا کرتے ہیں۔ اور اس ضرورت کو پورا کرنے کے واسطے الفاظ مہیا کرتے ہیں عقلِ کل کے اس آئین کے زیر فرمان

ہیں جن کے رو سے تاریخ عالم کے قرون مختصہ میں بالخصوص نئی اخلاقی اور روحانی قوتیں عمل پیرا ہو کر سوسائٹی کا مرکز تک ہلا دیتی ہیں۔ اور جب کسی قوم کی یہ حالت ہوتی ہے تو وہ اپنی زبان پر وہ مطالبات کرتی ہے جو پیشتر کبھی نہ ہوئے تھے۔ اس سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ ایسے حقائق بیان کر سکے۔ ان خیالات کے اظہار کے قابل ہو۔ جو آغاز زبان میں اجنبی تھے۔ اور جن کے بیان اور اظہار کے لئے قدرتی طور پر الفاظ کا فی الفور ملنا سہل نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ نئے خیالات اور جذبات ان خیالات اور جذبات کے مقابلہ میں زیادہ وسیع اور زیادہ عمیق ہوتے ہیں جن کی اس زبان کے بولنے والوں کو عادت اور اہلیت تھی۔ لیکن جب کسی دریا کی وادی میں اسکی ندی کا پانی اس کثرت سے آجاتا ہے جو اس کی بساط سے باہر ہو۔ تو یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوگی اگر پانی دریا کے کناروں سے اُچھل پڑے۔ دائیں بائیں نکل آئے۔ یا زور سے نیا راستہ اپنے بہاؤ کے لئے بنا لے۔ اور یہی صورت زبان میں نئے الفاظ کی رو کی ہوتی ہے۔

۸۔ ظہور اسلام اور اس کا اثر زبان پر	اس حقیقت کی عظیم الشان مثال ظہور اسلام کا زمانہ ہے۔ عرب کے زمانہ جاہلیت کی زبان۔ باوجود

اپنی وسعت۔ اور جامعیت کے ان حقائق اور معارف کے اظہار سے بالکل قاصر تھی جنکے اظہار اور جن کی اشاعت کا اسلام کفیل ہوکر آیا تھا۔ نئے خیالات کے لئے پرانا لباس تنگ تھا اور اس لیے ضرورت تھی کہ وہ اپنے واسطے نیا ملبوس بنائیں۔ نئی روحانی شراب کے واسطے نئے خم اور نئی صراحیاں درکار تھیں تاکہ سب کے سب شراب۔ خم۔ اور صراحی قائم رہیں۔ پرانے خم اور پرانی صراحیاں نہ تو اسقدر مضبوط اور نہ ہی ایسی فراخ تھیں کہ ان میں نئی شراب سما سکے۔

معمولی الفاظ کا تو کیا ذکر ہے۔ اللہ کا لفظ ہمارے اوپر کے بیان کی مہتم بالشان مثال ہے۔

رسولؐ خدا کی بعثت سے پہلے اللہ کا لفظ اور اس کے مفہوم سے عربوں کی زبان اور ان کے دماغ بالکل نا آشنا تھے۔ انکی روحانی حالت مختلف معبودوں کی عبودیت کے چکر میں ایک خدا کے خیال سے کہیں دور حیران و سرگردان تھی۔ ظہور اسلام نے خدائے وحدہٗ لاشریک کی تلقین ان کے ذہن نشین کرنے کے لئے اللہ کا لفظ انہیں بتایا۔ لفظ الٰہ تو ان کے ہاں پہلے بھی تھا۔ اور اسکا مفہوم بھی مختلف اشکال میں ان کے دل و دماغ پر قابو پا لئے

ہوئے تھا۔ لیکن تعلیم اسلامی نے اُن پر واضح کر دیا کہ حقیقی الٰہ ایک ہی ہے۔ اس کی ذات پاک ہے۔ نہ اس کی اولاد ہے اور نہ ہی وہ کسی کا مولود ہے۔ اور کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں۔ اور ان صفات کی ذات۔ اللہ ہے۔

۹۔ اسلام کا تسلط ایران پر۔ غیر زبان میں نئی رُوحانی زندگی

مشکلات جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور بھی زیادہ نمایاں ہوئیں جب اسلام نے ایران اور ایرانیوں میں ایک نئی روحانی زندگی کی بنا ڈالی۔ فارسی نے مذہب کے نئے خیالات کے ساتھ ہی ان کے مناسب الفاظ بلا روک ٹوک لے لئے۔ اور اپنی زبان کے الفاظ میں بھی جہاں تک ہوسکا کچھ تبدیلیاں حالات کے مطابق کر لیں۔

اللہ اور صفات الٰہی کے خیالات جو اسلام نے تلقین کئے ایران کے لئے بالکل نئے تھے۔ ان کے ہاں نیکی اور بدی کی دو طاقتیں الگ الگ تھیں۔ توحید کا خیال وہاں مطلقاً موجود نہ تھا۔ اسلام قبول کرتے ہوئے ایرانیوں نے اللہ کے جمالی اور جلالی نام اپنی زبان میں داخل کر لئے اور اپنے ہاں کے یزدان کو بھی جو پہلے اہرمن بدی کی طاقت کے مقابلہ میں موجود تھا۔ دوعملی کے سلسلہ سے نکال کر وحدانیت کی کرسی پر مزین کر دیا۔ فارسی والوں نے

اسی درجہ میں ایک اور لفظ کو بھی اشاعت اسلام کے بعد خداوندی کی عام اور معمولی حیثیت سے اٹھا کر خدا کے اعلےٰ و افضل رتبہ پر پہنچا دیا ہے۔

اسی قبیل میں پیغمبر اور فرشتہ بھی قابل ذکر ہیں۔ پیمبر۔ پیغمبر۔ پیامبر۔ پیغامبر ہے۔ اور ہر ایک قاصد کے لئے بولا جاسکتا تھا لیکن اب مذہبی رنگ میں الف۔ گرا کر پیمبری پیغمبری۔ خدائے جل و علا کے پیام۔ پیغام لیجانے کی عزت سے مخصوص ہوگئی ہے۔ فرشتہ۔ فرستہ ہے۔ اور خدا کا فرستہ۔ اور اس صورت میں ملکوتی صفات سے متصف ہو کر عالم علوی کا ایک فرد بن گیا ہے۔

۱۰۔ دائرہ علمی کی توسیع توسیع کلام کا باعث ہوتی ہے آپ نے دیکھا ہے کہ جب نئے حقائق۔ اخلاقی یا روحانی انسان کی زبان پر جاری ہوتے ہیں تو توسیع کلامی لابدی ہو جاتی ہے لیکن یہ عمل توسیع۔ یہاں تک ہی محدود نہیں۔ حقائق اولیہ جو فطرت انسانی میں ودیعت رکھے گئے ہیں ان میں سے ہر ایک کا درجہ بدرجہ انکشاف۔ انسان کے دائرہ علمی۔ بیرونی یا اندرونی۔ دن بدن بڑھنے والا احاطہ۔ توسیع کلامی کی ضرورت میں پیدا کرتا ہے۔ اور ان ضرورتوں کے مطابق زبان میں ایزادی اور وسعت عمل میں آتی ہے۔ اسلام کی اشاعت سلطنت اسلامی کی

توسیع اور اس کا اقتدار۔ علوم و فنون کے چرچے۔ مذہب کی فرقہ بندیاں۔ اور مختلف قوموں کے میل جول نے جہاں کہیں مسلمان گئے۔ زبان میں نئی روح پھونکدی اور نئے خیالات۔ نئی چیزوں اور نئی باتوں اور نئے ساز و سامان کے ساتھ ساتھ زبانوں نے بھی نئے ڈھانچے بدلے۔ نئے الفاظ۔ نئی ترکیبیں اور نئی طرز تحریر و تقریر اختیار کی۔

مذہب۔ فلسفہ۔ اور طبیعیات نے ترقی زبان میں معتد بہ حصہ لیا ہے۔ اور ان الفاظ میں سے جو ان شعبوں نے ایزاد کئے ہیں اکثر بلا شبہ اپنے مخصوص دائرہ سے باہر نہیں نکلے اور خاصتہً اصطلاحی۔ علمی یا مذہبی الفاظ ہی رہے ہیں۔ لیکن ایک کثیر تعداد ان الفاظ کی طبیعیات سے کے علمی زاویہ۔ مدرسہ۔ یا منبر و محراب سے نکل کر روزمرہ کی زبان میں رائج ہو گئے ہیں۔ اور ان خیالات کے ساتھ ہی جو ان کے محمول ہیں ہر ایک کا ورثہ بن گئے ہیں۔ کیونکہ اصطلاحی اور علمی الفاظ کو عام لوگ کتنا ہی ناپسند کیوں نہ کرتے ہوں پھر بھی یہ طریق عمل برابر جاری ہے اور اس کا مفصل پتہ لگانا فائدہ اور لطف سے خالی نہ ہو گا۔

جہاں کوئی تحریک قبولیت عام لئے ہوتی ہے اور لوگوں کے دل اور دماغ میں منہمک	۱۱۔ مقبول عام تحریکیں نئے الفاظ وجود میں لاتی ہیں

ہوتے ہیں اس کے متعلق نئے الفاظ عوام الناس کے دل سے خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں اور ان کا ظہور کسی ایک آدمی سے منسوب کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ یہ سب کے دل سے نکلتے ہیں اور سب کی ملکیت ہوتے ہیں۔ لیکن جہاں تحریک بالخصوص دائرہ دنیات تک محدود ہو یا فلسفہ وطبیعیات کے ایسے شعبوں کے متعلق ہو جن میں چند افراد ہی دیدبانوں یا رہنماؤں کی حیثیت سے حصّہ لے سکتے ہیں وہاں زبان کی توسیع میں وہ آزادی۔ اور وہ شوخی نہ ہوگی جو پہلی صورت میں ہونی ضروری ہے۔ ان الفاظ میں زیادہ بناوٹ۔ اور کمتر آزادی ہوگی۔ یہاں بھی ایک فرد قوم کی ذہانت طبع جیسا کہ وہاں قوم کی مجموعی طاقت بسا اوقات اپنا نشان لگا دیتی ہے۔ اور فرداً فرداً کئی ایک ایسے الفاظ ہونگے جو بڑے غور و فکر۔ یا طبیعت رسا کے فوری عمل یا ہر دو کے نیک اجتماع کا نتیجہ ہیں۔ الفاظ جو ایک وسیع دائرہ میں۔ قبل ازیں تاروتاریک دائرہ شمع کی طرح۔ روشنی پھیلا رہے ہیں اور ممکن ہے کہ اس کی لو کہیں دُور کی نامعلوم فضا میں بھی لگی ہوئی ہو۔ الفاظ جو زمانہ گذشتہ کے ایک خاص حصّہ کے جملہ محاصل جمع کئے ہوئے ہیں اور ان میں دماغ انسانی کو غیر مفتوحہ علاقوں میں اپنے مقبوضات بڑھانے کا ایک زبردست جولانگاہ

مل جاتا ہے۔

۱۲۔ ممتاز افراد نئے الفاظ بناتے ہیں

مولانا آزاد فرماتے ہیں۔

"ہر زبان کے فصحا کا قاعدہ ہے کہ اپنی زبان میں تصرفات لطیف سے کچھ ایجاد کر کے نئے الفاظ اور اصطلاحیں پیدا کرتے ہیں۔ ہماری اُردو بھی اس میدان میں کسی سے پیچھے نہیں رہی۔ ان اصطلاحوں کی بنیاد اگرچہ اتفاقی پڑتی ہے مگر ان لوگوں کی طبیعت سے ہوتی ہے جو علم کے ساتھ فکر عالی۔ طبیعت برّاق۔ ذہن پر ایجاد۔ اور ایجاد دلپذیر رکھتے ہیں۔ انہی کے کلام کو خاص وعام کے دلوں میں بھی اثر ہوتا ہے کہ بات سب کے دلوں کو بھلی لگتی ہے۔ اور لے اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً گھوڑے کا رنگ جسے ہندوستان میں سرنگ اور پنجابی میں چنبا یا لکا کہتے ہیں۔ فارسی میں اسے کرنگ کہتے ہیں۔ چونکہ بھاشا میں ک۔ علامت بدی۔ اور س۔ علامت نیکی ہے۔ اسلئے اکبر نے اس کا نام سرنگ رکھا۔ گھوڑے کی اندھیری کا نام اُجیالی رکھا کہ نیک شگون ہے۔ خاکروب کو حلال خور کا خطاب بھی اسی ذرہ نواز بادشاہ کا بخشا ہوا ہے۔ جہانگیر کی رنگیلی طبیعت نے شراب کا نام رام رنگی رکھا اور اس کو فارسی کے شعرا نے اشعار میں بھی باندھا۔

طالب آملی ۔ ؎

نہ ایم منکر صہبا ولیک مے گویم — کہ رام رنگئ ما نشۂ دگر دارد

سنگترہ کو اس کی خوبی و خوش رنگی کے سبب سے محمد شاہ نے رنگترہ کہا۔ بلبل ہندوستان کا گلدم نام رکھا۔ ہار کے لفظ کو بدشگون سمجھ کر پھُلمال کہوایا۔ شاہ عالم نے سرخاب کو بھی گلسرہ کہا۔ مگر اس نے رواج نہ پایا۔ نواب سعادت علی خاں مرحوم نے ملائی کا نام بالائی رکھا۔ کہ لکھنؤ میں عام اور دلی وغیرہ میں کم رائج ہے۔ مذاق سلیم دونوں کے لطف میں امتیاز کر سکتا ہے"۔

مسلم۔ آجکل ایک عام لفظ ہر ایک کلمہ گو کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس کے اطلاق میں ہرگز ہرگز اس امر کی تمیز یا پروا نہیں ہوتی کہ لفظ مسلم کی حقیقت کیا ہے۔ کون لوگ اس نام سے پکارے جانے کے قابل ہیں یہ لفظ کس طرح وجود میں آیا۔ اول ہی اول کس نے اور کسے اس نام سے موسوم کیا اور کیا اب جس شخص کے لئے ہم اس لفظ کو استعمال کرنا چاہتے ہیں وہ اس قابل بھی ہے یا نہیں کہ اس جماعت میں جس کا مسلم اول ایک فرد تھا شمار کیا جاسکے۔ نام۔ نامزد کرنے والا۔ اور مسلم اول اس اعلےٰ رتبہ اور پایہ کے ہیں کہ انکشاف حقیقت پر تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ لفظ

مسلم کی شان اس امر کی متقاضی ہے کہ اس کا موسوم کسی حالت میں بھی نام کو بٹہ نہ لگائے۔

اوّل ہی اوّل فرقان حمید نے اُس مذہب کو جس کی اشاعت کا وہ خود کفیل ہے اسلام کے نام سے یاد کیا اور اسی کلام پاک میں ہی رسول خدا کو اوّل المسلمین کا لقب عطا ہُوا۔ کلام اللہ شاہد ہے کہ رسول کریم نے فرمان الٰہی کے مطابق اپنے آپکو اوّل المسلمین فرمایا اور بعد میں آپکے شیدائیوں نے اسی ہدایت ربّانی کے بموجب مسلم اوّل کی تبعیت میں مسلم کا شاندار نام اختیار کیا۔

ولی عہد کا لفظ بھی اس موقعہ پر قابل غور ہے۔ خلفائے بنوامیہ اس لفظ کے رواج کے ذمّہ دار ہیں۔ جب امیر معاویہ نے سلطنت اسلامی اپنے قبضہ میں لی اور دُنیاوی لالچ نے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ سلطنت اب اس کے خاندان میں رہے۔ تو اس نے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے اسلامیوں کے مشہور ایفائے عہد کے وصف سے فائدہ اُٹھانے کی ٹھانی مسلمانوں سے عہد لیا کہ اسکے بعد وہ اس کے بیٹے کو بادشاہ بنائینگے اور اس عہد کی پختگی بیٹے کے ہاتھ پر ضابطہ بیعت کرانے سے کرلی۔ اس طرح اُس بیعت کے عہد کا ولی یعنے مالک حکمران بادشاہ کے زندگی میں ولی عہد کے

نام سے موسوم ہوگیا۔ اور اب رفتہ رفتہ وارث تاج وتخت بلالحاظ کسی بیعت یا عہد کے اسی نام سے پکارا جاتا ہے

۱۴۔ الفاظ بنانے میں شاعر کا حصہ

افراد کے غور وفکر کے بعد الفاظ بنانے اور عوام الناس کے مُنہ سے الفاظ کے خود بخود پیدا ہونے کے درمیان ایک اور شخص بھی ہے جو الفاظ بنانے میں سب سے زیادہ مدد معاون ہے۔ اور یہ شخص بلاشبہ شاعر ہے۔ اس کی نازکخیالی۔ بلند پروازی اور خیال آفرینی اس میدان میں بھی اسی چستی اور ہُنر سے کام کرتی ہے جو شاعر کا خاصہ ہے۔ وسعت نظری اور حسّی کے ساتھ ساتھ ہی وہ زبان کی بھی توسیع کر رہا ہوتا ہے۔ اس کی بارآور طبیعت کے نوزائیدگان نئے نئے خیالات۔ نئے نئے حسیات اور ان کے لئے نئے نئے لفظی لباس زبان کی دولت وحشمت میں دن رات بیش بہا ایزادی کرتے ہیں اور اس دولت وحشمت کی مقدار شاعر کی بلند خیالی کے اندازہ سے ہوگی۔ کیونکہ اسی بلند خیالی کے وقت کے جذبات روانی طبیعت کے زور میں بیان کی وہ جدت آفرنیاں کرینگے کہ وہ خود بھی اپنے معمولی حالات میں ان کی جرأت نہ کرتا یا اگر جرأت بھی کرتا تو لوگوں کو بلند خیالی کی اس چاشنی کے بغیر جو صراحتاً ان حالات میں معدوم ہوگی ساتھ اپنے ہمراہ لیجا نے

سے یقیناً قاصر رہتا صرف یہی نہیں کہ پرانے اور دیدہ آشنا الفاظ ہی شاعر کی زبان پر نئی صورتیں اور نئے مذاق پیدا کر لیتے ہیں یہی نہیں کہ الفاظ جو آجتک لوگوں کی زبان پر جاری تھے یا کسی مقامی بولی تک ہی محدود تھے شاعر کی مہر قبولیت سے انہیں نئے رنگ میں شہرت عامہ حاصل ہو جاتی ہے۔ بلکہ وہ اپنی مادری زبان کو الفاظ سے جنہیں پہلے کوئی جانتا بھی نہ تھا اور جن کا وجود بھی نہ تھا معمور کر دیتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کسی زبان کے تاریخی زمانہ میں کوئی شخص اس امر کا مجاز نہیں کہ وہ سوائے موجودہ مفردات پر عمل کرنے کے اور کچھ دخل دے اور شاعر کو بھی اس سے زیادہ حق نہیں۔ وہ بھی ان مفردات کے مضمر خواص کو نشوونما دیتا ہے۔ مختلف اجزاء کو یکجا کر کے ملاتا ہے۔ اور بھولے بھٹکوں کو راہ پر لے آتا ہے۔ اور اسی عمل کو ہم نے عدم سے عالم وجود میں لانے سے تعبیر کیا ہے۔

۱۴۔ الفاظ کی ترویج غور و فکر سے

بغور و فکر الفاظ بنانے کے مضمون کی طرف ہم پھر عود کرتے ہیں۔ زمانہ حال کی نئی ضرورتوں نے پچھلے چند سالوں میں ہی زبان میں کئی ایک نئے الفاظ پیدا کر دیئے ہیں۔ سیاسی تحریک کی رو نے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک ایشیائی ممالک کو تہ وبالا کر دیا ہے اور اہم تغیرات سیاسی اور نظامی جو وقوع میں

آئے ہیں انہوں نے نئے الفاظ ہر ایک ایسی مملکت کی زبان کو دیئے ہیں اور چونکہ ہندوستان کی زبان ان ممالک کی زبانوں سے ایک واسطہ رکھتی ہے یہاں بھی اسی تحریک کی رَو کے دُور دراز اور لہذا کمزور لہروں نے ان نئے الفاظ میں سے چند ایک ادھر بھی پھینک دیئے ہیں جو بخوشی چُن لئے گئے ہیں ۔

مثال کے طور پر مجلس علیہ - مبعوثین - نمایندے - حریت - حزب الاحرار - اور استبداد کافی ہونگے -

خود ہندوستان میں عدم تعاون - نامل ورتن - اور ستیا گرہ - مہاتما گاندھی کی سیاسی تحریک کے مرہون منت ہیں - اور سوراج - سوراج سبھا - اور رضا کار بھی اسی تحریک کے آوردہ اور پروردہ ہیں - دُنیا کے اس خونریز ترین جنگ نے بھی ہر ایک زبان پر اپنا اثر ڈالا ہے - آبدوز کشتی اور طیارہ یعنے ہوائی جہاز اسی اثر کے نشانات ہیں - لفظ معرب بھی اسی قبیل میں سے ہے - عرب لوگوں نے جب دوسری زبانوں کے الفاظ کو اپنی زبان میں لینا چاہا اور عربی ان الفاظ کو ان کی موجودہ صورت میں قبول کرنے سے قاصر نظر آئی تو انہوں نے الفاظ مذکورہ کو عربی لباس پہنا کر شامل کر لیا اور اس تبدیلی لباس کا نام تعریب رکھا اور ان الفاظ کو معرب

کہنے لگے۔ گیس سے غازہ۔ پیٹری آرک سے بطریق۔ اسی عمل تعرب کے شاہد ہیں +

۱۵۔ زبان میں ہمنوائی کے اثرات

زبان میں ایک بڑے پیمانہ پر جو ہم نوائی کی تحریک جاری ہے اس سے آلہ ہائے صوت بعض لفظ کے کسی حرف کو دوسرے مناسب حرف سے جو لفظ میں پہلے ہی سے آگے یا پیچھے موجود ہے تبدیل کرنے میں آسانی اور سہولیت پاتے ہیں۔ بدتر سے بتر۔ دال اگر تحریر میں بھی آوے تو بولی نہیں جاتی۔ اور شب پر (چمگادڑ) سے شپرہ مثالیں اس تبدیلی کی ہیں۔ یہ تبدیلی ضروری نہیں کہ ہمیشہ حرف موجودہ کی صورت اختیار کرے بعض اوقات محض اس کی رعایت مخرجی سے ہی تبدیلی عمل میں آتی ہے اور نیا حرف اسی رعایت سے اختیار کیا جاتا ہے۔ ہڑتال۔ ہٹ تالا کا مرکب ہے۔ ٹ۔ اور ت کا اتصال کرخت ہے اور ڑ اسی آواز کو نرم طور پر۔ اور ت کے مناسب حال ادا کرتی ہے۔ ہٹ تالا سے ہٹ تال اور پھر ہڑتال کی صورت عیاں ہے۔ اسی سلسلہ میں لفظ زبور بھی قابل توجہ ہے۔ اس کی اصلیت زیب۔ ور نظر آرہی ہے لیکن بولنے میں ب اور و کے اجتماع نے

سہولیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ب کو ویں تبدیل کر کے گرا دیا ہے۔ اسی تحریک کے دوش بدوش ایک متقابل تحریک بھی اپنا کام کرتی ہوئی دکھائی دیگی اور یہ اُس حالت میں جب کہ ایک لفظ میں کوئی حرف بار بار آکر آواز میں کراہت یا بولنے میں درشتی پیدا کرتا ہے۔ دیکھو ہولدری کی اصلیت کیا ہے۔ ہول دلی کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔ لیکن اسی تحریک نے دلی کی لام ر میں تبدیل کر دی ہے۔ مولسری (پھول کا نام) بھی اسی ذیل میں ہے۔ دراصل مور کی مشابہت سے مورسری نام تھا۔ لیکن اصول متذکرہ بالا کی وجہ سے مولسری ہو گیا۔ انب سے آم۔ اور انبالہ۔ امبالہ صوت یا آواز کے اعتبار سے تبدیلیاں ہیں جو نظر انداز نہیں کیجا سکتیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی دنبالہ بھی مُلاحظہ طلب ہے۔ ایک طرف تو سہولیت صوتی نے نب کی جگہ الف کے بعد میں میم کو دی ہے اور دوسری طرف الف کے قبل میں میم کی بجائے نب کو اختیار کیا ہے۔ ناامید کی بجائے نومید بھی تم نے کئی بار سُنا اور دیکھا ہو گا۔

۱۶۔ نئی معاشرتی ضرورتیں نئے الفاظ پیدا کرتی ہیں	نئی ضرورتیں اور

نشو و نمائے سوسائٹی جو معاشرت کے شاخ در شاخ راہیں نکالتی ہے۔ نئے نئے الفاظ بھی پیدا کر دیتی ہے۔ ان کا ظہور ضرورت وقتی سے عمل میں آتا ہے۔ زمانہ گذشتہ میں نہ ان کی ضرورت تھی اور اس لئے نہ ہی ان کا وجود تھا۔ الفاظ تہذیب و تعلیمیافتہ اُردو زبان میں زمانہ حال کی سوسائٹی کے ایک خاص گروہ اور ان کی حالات و عادات کے آوردہ اور مدح سرا ہیں اخبار۔ اور روزنامہ بھی اسی اصول کی تحت میں نمودار ہوتے ہیں۔

۷ا۔ پُرانی چیزوں کیلئے نئے ناموں کی ضرورت

صرف نئی چیزیں ہی نئے ناموں کی متقاضی نہیں ہوتیں۔ بسا اوقات منکشف ہوتا ہے کہ پُرانی چیزوں کا کوئی نام ہی نہیں یا اگر ہے بھی تو وہ کسی دوسرے چیز کے ساتھ مشترک ہے اور اس طرح بار بار مغالطہ میں ڈالنے کا باعث ہوتا ہے۔ بالعموم لوگوں کو اس کمی کا یُوں پتہ چلتا ہے۔ کہ اپنی زبان کا دوسری زبان سے مقابلہ کرتے ہوئے۔ جو زیادہ وسیع ہوتی ہے۔ اور جس کے خزانے وہ اپنی زبان میں منتقل کرنے کے لئے مقابلہ پر مجبور ہوتے ہیں۔ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ زبان انسان کیسے کیسے موتی اور صاف و شفاف موتی کس خوش اسلوبی سے پرو سکتی اور پرو دیتی ہے۔ دوسری زبان میں

یہ موقع وہ دیکھتے ہیں اور اپنی زبان میں انہیں کہیں نظر نہیں آتے اور اس پر وہ اپنی زبان کی اس ناداری کو کم و بیش ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طریق کے سوا اور کوئی راہ نہیں جس سے ہشیار سے ہشیار آدمی بھی زبان کی کمی یا ناداری کو محسوس کر سکے۔ کیونکہ زبان تصورات کو اس حد تک احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور انسان کو الفاظ کے وسیلہ اور ذریعہ کے بغیر تصور کرنے اور سوچنے کی ایسی عادت بھی نہیں اور فی الحقیقت قابلیت بھی نہیں رہی کہ الفاظ کی عدم موجودگی لابدی طور پر اس عدم موجودگی کے احساس کو بھی وجود میں نہیں آنے دیتی۔

اپنی زبان کے سوا دوسری زبانوں سے واقفیت حاصل کرنے اور اگر اس واقفیت سے مستفیض ہونا بھی ہم نے سیکھا ہے تو زبانوں کے مقابلہ سے جو ایسی واقفیت کا ضروری نتیجہ ہوگا ہم پر روشن ہو جائیگا کہ کثیر التعداد اشیاء۔ حالات۔ احساسات۔ اور اعتبارات کے لئے اگرچہ وہ ایک لفظ میں بیان کئے جا سکتے ہیں۔ کوئی نام ہی نہیں۔ اور اس طرح لفظ تو بلاشبہ بے شمار ہیں لیکن حقائق۔ حقائق جو نامزد کیجا سکتی ہیں بغیر کسی نام کے موجود ہیں۔ جو اصحاب کسی زبان میں سے اس زبان کی علوم وفنون کو

اپنی زبان میں لانا چاہیں ان پر فی الفور یہ حقیقت حال منکشف ہوجائیگی انہیں معلوم ہوجائیگا کہ ان علوم و فنون کی بہت سے اصطلاحوں کے لئے ان کی اپنی زبان میں کوئی لفظ نہیں اور اس کے لئے انہیں اپنی زبان کی امکانی قوتوں کو عمل میں لاکر مقابل کے الفاظ ایجاد کرنے پڑینگے۔ اس سلسلہ میں تعزیرات ہند میں جو الفاظ انگریزی اصطلاحوں کے لئے استعمال کئے گئے ہیں بہتن مثالیں ہیں۔ قتل مستلزم السزا۔ اور ما بہ الاحتظاظ چند نمونے اس قبیل کی الفاظ آفرینی کے ہیں۔

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ لفظوں کو رائج کرنے میں سند سلطانی کوئی خاص امتیاز نہیں رکھتی۔ قبولیت عامہ ہی اس کی کفیل ہوسکتی ہے۔ شہنشاہ جہانگیر کی رام رنگی۔ اور محمد شاہ بادشاہ کا گلسرہ تو مقبول نہیں ہوئے۔ البتہ نواب سعادت علیخاں کی بالائی۔ ملائی کی صورت میں بھی۔ اور اکبر کا حلال خور رائج ہوگئے ہیں۔

۱۸۔ کسی لفظ کا رواج اس کے رائج کرنے والے کے رتبہ پر منحصر نہیں کسی پر ہنڈی کرنا تو سہل ہے لیکن اسکے سکارے جانیکا انتظام ایسا آسان نہیں

ان مثالوں سے جو ہم نے ابھی بیان کی ہیں ظاہر ہوگیا ہوگا کہ ہر ایک لفظ جو کوئی

شخص۔ خواہ کسی رُتبہ۔ قابلیت یا جماعت کا ہو۔ بناتا ہے ضروری نہیں کہ وہ رواج پائے یا قبولیت عام حاصل کرے لفظ آفرینی خطرہ سے خالی نہیں اور اس کا زوردار ہونا موہوم۔ اگر لفظ مقبول ہوگیا تو تحسین محض رسمی ہوگی۔ اور اگر رد ہوگیا تو ملامت و نفرین یقینی ہے۔ بہرحال اگر چند الفاظ ہی رواج پا جائیں تو ان کے موجد کو اس امر کی پرواہ نہ ہونا چاہئے کہ دیگر الفاظ جو اس نے رائج کرنے کی کوشش کی تھی مسترد ہوگئے ہیں۔ موخرالذکر الفاظ بھی موجد کے ملکہ علمی۔ جودت طبع۔ اور قوت متخیلہ کے قابل احترام شاہد ہیں۔

۱۹۔ جامع الفاظ اور ان کی فوائد

ہم نے اوپر کسی جگہ ایسے جامع الفاظ کا ذکر کیا تھا جو اکیلے اسقدر مضمون کے کفیل ہوتے ہیں کہ ان سے پہلے کئی ایک الفاظ کا اجتماع اس کے بیان کے واسطے ضروری تھا۔ ایسے الفاظ بلا ریب بیش بہا ہیں۔ ایسے الفاظ دُور دراز فقرہ بندیاں اور پریشان کرنے والی پیچ در پیچ ترکیبیں کاٹ چھانٹ کر ذہنی عملیات میں سہولتیں پیدا کر دیتے ہیں۔ جو ان کے بغیر قریباً قریباً ناممکن الوقوع ہوتیں۔ اور جن لوگوں نے ایسے الفاظ بنائے یا رائج کئے وہ مربیان علم کے اعلےٰ درجوں

میں شمار ہونے کے قابل ہیں۔ دُنیا کے روزمرہ کے کاروبار کے لئے اگر ہمارے معاملات ایک نہایت ہی تنگ دائرہ میں محدود نہیں ہم اپنے جیب میں تانبے کی بجائے چاندی رکھنا پسند کریں گے۔ اور اگر ہمارا کاروبار کسی وسیع پیمانہ پر ہے تو چاندی پر سونے کو ترجیح دینگے۔ اور جب کسی لمبے اور زیادہ اخراجات برداشت کرنے والے سفر کی تیاری ہوگی تو سونے کی بجائے ہنڈوی اور نوٹ پاس رکھنا مناسب خیال کیا جائیگا۔ اسی طرح خیال کرو کہ کس قدر ایسے الفاظ ہیں جو ہمارے لفظی مقبوضات میں ہنڈوی اور نوٹ کا کام دے رہے ہیں۔ جیسے ہنڈوی اور نوٹ میں بیشمار پیسے۔ کثیر التعداد روپے۔ اور ایک معقول تعداد مہروں کی ہوتی ہے! ایسے ہی ایک لفظ میں بلا تعداد ذہنی عملیات نے یکے بعد دیگرے نتائج پیدا کر کے ان کا مجموعہ ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اس کی مثال ایک بڑے دریا کی ہے جو سمندر میں پہنچنے سے پہلے کئی ایک نہروں۔ نالوں۔ اور امدادی دریاؤں سے پانی لیتا ہے۔ نہریں۔ نالے اور دریا اس میں داخل ہوتے ہی اپنا نام ونشان کھو بیٹھتے ہیں اور سب کے سب اسی ایک نام سے پکارے جاتے ہیں*

۲۰- ایسے الفاظ بالخصوص سائنس کی ضروریات کیلئے مفید ہیں۔

الفاظ جو یکہ و تنہا کئی ایک فقرات کے معنوں کے مجموعہ کا حاصل ہوتے ہیں سائنس کے لئے زیادہ تر مفید ہیں۔ برق آبی زمانہ حال کی ایجاد ہے لیکن اس نام میں کس قدر مضمون بھر دیا گیا ہے۔ قنوم۔ زیچ۔ اصطرلاب کے بیان کرنے میں فقرات کیا۔ صفحوں کے صفحے درکار ہونگے۔ لیکن یہ الفاظ ان صفحات کے مضمون کو جامع طور پر اپنے نام سے وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ اور لفظ کے مُنہ سے نکلتے ہی وہ سارا مضمون سُننے والوں کے سامنے آن کی آن میں پھر جاتا ہے۔ اور وہ اس کے ماحصل کو اس ایک لفظ سے بخوبی سمجھ جاتے ہیں۔ دائرہ اور قوس ہی لو۔ اور دیکھو کہ یہ الفاظ ہمیں کیا کچھ سکھاتے ہیں۔ ذرا سوچو کہ اگر یہ الفاظ نہ ہوتے تو ریاضیات میں کسی پیچیدہ اور مشکل سوال کے حل کرتے ہوئے جب ہمیں دائرہ اور قوس کی اشکال کا حوالہ دینا پڑتا تو سوائے اس کے اور کیا چارہ تھا کہ ہم ان کی تعریفات کے ہر ایک جزو کو درج کرتے اور صرف یہی نہیں بلکہ ان تعریفات میں ہر ایک جزوی اصطلاح کی تعریف بھی جو اس میں آتی دینی پڑتی۔ یہ بات کوئی ایسی سہل نہیں معلوم ہوتی۔ حق تو یوں ہے کہ ذہن میں

بھی اس عمل کو پورا کرنا ناممکنات سے ہے۔ اسی طرح چند اور الفاظ علم ریاضی کی لغات سے خارج شدہ تصور کرو۔ اور غور کرو کہ پھر ریاضیات میں ترقی کا دروازہ مطلقاً بند ہوجاتا ہے یا نہیں۔ اگر بند نہیں ہوتا تو اس میں کلام نہیں کہ اسمیں رکاوٹیں جو قدم قدم پر اپنا اثر دکھائیں گی ضرور پیدا ہوجائینگی۔ اور یہ رکاوٹیں بعینہ ایسی ہی ہونگی جیسے کہ تجارت کے کاروبار میں صرف لوہے یا تانبے کے ذریعۂ تبادلہ ہونے سے پیدا ہوجانی ضروری ہیں۔ جہاں کہیں سائنس ترقی پا رہا ہے یا پانیوالا ہے اسکی اصطلاحات بھی ترقی پائینگی۔ الفاظ انبیاء کے دوش بدوش بڑھینگے اور طوعاً وکرہاً کم وبیش زمانہ گذشتہ کی محنتوں کا بار لئے ہوئے۔ زمانہ مستقبل کی کوششوں اور تکالیف کے کم کرنے اور امداد دینے میں سرگرم ہونگے۔ ان کی مثال صناع کے اوزار کی ہوگی جو خود کاریگر کی محنت اور ہنر کا نتیجہ ہوتا ہے اور ساتھ ہی صنعت کی دیگر اور مزید مفتوحات میں معاون ومددگار ہوتا ہے۔ مفتوحات بھی ایسے جن کا حاصل ہونا بعض اوقات اس کی امداد کے بغیر تو ناممکن ہوتا ہ

صرف انسان کے	۲۱۔ نئی چیزوں سے آشنائی نئے الفاظ پیدا کریگی

افق ذہنی کی توسیع ہی جو نئے خیالات کو اپنی حد نگاہ میں لاتی ہے نئے الفاظ ایجاد کرنے پر مجبور نہیں ہوتی۔ بلکہ جوں جوں اس عالم ظاہری کے طبقات نامعلوم منکشف ہوتے جائینگے۔ ان طبقات کی نئی نئی دلچسپ اشیاء نام کی متقاضی ہونگی۔ اور صرف علوم و فنون کی اصطلاحوں ہی میں نام کی خواہشمند نہ ہونگی۔ بلکہ عامہ خلائق کے روبرو ہوتے ہی مقبول عام نام چاہینگی۔ جب کوئی نئی چیز۔ پودا پھل۔ جانور یا جو کچھ بھی ہو کسی غیر ملک سے لایا جاتا ہے یا اس طرح لوگوں کے دائرہ واقفیت میں آجاتا ہے کہ اس کا نام رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے تو مختلف طریق پر اس کی نامزدگی عمل میں آتی ہے۔ اولاً اور عام طریق یہی ہے کہ چیز اور اس کا نام اکٹھے ہی آئے ہیں۔ پہلے نام کو ہوبہو یا تھوڑی سی تبدیلی سے زبان میں شامل کر لیا جاتا ہے بینک۔ بٹن۔ تمباکو اور کیتلی۔ درانہ زمانہ حال ہی کی مثالیں ہیں۔

"لباس میں فرغل۔ لبادہ۔ کرتہ۔ قبا۔ چوغہ۔ آستین۔ گریبان۔ پائجامہ۔ ازار۔ پاجامہ۔ رومال۔ شال۔ دوشالہ۔ تکیہ۔ گاؤتکیہ۔ برقع۔ پوستین وغیرہ۔ کھانے کی ذیل میں:۔ دستر خوان۔ چپاتی۔ شیرمال۔ باقرخانی۔ پلاؤ۔ زردہ۔ متنجن۔

فرنی - ہریسہ - مربہ - اچار - فالودہ - گلاب - بیدمشک - رکابی - طشتری - کفگیر - چمچہ - سینی - کشتی وغیرہ - اور متفرقات میں حمام - کیسہ - صابون - شیشہ - شمع - شمعدان - تنور - حقہ - نیچہ - تختہ - نرد - گنجفہ - اور اُس کی اصطلاحیں یہ سب چیزیں اپنے نام ساتھ لیکر آئیں -

بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ نئی چیز کسی پرانی چیز سے جو مُلک میں پہلے سے ہے مشابہت رکھتی ہے - اور وہی پہلا نام بلالحاظ اس امر کے کہ مختلف اشیاء ایک ہی نام سے پکارے جانے سے دقتیں ہونگی - اس نئی چیز کو دیدیا جاتا ہے - آلو اسی قبیل کی مثال ہے اور اس طرح بھی ہوا ہے کہ وہی پہلا نام دیتے ہوئے پہلی چیز سے تمیز کرنے کے لئے کوئی ایزادی کردی گئی ہے - جیسے کشتی دخانی ہوائی جہاز - سیب زمین اس جگہ پر اتنا بیان کر دینا ضروری ہے کہ سیب زمین بھی فی الحقیقت آلو کے فرانسیسی اور جرمنی ناموں کی نقل ہے کشتی دخانی - اور ہوائی جہاز بھی انگریزی سے ترجمہ ہی کیا گیا ہے +

۲۲ - نئے نام کے متعلق چند روزہ دودلی	کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ زبان کو نئی چیز کا نیا نام رکھنے میں ایک مدت تک

دو دلی سے رہی ہے - چند سے دو نام دوش بدوش رائج رہے ہیں اور کچھ وقت گذرنے پر ایک دوسرے پر غالب آگیا ہے ۔

۴۳ - بعض اوقات نام درمیانی زبان سے لیا جاتا ہے

کسی درمیانی زبان سے جس کے ذریعہ ہم اوّل ہی اوّل اس چیز کے واقف ہوئے جو نام کی طلبگار رہے ہے نام ہی لے لیا جاتا ہے - دیکھو - آکا - چق - قلانچ - تغار ترکی ہیں اور فارسی کے ذریعہ سے ہمارے پاس آئے ہیں ۔

۴۴ - بدی اور بد طینتی اور بدکرداری کے پیدا کردہ الفاظ

الفاظ کی پیدائش کے متذکرہ بالا اسباب سے اونچے اور اسفل اسباب بھی انکے وجود میں لانے کا باعث ہوتے ہیں - اور ان سے ان کے زمانہ پیدائش کی اخلاقی حالت کا نقشہ بدنما داغوں سے مکروہ صورت میں نظر آتا ہے - ٹکٹکی - سولی - اور پھانسی - جلّاد - سنگسار اور چار میخ سزا کے یہ مختلف اقسام انسانی سنگدلی کی گواہی دے رہے ہیں ابتدائے اسلام میں مکّہ والوں کا رسول کریمؐ اور ان کے تابعین سے تشدد جو ان کے مکّہ سے مدینہ منوّرہ کو چلے جانے کا باعث ہوا الفاظ ہجرت اور مہاجرین کا مبداء اور سبب ہے

نادرگردی اور سکھا شاہی اپنے زمانہ کی تاریخی حالات کو بربادی و ویرانی اور جبر و تعدی کے نمونے اور ضرب المثل بنائے ہوئے ہیں ٭

لفظ حشیشین پُرانے زمانہ کی یادگار رہے اور ایک خوفناک جماعت اور اس کے خوفناک کارناموں کا نام لیوا ہے حسن بن صباح کا نام بھولنے والا نہیں۔ اس کے زبردست اور مقناطیسی اثر نے وسط ایشیا کے گھر گھر میں ایک نئی تحریک کے ہیبتناک جلوے دکھانے شروع کئے۔ گدا سے لیکر بادشاہ تک حسن بن صباح اور اس کے مریدوں کی نامعلوم موجودگی کے احساس سے گھبراتا اور انکے نام سے تھرّاتا تھا۔ حصول مقصد میں خنجر اور حشیش ان کے کبھی خطا نہ کرنے والے آلے تھے۔ اور غالباً حشیش زیادہ مستعمل اور کارآمد ہوتا تھا۔ جماعت کا نام حشیشین پڑ گیا۔ اور یہی لفظ اب تک انگریزی میں اساسن کی مہیب صورت میں جلوہ نما ہے ٭

۲۵۔ تسخر اور تضحیک کے الفاظ اُردو انشا پردازوں نے جب دیکھا کہ فارسی والوں نے اپنی قادرسخنی کے زور یا ظرافت طبع کے شور سے عربی ترکیبوں کا استعمال کیا ہے تو انہوں نے

بھی اپنے پیارے مُلک کی زبان کو اس نمک سے بے لُطف نہ چھوڑا۔ سودا فرماتے ہیں ع

جیسے کہتا ہے کوئی ہو ترا صفاً صفا

سید رضی خاں رضی مرحوم نے کیا خوب کہا ع

"تری وہ مثل ہے کہ اے رضی نہ الی الذی نہ اولی الذی"

۲۶۔ زبان بھی حیوانوں کی طرح اصول حیات و ممات کی پابند ہے

کسی زبان کی دولت بڑھانے کے یہ چند ذرائع ہیں۔ یہ چند طریقے ہیں جن سے کہ اس کی لغات میں اِبزادی ہوتی ہے ایسے لوگ بھی گذرے ہیں اور ہیں جو زبان کی حقیقت اور اس کے اصولوں سے محض نابلد ہونے کی وجہ سے جبراً اس کی ترقی کے مانع ہونے کے درپے ہوئے اور ہو جاتے ہیں اِنہیں خیال ہوتا ہے کہ اس کی نشو ونما کافی ہو گئی ہے یا ضروری نہیں اور اب نہ یاؤ ترقی نہ تو درکار ہے اور نہ ہونی چاہئے۔ لیکن انہیں معلوم نہیں کہ زبان میں بھی زندگی کے ویسے ہی اجزاء ہیں جیسے کہ انسان میں یا درخت میں۔ انسان کی طرح اس کا نشو و نما مکمل ہو گا۔ ہاں اگر کوئی بیرونی اسباب زبردستی سے اس کی زندگی کا پیش از وقت خاتمہ کر دیں تو اور بات ہے اور انسان کی طرح ہی اسکی زندگی

اصول زوال کے تحت ہیں بھی ہے۔ جنگل کے درخت کی طرح جب تک اس میں نشو ونما کی طاقت ہے یہ ہر ایک کمزور رکاوٹ کو جو اس کے پھیلاؤ میں ہارج ہو گی بے اعتنائی کی نظر سے دیکھیگی۔ اور درخت کی طرح ہی پرانے پتے جھاڑے گی اور نئے پتے نکالتی رہیگی۔ اس طرح کی سب کوششیں زبان کو ایک حد پر محدود کر دینے کی ناکامیاب رہی ہیں ۔ ایسے حالات میں بھی جو کامیابی کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید ہو سکتے تھے زبان کے نشو ونما کی آبیاری عوام کے مُنہ میں ہے۔ فیشن کا خاص لوگوں سے عوام میں آنا تو درست۔ لیکن الفاظ۔ وہ الفاظ جو زبان کے خزانے میں حقیقی ایزادی دولت کا باعث ہیں عوام سے خواص میں جاتے اور پھیلتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر۔ کوئی کوتاہ اندیش ادیب ان کی خواہ کتنی ہی مخالفت کرے یا انہیں جب تک چاہے نظر انداز کرے۔ زبان میں اپنی جگہ باصرار لینگے اور اس پر قائم رہینگے اور وہاں سے انہیں نکالنا یا ہٹانا ناممکن ہے۔ دُنیا کے ادیب۔ عُلما و فُضلا بیشک اپنا زور لگا کر دیکھ لیں۔ دُنیا برابر آگے کو جا رہی ہے اور زبان کو بھی اس کے ساتھ جانے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔

۷ ۲۔ نو واردوں کی ہمیشہ سے مخالفت ہوتی آئی ہے

جو لوگ نئے الفاظ کی آمد کو روکنے کے خواہاں ہیں وہ بھول گئے ہیں کہ یہی زبان جس کی توسیع کی کوششیں انہیں آج اسقدر بُری معلوم ہوتی ہیں۔ خود انہی ذرائع اور طریقوں سے پھلی اور پھولی ہے۔ ہم فرض کر بیٹھتے ہیں کہ الفاظ جو ہمیشہ سے ہمارے اشنا رہے ہیں اور جن کی حق موجودگی پر اعتراض کرنا اب کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا ابتدائے زمانہ یا زبان سے ہی زبان کا جزو تھے۔ ہمیں یہ دیکھ کر تعجب ہوگا کہ ان الفاظ میں سے اکثر زمانہ حال ہی کے شامل ہونے والوں میں سے ہیں اور ابتداء شمولیت میں ان کی مخالفت میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا گیا تھا ؛

۸ ۲۔ الفاظ کی آمد کے حالات

جہاں کوئی لفظ بے انتہا مفید ثابت ہُوا ہے۔ اسکی ابتداء پر نظر ڈالنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ شروع شروع میں یہ ڈرتا ڈرتا میدان میں آتا ہے۔ یہ نہیں جانتا کہ قبولیت عامہ میں اسے کیا رُتبہ ملے۔ اور یہ دلچسپی اور بھی زیادہ ہوگی اگر اس کی ابتدا کسی خاص موقعہ پر یا کسی خاص آدمی کے زبان سے ہوئی ہو۔

لفظ دیوان اوّل ہی اوّل نوشیرواں نے استعمال کیا

اور بعد میں حضرت عمرؓ نے اسی اصول کے مطابق فوج اور خزانہ کا دفتر الگ مرتب کیا اور اس کا نام بھی دیوان ہی رکھا۔ حکیم فیثاغورث کا لفظ فلاسفر۔ فلسفی بھی اسی قبیل سے ہے۔ حکیم مذکور کے ہمعصر ہمیشہ اپنے آپ کو حکیم یا عاقل جیسے ناموں سے یاد کرتے تھے یا پکارا جانا پسند کرتے تھے۔ فیثاغورث نے فلسفی عقل کا دلدادہ یا دوست۔ ایک ایسا سادہ اور دلکش نام۔ اپنے لئے تجویز کیا۔

۲۵۔ پرانے الفاظ اور ان کی حقیقت

بعض الفاظ کی موجودگی کی مدت کا قلیل ہونا ہمیں متعجب کرتا ہے لیکن بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کی عرصہ دراز سے موجودگی معلوم کرکے ہم زیادہ حیران و متعجب ہونگے۔

جزیہ۔ اسلامیوں کی بیچارہ واداری کی ایجاد بیان کی جاتی ہے۔ حالانکہ لفظ مذکورہ اسلام اور اسلامیوں سے پہلے سرزمین ایران اور نوشیروان عادل کے زمانہ کا پرورش یافتہ ہے۔ اس کی صورت فارسی میں گزیت تھی۔ اور اس صورت میں یہ ایرانی محاصل کا ایک جزو اعظم تھا۔

حنفی۔ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت سے ایسا کہلاتے ہیں لیکن ابوحنیفہؒ

کی کنیت کا مدار اور حنیف کی اصلیت۔ اسلام سے پہلے موجود ہے۔ خود کلام مجید میں ہی ملت ابراہیم حنیف کا ذکر صاف اور صریح الفاظ میں کیا گیا ہے۔

۳۰۔ غیر زبان الفاظ سے رابطہ قائم کرنے کی قوت

غیر زبان کے الفاظ لیکر انہیں پورا رواج دینا اور ان سے رابطہ اتحاد قائم کر لینے کے متعلق مختلف زبانوں کی قوت اختلاط میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے بلکہ ایک ہی زبان اپنی عمر کے مختلف زمانوں میں اس قوت کے مختلف درجے رکھتی ہے ایسی زبانیں بھی ہیں جن کی خواہش اور قوت ہاضمہ۔ مخلوط کرنے اور ہونے کی طاقت بعض اوقات بے حد ہوتی ہے۔ کوئی چیز انکے لئے سخت اور درشت نہیں۔ وہ ہر ایک چیز کو اپنے مفید بنا سکتی ہیں اور جو کچھ انہیں پیش کیا جائے وہ اپنے استعمال اور عادات کے مطابق اسے ڈھال لینگی۔ مگر یہ سب کچھ ان کے شباب کے زمانہ کی باتیں ہیں جوں جوں عمر بڑھتی ہے۔ طاقتیں بالخصوص انہضام کی طاقتیں سلب ہوتی جاتی ہیں۔ الفاظ لئے تو جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ عمل تو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ لیکن کیمیاوی ترکیب نئے اور پرانے کی رک جاتی ہے۔ کبھی کبھی یہ ممکن بھی ہوتی ہے اور وہ بھی جزوی۔ نووارد زبانکی

سطح پر سرگرداں ہوتے ہیں۔ ان کے نوکدار کونے میل جول اور اختلاط سے گھس کر گول نہیں بنے۔ اُن کی شکل و صورت سے ہی اجنبیت نمایاں ہے۔ غیریت کا پردہ اٹھا دینے کا موقعہ ہاتھ سے کھو بیٹھے ہیں اور اب اخیر تک اس حالت میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔ الفاظ کو اس طرح اور ان حالات میں شامل کرنے والے بھی — انہیں از سر نو جاری کرنے کی طاقت کا احساس خود اپنے آپ میں کمزور پاتے ہوئے۔ بڑی احتیاط سے انہیں اسی شکل و صورت میں رہنے دیتے ہیں جس میں کہ انہیں لیا گیا تھا، اور مطلقاً اس نئی جماعت کے قواعد و ضوابط کے پابندی سے جس میں وہ داخل ہوئے ہیں انہیں آزاد رکھا جاتا ہے۔ کوئی امر اس سے زیادہ ہمارے بیان کی وضاحت نہیں کر سکتا کہ ہم ایک ہی گھرانے کے چند ایسے الفاظ لیکر ان کا باہمی مقابلہ کریں جو مختلف اوقات میں ہماری زبان میں آئے ہیں۔ مزدور جس کی اصل مزد۔ مزدہ ہے۔ خالص اُردو کا لفظ بن گیا ہے لیکن مزد۔ اور مژدہ فارسی کے لفظ ہیں جو اس یگانگت اور اتحاد کے حقدار نہیں جو مزدور کو حاصل ہے۔ افواہ۔ فم (فہ) کی جمع ہے۔ افواہ اُردو ہے۔ لیکن فم جب کبھی استعمال ہوتا ہے

عربی ہے۔ اور اسی لباس میں اُردو میں دکھائی دیتا ہے۔ اسی سلسلہ میں انگریزی لفظ راسبیری۔ رس بھری کی شکل میں اور عربی ولی - بیلی کی صورت میں۔ زبان کی قوت ہاضمہ کی بین اور زبردست مثالیں ہیں۔

۱۳۔ نئے الفاظ کی اصلیت معلوم کرنے کی دقتیں اسکے عام خلائق کے دل سے پیدا ہونے کا ثبوت ہیں

نئے الفاظ کے متعلق بڑی بات جو ہمیں نظر آئیگی اور جو عام خلائق کے دل سے ان کی ابتدا کا مسلمہ ثبوت ہے انکی اصلیت معلوم کرنے کی دقتیں ہیں جو بسا اوقات اس کوشش میں ہمیں پیش آتی ہیں۔ جب اسباب عامیہ کی تلاش ہوتی ہے۔ محض شوقیہ طور پر نہیں بلکہ اصلیت معلوم کرنے کی غرض سے۔ کیونکہ حقیقی اسباب اکثر اوقات انہی سے وابستہ ہیں۔ تو یہ اسباب ہر وقت ہماری کوشش کی دسترس سے گریز کرتے نظر آئینگے۔ اور یہ حالت صرف انہی الفاظ کی نہیں جنکی طرف ایک مدت مدید تک رائج رہنے کے بعد ہماری توجہ منعطف ہوئی اور ہمیں ان کے اصلیت اور ماخذ معلوم کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ ایسے الفاظ کا بیشک قیاسات اور غلط قیاسات کے تختۂ مشق ہونے کا احتمال ہے۔ اور اگر یہ اپنی اصلیت کا

سربستہ راز ہم پر ظاہر نہ ہونے دیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ بلکہ الفاظ جو حال ہی میں عالم وجود میں آئے ہوں ان کی اصلیت معلوم کرنے میں بھی کم مشکلات کا سامنا نہیں کرنا ہوتا۔ ان کی ابتداء پردہ لاعلمی میں مخفی ہوتی ہے اور ہر ایک عالم وجود میں آنے والے فعل کی طرح تاریکی میں مستور ہوتی ہے۔ وہ نمودار ہوتے ہی ہر ایک کے زبان زد ہو جاتے ہیں۔ لیکن کوئی نہیں بتا سکتا کہ وہ کہاں سے آئے۔ انہیں آئے ابھی دو چار دن ہی گذرے ہیں لیکن اس پھرتی سے انہوں نے اپنی پیدائش اور آمد کی کیفیت کے نشانات محو کر دیئے ہیں کہ عقل انسانی اس کے حل کرنے میں قاصر ہے۔

۴۳۔ نشانات پیدائش محو کر دینے میں عجلت پولیٹیکل یا مذہبی فرقوں کے ناموں میں

پولیٹیکل یا مذہبی فرقوں کے ناموں میں اور سب سے بڑھ کر ہتک اور حقارت آمیز ناموں میں یہ پھرتی صاف نظر آتی ہے۔ صوفی مشہور فرقہ ہے۔ اور دنیائے اسلام میں اس کی موجودگی کے اثرات نمایاں ہیں۔ اس فرقہ کے نامور ارکان کا نام بچہ بچہ کی زبان پر ہے لیکن اس میں بھی کلام نہیں کہ تحقیق معلوم نہیں ہوا کہ یہ نام اس فرقہ کا کب۔ کس بناء پر اور کس نے رکھا۔

مختلف لوگوں نے مختلف اسباب اس نام کے بیان کئے ہیں اور ہم ایک سبب کو دوسرے پر ترجیح بھی دے سکتے ہیں۔ لیکن اسی فیصلہ کے لئے کہ وہی صحیح سبب ہے کوئی سند موجود نہیں۔ اسی طرح فرقہ مرجیہ کی نام کی اصلیت بھی یقینی طور پر تحقیق نہیں۔

۳۳۔ صرف ایسے ناموں میں ہی نہیں بلکہ دیگر جگہ بھی یہی اصول عمل میں آتا ہے

صرف مذہبی ناموں تک ہی محدود نہیں کون کہہ سکتا ہے کہ افغان اور پٹھان ان ناموں سے کس طرح موسوم ہوئے۔ میرزکی اصلیت کا پتہ لگانا سہل نہیں۔

۳۴۔ الفاظ جو اپنی اصلیت کا راز نہیں چھپاتے مگر آسانی سے چھپا سکتے تھے

اب ایسے ایک یا دو لفظ لو اور ان پر غور کرو۔ جنہوں نے اپنی اصلیت کا راز چھپا نہیں رکھا اور دیکھو کہ کس آسانی سے وہ اپنی اصلیت چھپا سکتے تھے۔ اور اگر ایک دفعہ چھپا لیتے تو پھر اس راز کا انکشاف ناممکن ہو جاتا۔

مَیکھش۔ اصل میں سنسکرت کا لفظ ہے۔ میکش کیش۔ اس میں میکش سورج کی کرن ہے اور کیش بال دونوں مل کر موئے شعاعی ہو گئے۔ **مجنے منڈل**۔ بدیع منزل کا مخفف و مبدل ہے۔ دلی کے باہر شاہان قدیم کی تعمیرات سے ایک مشہور

عمارت ہے۔ پلا۔ انگریزی پیج سے بگڑا ہُوا ہے۔

۴۵۔ ہر ایک لفظ کا ماخذ ہے

جو الفاظ ہم نے اوپر بیان کئے ہیں چند مثالیں اس طریقے کی ہیں جس پر الفاظ اپنی پیدائش کے حالات یا تو فراموش کر دیتے ہیں یا حالات تائیدی میں فراموش کرنے پر بلا روک ٹوک آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ذرا بھان متی کو ہی دیکھنا کس طرح اپنی اصلیت چھپا رہا ہے۔ غور کرو تو بھانت متی کی صورت میں (بھانت۔ بھانت) طرح طرح کے (مت) طریقے یا کرتب دیکھ کر ہمیں محض دھوکے میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے اور کچھ بھی نہیں۔ اگر ہمیں اس امر کا یقین ہوتا کہ الفاظ محض کسی شخص واحد کی بے اصول خود رائی کے ایجاد ہیں اور کسی شے سے وابستہ نہیں تو ان کی اصلیت کا پتہ لگانے میں قاصر رہنا کوئی ایسی بڑی حیرانی کی بات نہ تھی فی الحقیقت ایسی صورت میں جب اکثر کی ولدیت نامشخص ہوتی ان کی ولدیت کا پتہ لینا تضیع اوقات ہوتا لیکن حقیقت حال یہ نہیں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا مبدا و ماخذ نہ ہو۔ سب کے سب کسی احساس۔ خیال۔ یا امر واقعہ کے کم و بیش مجسمے ہیں اور اگر کہیں ان کی پیدائش بلا واسطہ ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے تو بھی انہوں نے کسی نہ کسی موقعہ پر موجودہ عالم

الفاظ اور اشیاء میں اپنے آپ کو جگہ دے رکھی اور قائم کر رکھا ہے۔ اور اس کے ساتھ اپنے نقطہ اتصال اور انفصال کو جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں ہر وقت ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ مگر ہر دم اسی حالت میں چلے جاتے ہیں۔ اور اس طرح جب کوئی لفظ ہمیں اپنی اصلیت سے آگاہی دینے میں کوتاہی کرے یا اس سے انکار کر دے۔ تو ہمیں سمجھنا چاہیئے کہ یہ ایک معمّا ہے جس کے حل کرنے میں کبھی کوئی کامیاب نہیں ہُوا۔ ایک قُفل ہے جس کی کلید کسی شخص کو نہیں مل سکی۔ لیکن معمّا ایسا نہیں کہ جو حل ہی نہ ہو سکے۔ یا قُفل ایسا نہیں جس کی کلید تھی نہیں اگرچہ اب وہ کلید گم ہو گئی ہے اور کبھی دستیاب نہ ہو گی اور یہ وقت۔ جو بسا اوقات ناممکنات کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ زمانہ حال کے پیدا شدہ الفاظ کی حسب و نسب اور اصلیت دریافت کرنے میں جیسا کہ ہمنے پہلے بھی بیان کیا ہے ایک زبردست دلیل اس امر کی ہے کہ فصاحت ِ الفاظ کا نشو و نما لوگوں کے دل اور زبان سے ہوتا ہے۔ اگر وہ اوّل ہی اوّل کسی کتاب میں نمودار ہوتے تو سیاق و سباق عبارت غالباً کُل کیفیت بتا دیتا۔ اگر علماء کی مجلس سے انہیں جاری یا رائج کیا جاتا تو یہ کبھی اس پر اپنی امتیازی مُہر اور نشان

لگائے بغیر نہ چھوڑتے ۔

۳۶۔ الفاظ کی ترکیب لفظی معلوم لیکن معنے کا سراغ مفقود

ایک اور صورت بھی ہے جس میں کسی نئے لفظ یا کسی ایسے لفظ کی ابتداء پر جو نئے معنوں میں استعمال کیا گیا ہو تاریکی چھائی ہوئی ہو ممکن ہے کہ یہ اپنی اصلیت ظاہر کر دے۔ لفظ یا الفاظ جن سے یہ مرکب ہے بغیر کسی اشتباہ کے کھلم کھلا سامنے نظر آتے ہوں اور پھر بھی اس کا مقصد اور اس کی مراد ہماری آنکھوں سے اس طرح پوشیدہ ہو کہ کبھی اس کے منکشف ہونے کی امید بھی نہ کیجا سکتی ہو۔ سراغ جو ایک دفعہ گم ہو گیا پھر ملنا مشکل ہو جاتا ہے ۔

۳۷۔ الفاظ سب کا مشترکہ سرمایہ ہیں

اب ہمیں اس بحث کو ختم کرنا چاہئے۔ اس باب میں معلوم ہوتا ہے کہ ہمنے ضرورت سے زیادہ مضمون کو طول دیا ہے اور بعض اوقات طلباء کے دائرہ تعلیم و مطالعہ سے باہر سلسلہ تحریر کو لیجانے کی کوشش کی ہے لیکن سچ تو یوں ہے کہ کوئی ایسے الفاظ نہیں جن کی نسبت یہ کہا جا سکے کہ ہمارا ان سے واسطہ نہیں۔ وہ ہمارے تعلیم کے احاطہ سے باہر ہیں اور آیندہ ان کے تعلیم و تعلم میں ہمیں کوئی سروکار نہ ہو گا یا یہ کہ فتوحات زبان میں کچھ ایسی بھی ہیں جن سے معدود چند

متاثر ہوسکے اور صرف وہی ان سے راہ و رسم رکھ سکتے ہیں اور باقی کل اشخاص کا رابطہ ان سے بے تعلقی کا ہے اور بس۔

یہاں بھی تو وہی مثال ہے جو اکثر علوم و فنون کی ایجادات اور معاشرت کے سامان آسائش و عشرت کی حالت میں ہوا کرتا ہے۔ ابتدا میں یہ سب کچھ دولتمندوں اور اعلیٰ رتبہ کے لوگوں کے لئے مخصوص ہوتے ہیں اور بتدریج سوسائٹی کے ادنےٰ طبقوں میں رواج پاتے ہیں۔ اور آخرکار یہ آرام و آسائش کا سامان جو کبھی معدودے چند کا حق بلاشرکت غیرے تھا ہر کہ و مہ کے لئے مناسب اور قریب ضروریات میں داخل ہو جاتا ہے۔ الفاظ کا بھی حال ہے کہ کسی فلسفی یا کسی راز دار دین کے منہ سے یا اپنے زمانہ کے کسی نکتہ سنج بالفظوں کی اصلیت و ماہیت میں دلچسپی لینے والے کی زبان سے نکل کر یہ درجہ بدرجہ عوام میں پھیلتے ہیں۔ لیکن اس مقبولیت عامہ کے حصول میں وہ اپنے آپ کو ذلت و خواری کا نشانہ نہیں بناتے بلکہ روز افزوں تعداد اشخاص کو اپنے منشاء و مراد سے واقفیت تامہ دیتے ہیں۔ یہانتک کہ ایک دن ایسا آتا ہے کہ وہ قوم کے مشترکہ سرمایہ اور ذخیرہ کا ضروری اور حقیقی جزو بن جاتے ہیں۔ اور ہر ایک گھر میں ان کا دخل ہوتا ہے۔ اور انہیں ہر ایک شخص بے تکلفی سے ان کے اصلی

اور صحیح معنوں میں استعمال کرتا ہے۔

۳۸۔ زبان کی حقیقت ہم اس فصل کو ایک فصیح و بلیغ عبارت کے یہاں نقل کرنے کے بغیر ختم نہیں کر سکتے۔ اس عبارت میں جملہ حقائق جس کی طرف توجہ دلانے کی ہم نے کوشش کی ہے اس خوبی اور خوش اسلوبی سے بیان کیئے گئے ہیں اور ان کی اہمیت اس وضاحت سے جتائی گئی ہے کہ اس کا جواب کہیں اور ملنا مشکل ہے۔

"زبان کو آلہ اظہار خیالات و فکر بیان کیا گیا ہے۔ لیکن یہ خیالات و فکر کی ذریعہ پرورشں بھی ہے۔ بلکہ یوں کہنا صحیح ہو گا کہ خیالات و فکر کی حیات اس ہوا سے ہے۔ یہ ہمارے فکر کی روانی کا ضروری وسایہ ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ اس کا عمل نظر نہیں آتا اور محسوس نہیں ہوتا۔ اور اپنے صفات۔ خواص اور تبدیلیوں سے قوے کی جو اس سے پرورش پاتے ہیں نشو ونما اور رنگ و روغن میں حسب ضرورت تغیرات کرتی رہتی ہے۔

اس طرح سے سابقہ انکشافات کا اثر بعد کے انکشافات پر۔ گذشتہ کا مستقبل پر۔ عام اور سرایت کرنے والا ہوتا ہے اگرچہ اسکا سراغ نکالنا یا پتہ لگانا آسان نہیں۔ روز مرہ کے الفاظ اور فقرات گذشتگان اور قدیم زمانہ کی انکشافات اور استدلال کے ساتھ

نامعلوم رابطہ سے وابستہ ہوتے ہیں۔ ان کا علم ہمارے علم کا جزو لاینفک ہے۔ اور موجودہ نسل زمانہ گذشتہ کی علمی دولت کی وارث ہو کر اسے استعمال کرتی ہے۔ اور یہ نصیبا صرف ذہنی دنیا کے امرا اور بڑے آدمیوں کا نہیں صرف انہی لوگوں کا نہیں جو پرانے ذخیروں کی کنجیوں کے حامل ہیں۔ اور جنہوں نے اپنے خزانے بھی بھر لئے ہیں بلکہ عاجز ترین متنفس جب وہ اپنی استدلال کو لفظی لباس پہناتا ہے افضل ترین اشخاص کی محنتوں کے پھل سے فایدہ اُٹھاتا ہے۔ جب وہ اپنی قلیل اندوختہ گنتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں ایسے سکّے ہیں جن پر قدیم اور حال کے ذہنی حکمرانوں کی صورت اور حروف منقوش ہیں! اور ان مقبوضات کی وجہ سے اس کی طاقت حصول بہت زیادہ ہے۔ اور علمیت کی پختگی اس کے دسترس میں ہے جو کسی کو کبھی حاصل نہ ہوتی اگر درحقیقت جو کان سے ایک دفعہ نکالا گیا ہے لوگوں میں عام طور پر پیش و پیش رائج نہ کیا جاتا"۔

فصل ششم

مترادف الفاظ

۱۔ مترادف الفاظ کیا ہیں

اس باب میں ہم مترادف الفاظ اور مترادف الفاظ کے مطالعہ سے جو فرق باہمی ان کے معنوں میں غور کرنے پر پایا جاتا ہے اور اس طریق مطالعہ سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ ان سب پر بحث کرینگے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ ہم آگے بڑھیں اب پوچھ سکتے ہیں کہ بعض الفاظ کو ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے ہم جو انہیں مترادف کہتے ہیں اس سے کیا مراد ہے۔ ہمارا منشا اس لفظ کے استعمال سے یہ ہوتا ہے کہ ان الفاظ میں سچ مچ کی مشابہت معنوی کے ساتھ ہی ان کے معنوں میں تھوڑا سا ضمنی اور جزوی فرق ہوتا ہے۔ یہ فرق یا تو ابتدا ہی میں ہی اور ان کے مادہ میں ہی ان کے ساتھ پیدا ہوا تھا یا استعمال اور رواج نے پیدا کر دیا ہے۔ صورت میں کلیتاً یا قریباً ناپید ہوتا ہے لیکن قابل اور ہشیار اہل زبان کے استعمال میں نظر آنے لگتا

ہے۔

بنا بریں مترادف الفاظ بالعموم مشابہت معنوی رکھتے ہیں۔ اور وسعت اصطلاحی میں ایک مشترک حصّہ احاطہ پر حاوی ہوتے ہیں لیکن اپنی اپنی ایک خصوصیت ذاتی رکھتے ہیں جس میں ایک کا دوسرے سے کسی قسم کا دخل نہیں +

۲۔ مرادف یا مترادف اگرچہ مرادف اور مترادف ایک ہی معنوں میں مستعمل ہوتا ہے لیکن لفظ مرادف اپنے اصلی معنوں میں ہمارا مذکورہ بالا منشا پورا کرنے کے لئے غالباً صحیح نہ ہوگا۔ مرادف کے معنوں میں مشابہت کُلّی پائی جاتی ہے اور الفاظ جن کا ہم ذکر کرینگے وہ اس قبیل کے نہیں۔ ہمارا مقصد صرف مترادف زیادہ صحت اور وضاحت سے بیان کرتا ہے۔ عربی جاننے والے اصحاب اس راز سے بے خبر نہیں کہ تفاعل کا وزن ہمارے منشاء کو بخوبی پورا کرسکتا ہے۔ اور مترادف۔ مرادف کی نسبت۔ ہمیں زیادہ کارآمد ہے +

۳۔ متحد المعانی الفاظ نادر ہیں ایسے اصحاب بھی موجود ہیں جنکا دعویٰ ہے کہ ایک زبان کے الفاظ دوسری زبان کے الفاظ سے کلیتاً کبھی متحد المعانی نہیں ہوسکتے۔ اور مقابلہ پر معلوم ہوجائیگا

کہ کچھ نہ کچھ کمی۔ یا بیشی۔ یا اختلاف ضرور رہے جو ایک کو دوسرے سے الگ کرتا ہے۔ اور ہماری رائے میں بھی سوائے ان الفاظ کے جن کے موضوع ہیں۔ کمی۔ بیشی۔ یا اختلاف کی طبعاً یا قدرتاً کوئی گنجائش ہی نہیں۔ اس قسم کے مستثنیات شاذ و نادر ہی نظر آئینگے۔ کل زبانوں میں اخلاقی یا سیاسی الفاظ جن میں بلاحیل و حجت چند پیچیدہ خیالات کا اجتماع کر دیا گیا ہے بشکل مقابلہ میں ایک ہی خیالات کا مجموعہ دکھائی دینگے اور اس کی وجہ معلوم کرنی کوئی دقت طلب امر نہیں۔ آخر لفظ کی حقیقت کیا ہے۔

عالم خیالات۔ جذبات یا واقعات کے وسیع طبقات کے کسی ایک حصہ۔ فراخ یا تنگ۔ کے احاطہ کو جو انسان کے استعمال کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے اور اس طرح اس کی جولانیوں کے لئے وقف ہو گیا ہے لفظ کہتے ہیں۔ اور جب یہ صورت ہو تو اس امر کا امکان کہاں کہ دو قومیں جو ایک دوسرے سے الگ تھلگ اس احاطہ کی حدبندی کر رہی ہوں ہر ایک موقعہ پر یا اکثر مواقع پر ایک ہی طرف عین ایک ہی حد مقرر کریں۔ اور حد بھی ایسی کہ کسی ایک کونہ پر کسی ایک نقطہ پر ادھر سے اُدھر یا اُدھر سے ادھر نہ ہو۔ نہ کسی جگہ اندر کو گھس آئی ہو۔ نہ کہیں باہر نکل گئی ہو۔ غالب تو یہ

ہے کہ بسا اوقات حدود مطابق نہ ہونگی اور یہی اُس صورت میں بھی ہوگا جب کہ حدود کے قائم کرنے میں کوئی اخلاقی طاقتیں دخل نہ دے رہی ہوں ÷

مترجموں کے لئے تنبیہ

اس صداقت سے جو ہم نے بیان کی ہے کسقدر وسیع اور شگفتہ خیابان زبانوں کے باہمی مقابلہ کا ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ اگرچہ ایک مترجم جو اپنے کام کو بلند نظری کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا ہماری اس صداقت سے مایوسیوں کے غبار میں دل شکستہ سا ہو جائیگا اس میں کلام نہیں کہ کسی اعلے درجہ کے مضمون کو ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کے دوران میں نقصانات عظیم ہو جاتے ہیں۔ جو محنت۔ ہنر۔ قابلیت ایک یا دونو زبانوں میں کلی مہارت کسی صورت میں بھی نہیں روک سکتیں۔ مترجم چاہے کتنی ہی قابلیت سے اپنا فرض ادا کرے۔ لفظوں کے انتخاب میں کتنی ہی احتیاط۔ موزونیت۔ اور مہارت کام میں لائے۔ ترجمہ میں نقصانات ہوں۔ پھر بھی ہوں مصنف کے خیالات اس کی زبان سے دوسرے زبان میں لیجاتے ہوئے خیانت اور بے وفائی کے الزام سے بچنا ناممکن ہے ÷

۵۔ بالخصوص کتاب مقدسہ کے مترجموں کے لئے | **کلام مجید کے ترجمہ**

ہیں کس قدر مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ بالخصوص جب ہم دیکھتے ہیں کہ ترجمہ کی زبان میں کلام الٰہی کا ایک مہتم بالشان لفظ دو یا تین الفاظ میں سے کسی ایک سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اور اس سے ہماری پریشانی بڑھتی ہے کہ؟ ان میں سے کونسا لفظ انتخاب کریں۔ ہماری پریشانی کثرت کی وجہ سے نہیں بلکہ قلّت کی وجہ سے۔ ممکن ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے فوائد یا خوبیاں رکھتا ہو لیکن اس میں تو شک نہیں کہ ہر ایک میں کمی اور نقص بھی ہے۔ خواہ کچھ ہی ہو۔ مشکلات میں سے ایک صورت اختیار کرنی ہے اور کوئی صورت ہو۔ یہ پتہ لگ جائیگا کہ منشاء ربیّ کا خزانہ مٹی کے برتن میں رکھ دیا گیا ہے۔ اور کبھی نہ کبھی۔ کہیں نہ کہیں اس برتن کی خاک اُڑتی نظر آئیگی۔ ان حالات میں کس قدر ضروری ہے۔ اور دُور اندیشی متقاضی ہے کہ اس موقعہ پر انتخاب الفاظ میں بہترین یعنے قریب ترین معنوں کا لفظ پسند کیا جائے ؎

۶۔ مشنری مترجم کو زیادہ احتیاط لازم ہے

اگر مشنری مترجم کو اس امر کا ذرا بھی احساس ہو کہ ترجمہ کا کام جو اس نے ہاتھ میں لیا ہے کتنا خطرناک ہے۔ اور جس قوم کی زبان میں وہ کلام ربّانی ترجمہ کرنے لگا ہے اس سے ان کی روحانی زندگی میں کسقدر

اہم تغیر پیدا ہونے والا ہے ضرور ہے کہ وہ مشنری اس احساس پر کانپ اُٹھے اور ڈرے کہ کہیں اس کا قلم یا زبان جو وہ استعمال کرنے لگا ہے منشاء الٰہی کے ادا کرنے میں ایک کام کا لفظ چھوڑ کر کسی ناکارہ لفظ کے استعمال سے ایک قوم کی روحانی زندگی کے دامی انحطاط یا پریشانی کا باعث نہ ہوں۔ مشکل تو یہ ہے کہ انتخاب کرنا سہل نہیں۔ وہ کام کا لفظ بھی اس کی خواہش اور اس حقیقت سے جو بصورت انتخاب اس کے سپرد ہونی چاہئے کہیں دُور اور نیچے گرا ہوا ہے۔

۷۔ ایک ہی زبان کے مترادف الفاظ کا مقابلہ

یہاں تک تو ایک زبان کے الفاظ کا مقابلہ دوسری زبان کے ذکر تھا۔ اور اس مسئلہ کے متعلق جو سوالات پیدا ہو سکتے ہیں ان کی تعداد اتنی کثیر اور ان کا دائرہ اسقدر وسیع ہے کہ اس کتاب میں اس پر بحث کرنا غیر متعلق ہوگا۔ یہاں اتنا ہی کافی ہے کہ آپ آنکھیں کھول کر دیکھیں اور کان کھول کر سُنیں۔ یہ سوالات عموماً فائدہ سے خالی نہیں ہوتے۔ اور اگر چشم بینا اور گوش شنوا رکھتے ہو تو ان سے کچھ سبق بھی حاصل کر وگے۔ اب ہمیں اس مضمون کو یہیں چھوڑ دینا چاہئے اور مختلف زبانوں کے نہیں بلکہ ایک ہی زبان کے الفاظ کا باہمی

مقابلہ کرنا چاہئے۔

۸۔ مترادف اور اسکا مفہوم

مترادف الفاظ جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے اور جیسا کہ ہم یہاں استعمال کرینگے ایک ہی زبان کے وہ ہم معنے الفاظ ہیں جن کے معانی یا انشاء میں قدرے اختلاف ہے۔ اور یہ اختلاف یا تو پہلے ہی قرار دیا جاچکا ہے یا ان میں مرکوز ہے۔ وہ بالکل متحد المعانی نہیں۔ کیونکہ ایسے الفاظ جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے تمیز کی گنجائش نہیں رکھتے۔ اور نہ ہی وہ ایسے الفاظ ہیں کہ ان کی دور کی مشابہت ہو۔ کیونکہ اس صورت میں ان کا فرق بیّن ہوگا۔ اور ایسا ظاہر و باہر ہوگا کہ اس کا بیان کرنا بعینہٖ سورج کو شمع دکھانے کی مثال ہوگی۔ سُرخ اور قرمزی کا فرق دکھانا شاید نامناسب نہ ہو کیونکہ ان میں مغالطہ ایک عام بات ہے۔ لیکن ایسا کون ہے جو سُرخ اور سبز میں فرق جتانے کا خیال بھی دل میں لائے۔

ایسا ہی لالچ اور حرص کا فرق تو ہوگا ہی لیکن حرص اور غرور میں فرق بیان کرنا محض تضیع اوقات ہوگی! الفاظ ایسے ہونے چاہئے جن میں کم و بیش مغالطہ کا اندیشہ ہو لیکن جیسا کہ کسی نے خوب کہا ہے ان میں مغالطہ نہیں ہونا چاہئے۔ ایسے

الفاظ ہوں جن کے معانی میں اصلیت کی بناء پر ہی فرق ہے یا ایسے کہ ابتدا میں تو وہ بالکل ایک ہی معنے رکھتے تھے مگر آہستہ آہستہ بڑے بڑے مصنفین کی تحریروں اور بڑے بڑے مقررین کی تقریروں میں ان کے استعمال کا فرق نمایاں ہوتا گیا اور اب بالاتفاق مسلم ہے *

۹۔ الفاظ جو اختلاف مادہ کی وجہ سے نہیں بلکہ محض استعمال سے مختلف المعانی ہوتے رہیں اور اس اختلاف کے اسباب

اسجگہ پر ایک دلچسپ سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہ دوسری قسم کے مترادف الفاظ کس طرح بن جاتے ہیں۔ ان کی اصلیت میں تو کوئی فرق نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی اور وجہ موجود ہوتی ہے۔ محض استعمال اور رواج ہی انمیں یہ فرق پیدا کر دیتا ہے۔ بلاشبہ اگر زبان کسی معاہدہ کے مطابق بنائی گئی ہوتی تو ایسے مترادف الفاظ کے لئے اس میں کوئی جگہ نہ ہوتی۔ کیونکہ جب ایک دفعہ ایک لفظ کسی خاص خیال یا واقعہ کا حقیقی نمایندہ ہوگیا تو کسی دوسرے کی تلاش کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن زبان کسی اور طرح ہی بنتی ہے اور اس کے بننے میں کسی ایسے ضابطہ

۱۰۔ اختلاف قبائل

یا قواعد کی پابندی نہیں ہوتی۔ مختلف قبائل۔ ہر ایک اپنی بولی کے ساتھ جو ایک ہی برادری میں سے ہوتی

ہے مگر بہت سے امور میں مختلف ہوتی ہے مل کر ایک قوم بنجاتے ہیں اور اپنی اپنی بولیوں کا مجموعہ ایک ہی جگہ اکٹھا کر دیتے ہیں۔ فارسی اور اُردو میں کئی ایک مترادف الفاظ ایک ہی چیز کے لئے غالباً مختلف قبائل سے لئے ہوئے موجود ہیں۔ مثلاً آفتاب۔ خورشید۔ مہر۔ شہریار۔ بادشاہ۔ تخت۔ ویہیم۔ راجہ۔ راؤ۔ اور رائے بعض اوقات ایک ہی قوم کے مختلف قبیلوں میں ہی ایک ہی لفظ ہوتا ہے لیکن اس کی صورتیں الگ الگ ہوتی ہیں اور دونوں صورتوں میں قائم رہتا ہے۔

پور۔ پسر اس قبیل کی مثال ہے۔

ب۔ فاتح اور مفتوح قوموں کا ملاپ

یہ بھی ہوتا ہے کہ فاتح قوم مفتوحین کے ملک میں آباد ہو جاتی ہے اپنی حکومت تو قائم رکھتی ہے لیکن اپنی زبان جاری نہیں کر سکتی۔ بلکہ فاتحین چونکہ تعداد میں تھوڑے ہوتے ہیں طوعاً و کرہاً مفتوحین کی زبان اختیار کرتے ہیں۔ کلیتاً تو نہیں لیکن دونوں زبانوں میں ایک قسم کی درمیانی راہ نکالی جاتی ہے۔ اس میں تو شک نہیں کہ ایک طرف کا پلہ بھاری رہتا ہے۔ مگر شرط یہ ہوتی ہے کہ یہ زبان دوسری زبان کی الفاظ کی ایک معقول تعداد اپنے حلقہ میں داخل کریگی

اور انہیں جملہ حقوق خویشی دیگی۔ بعض صورتوں میں تو یہ نئے الفاظ پرانے لفظوں کو بیدخل کر دیتے ہیں مگر بسا اوقات ایک دوسرے کیساتھ ساتھ مترادف حالت میں رہتے ہیں۔

۱۰۔ مویداسباب مترادف الفاظ کے وجود کے یہ بواعث ہیں جو کسی قوم یا زبان کے ابتدا میں نظر آتے ہیں لیکن بعد میں اور اسباب بھی اپنا کام کرتے ہیں۔

۱۱۔ ادبیات جب کسی زبان کا علم ادب تیار ہوتا ہے مصنفین جو مختلف غیر زبانوں سے واقف ہوتے ہیں ان زبانوں کے الفاظ لے لیتے ہیں۔ اگرچہ ان الفاظ کی ایسی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور یہ استعمال بسا اوقات شوکت و شان یا اپنی علمیت دکھانے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ اظہار خیالات کے واسطے۔ بعض دفعہ اپنی زبان میں ایک کافی و وافی لفظ کے ہوتے بھی وہ نئے اور اپنے خیال کے مطابق ایک عمدہ۔ اور نفیس لفظ کی تلاش میں دوسری زبانوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ شخص۔ قیمت۔ سودا۔ نرخ۔ بازار۔ دوکان۔ محل۔ پیغام۔ بادشاہ۔ سلطان وغیرہ وغیرہ۔

ان امیدواران داخلہ میں سے بعض تو ناکام رہتے ہیں اور

کم وبیش مدت آزمائش کے بعد بیدخل ہو جاتے ہیں اور یوں بھی ہوا ہے کہ سوائے مجوز کے اور کبھی کسی نے انہیں قبول تک نہیں کیا۔ ایسے بھی بہت ہیں جو قبولیت عامہ کی مہر حاصل کر کے کچھ مدت کے لئے تو گڑبڑ مچا دیتے ہیں۔ مگر آہستہ آہستہ پُرانے رہنے والوں سے ان کا سمجھوتا ہو جاتا ہے اور انہیں بھی وہی حقوق مل جاتے ہیں جو زبان کے اپنے بچوں کے تھے۔

مختلف زبانوں نے اُردو کے بنانے میں مدد دی ہے۔ اور اس کی تائید میں ایک چھوٹی سی مثال خالی از فائدہ اور لطف نہیں ذرا دیکھو تو سہی۔

پنڈت۔ معلم۔ مولوی۔ اُستاد۔ اتالیق۔ ماسٹر۔ پروفیسر کہاں کہاں سے آئے ہیں۔ کیا بتانے کی ضرورت ہے۔ کہ پنڈت سنسکرت سے معلم۔ مولوی۔ عربی سے۔ اُستاد۔ فارسی سے۔ اتالیق ترکی سے اور ماسٹر۔ انگریزی سے آئے ہیں۔

۲۱۔ تفریق وتمیز معانی رفتہ رفتہ جب کسی زبان کی طرف زیادہ توجہ دیجاتی ہے اور سوسائٹی بھی سادگی کی حالت سے تمدن کی پیچ در پیچ راہوں میں جا نکلتی ہے۔ کثیر التعداد اشیاء نامزد کرنی ہوتی ہیں روز بروز بڑھنے والے اور ترقی کے خیالات کا

اظہار ضروری ہوتا ہے۔ اور کئی امور میں امتیاز اور فرق جتانا لازمی ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں ایک ہی چیز کو دو یا زیادہ ناموں سے پکارنا سوائے تضییع وسائل کوئی اور نتیجہ مترتب نہیں کرتا۔ لوگ احساس کرنے لگتے ہیں اور ان کا احساس بجا ہوتا ہے کہ جس حالت میں بے انتہا دُنیا ان کے اِرد گرد آباد ہے اور اسکے متفرق اور مختلف اجزا کو مشخص کرنا اور ان کا نام رکھنا مطلوب ہے۔ اور یہ اجزا کبھی ان کی زندگی کا حصہ اور ان کی ملکیت نہیں ہو سکتے جب تک وہ انہیں اپنے خیالات اور اپنے احساسات کے مطابق موسوم نہ کریں۔ تو ان حالات میں اس سے زیادہ بے تمیزی اور فضولی کیا ہو سکتی ہے کہ ہم ایسی اشیا کو جو ایک ہی نام سے بخوبی پہچانی جا سکتی ہیں دو یا دو سے زیادہ ناموں سے۔۔۔۔۔ یاد کریں۔ اور یہ فضولی یقیناً دوسری طرف کمی اور تنگی کی وجہ سے پریشانی کا باعث ہوگی۔ ایک خیال۔ جذبہ۔ یا واقعہ کو کوئی لفظ نہ ملیگا اور یہ صرف اسلئے کہ ایک دوسرے خیال۔ جذبہ یا واقعہ کے لئے دو الفاظ ہیں۔ یہاں مترادف الفاظ کی تفریق کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ اور جو الفاظ تا حال بالکل ہم معنے سمجھے جاتے تھے اور اسلئے بلا تمیز استعمال کئے جاتے تھے ان کے استعمال میں

تمیز اور تفریق شروع ہو جاتی ہے۔ کسی زبان کی دولتمندی کی یقینی اور قطعی دلیل اس سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ یہ سلسلہ مکمل ہو جاوے۔ اور جب کبھی دو یا دو سے زیادہ الفاظ جو پہلے بلاتمیز و تفریق استعمال ہوتے رہے ہیں اپنا اپنا موضوع علیحدہ علیحدہ لے کر متداول ہوں۔ اور کسی دوسرے کے موضوع کی حدود میں دست اندازی کرنے کا موقعہ نہ ڈھونڈیں اور نہ ہی کوئی اور ان کی حدود میں دست اندازی کرے۔ ظاہری طور پر شاید یہ پرانے مقبوضات کی حد بندی کی صحت ہی دکھائی دے۔ لیکن عملی کارروائی کے لئے یہ نئی مقبوضات سمجھنے چاہئیں ÷

۱۳۔ اس کا طریق عمل یہ سلسلہ کسی باقاعدہ تجویز یا قرار داد سے شروع یا جاری نہیں کیا جاتا اور نہ ہی اس کی تکمیل میں کوئی باضابطہ قرار داد کام دیتی ہے۔ زبان کی عملی قوت خود ہی اپنا مقصد اور مدعا پورا کرتی ہے۔ ان مترادف الفاظ کو چپکے چپکے ایک دوسرے سے ہٹائے جاتی ہے۔ اور انہیں الگ الگ اور مخصوص معانی کا متحمل اور ذمہ وار بنا دیتی ہے۔ سوائے علوم و فنون کی اصطلاحات کے کوئی ایک مصنف اس سے زیادہ نہیں کر سکتا کہ عوام کے موجودہ رجحان طبیعت میں مدد دے اور اکثر

اہل زبان کے ذہن میں جو ایک دھندلی سی تفریق پیدا ہو رہی تھی اسے وضاحت سے سب کے سامنے دکھلائے۔ اور اس طرح اس علیحدگی کی کارروائی کو فوری عملی صورت بخشے۔ اور مستحکم بنیاد پر الفاظ کے فرق باہمی کو قائم کر دے تاکہ اس کے بعد اسے کوئی بھولے نہیں یا اس پر اعتراض نہ ہو۔ چند الفاظ جن میں پہلے کوئی فرق نہ تھا اور اب سمجھا جاتا ہے حسب ذیل ہیں:۔

لڑکی۔ لونڈی۔ چھوکری۔ چاؤ۔ چاہ۔ تماشبین۔ تماشائی۔

۱۴۔ توسیع عمل کی ضرورت ایک کثیر تعداد الفاظ کی اُردو زبان میں اس تشخیص تفریق کی منتظر ہے۔ ان میں سے اکثر وقت پر منزل مقصود کو پہنچ جائینگے اور ان کی اس کامیابی سے زبان کے خزانوں میں اتنی دولت اور جا پڑیگی اور اس حد تک وہ مالامال ہوجاویگی۔ اگر یہ سچ ہے کہ ایک امر واقعہ یا کسی فرق کے بیان کرنے کے لئے جسے زبان کا کوئی لفظ بھی پہلے مکمل اور واضح طور پر بیان نہیں کر سکتا تھا ایک نیا لفظ جو پیش کیا گیا ہو استعمال کرنے والے کے دماغ کے واسطے ایک تازہ آلہ غور و فکر کا ہے۔ تو ہم اس بات کے اندازہ کرنے یا سمجھنے میں کسی قسم کی غلطی نہیں

کر رہے کہ یہ منتظر تشخیص و تفریق ہماری زبان کی دولت بازگشت
ہے ۔

مثلاً کسقدر حقیقی اور اخلاقی فایدہ ہو اور حضرت انسان کے خیالات و اعمال میں کسقدر صفائی آجائے اگر ہم واضح طور پر یہ قرار دے لیں کہ الفاظ سزا اور بدلہ میں سے جو ابھی اپنے اپنے دائرہ اثر کی حد بندی کر رہے ہیں سوائے اُس صورت کے کہ ہم کسی شخص کے گناہوں یا کسی مجرم کے جُرم کی پاداش کا ذکر کر رہے ہوں کسی اور جگہ سزا کا لفظ استعمال نہ کیا جاوے سزا دینا۔ خداوند کریم یا حاکم وقت پر جو اللہ کی طرف سے اس کی حقانی فیصلجات کا تعمیل کنندہ ہے چھوڑا جاوے۔ اور انتقام جس کی محرک کوئی نیت نیک یا الٰہی نہیں بلکہ انسان کے حیوانی جذبات اس کی محرک ہیں اس کا نام بدلہ رکھا جاوے۔ اگر یہ فرق نہ کیا جاوے تو اخلاقی بیزاری جو بدلہ سے بجا طور پر ہونی چاہیئے بعض اوقات سزا سے بھی اضطراری طور پر ظاہر ہوجاتی ہے اور حالت یہ ہے کہ اس دنیا میں جو شرارت اور بدکاری سے بھرپور ہے سزا کے بغیر حق کا بول بالا ہونا یا اخلاقی حکومت کا قیام ناممکن ہے ۔

۱۵۔ مختلف زبانوں سے آئے ہوئے مترادف الفاظ

ان وجوہات کے سبب جن کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ اُردو زبان کا ڈھانچا تو بیشک ہندی ہے لیکن اس کا گوشت و پوست فارسی اور عربی سے آئے ہیں۔ اور بعد میں انگریزی نے بھی اس کی ترکیب میں ایک معتد بہ حصّہ لیا ہے۔ اور یہی اسباب ہیں جن کی بناء پر اُردو میں مترادف اسم ہندی اور فارسی یا عربی کے ملے جُلے بکثرت پائے جاتے ہیں۔

اٹکل۔ تخمینہ
بولی۔ زبان
بھانہ۔ حیلہ
بھرم۔ عزّت
دھوکا۔ فریب
جتھا۔ گروہ
اُبال۔ جوش
چٹکلا۔ مذاق
داتا۔ سخی
دوہائی۔ فریاد

چاپلوسی - خوشامد

ڈینگ - لاف

دھڑکا - خوف

نوکر - چاکر

چین - راحت

بعض اوقات مذہب اور علوم کے واسطے فارسی اور عربی دونوں زبانوں سے امداد طلب کی ہے - اور انہوں نے اس میں فیاضی سے کام لیا ہے - دونوں نے جہانتک ان سے ہو سکا ہر ایک خیال کے لئے الگ الگ لفظ دیئے -

اللہ - خدا

رسول - پیغمبر

صلوٰۃ - نماز

صوم - روزہ

عبادت - پرستش

صاف - پاکیزہ

زاویہ - گوشہ

شرع - آئین

اس کے سوا مترادف افعال بھی فارسی یا عربی سے بکثرت لئے ہیں۔

اعتبار۔ بھروسہ کرنا

تقسیم۔ بانٹنا

تمنا۔ چاہنا

فارسی سے حاصل مصدر کی صورت میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کشش۔ کھینچنا

داد و دہش۔ دینا

اور پھر اسم صفت بھی اسی طرح جمع ہو گئے ہیں۔

غریب۔ کنگال

فقیر۔ منگتا

چالاک۔ چالیا

بخیل۔ کنجوس

خوفناک۔ ڈراؤنا

کہیں کہیں یہ بھی ہوا ہے کہ اردو نے فارسی سے ایک اسم لیا ہے اور اسم صفت فارسی اور عربی سے لے لیا ہے اور عربی سے

اسم کو چھوڑ دیا ہے۔

بازار۔ بازاری۔ سوقیانہ۔ سوق کا لفظ استعمال میں نہیں۔

یہاں صرف چند مثالیں دی گئی ہیں۔ اور یوں تو ان کی تعداد کثیر ہے۔ ان فہرستوں کے الفاظ ایزاد کرنے میں آپ کو خوشی اور فائدہ دونوں ہونگے۔ اور جہانتک ممکن ہو انہیں مکمل بنالو۔

۱۶۔ انکے معانی میں تفریق اور تمیز

اگر ہم غور سے ان الفاظ کو ملاحظہ کریں۔ جو پہلو بہ پہلو اپنا قدم جمائے کھڑے ہیں۔ اور کوئی ایک دوسرے سے پیچھے ہٹنے والا نظر نہیں آتا۔ ہم دیکھیں گے کہ قریباً ہر ایک مثال میں الفاظ نے اپنا اپنا علیحدہ حلقہ معنے قائم کرنے کی کوشش کی ہے اور استعمال میں کم و بیش ممیز ہو گئے ہیں۔

اٹکل اگرچہ ابتدا میں قیاس اور رائے قائم کرنا ہی تھا لیکن اب اس قیاس اور رائے کی وقعت اٹکل پچو کی ترکیب میں ظاہر ہوتی معلوم دیتی ہے۔

تخمینہ۔ بھی وہی قیاس ہے لیکن قیمت لگانے اور قریب قریب اندازہ کرنا مفہوم ہوتا ہے۔

بولی میں زبان کی شستگی نہیں پائی جاتی اور حقیقت میں اسکی

جگہ زبان کے ابتدائی اور محدود مدارج میں ہے۔ بولی کو زبان کا رتبہ ملنے کے لیئے اس میں نشو ونما اور وسعت درکار ہیں۔

بہانہ صرف عذر ہے۔ حیلہ میں فریب اور دھوکا کا جزو شامل ہے۔

بھرم۔ غیروں کی نگاہ میں تمہاری منزلت اور اعتبار۔ ان کا تم پر بھروسا ظاہر کرتا ہے جب تجربہ سے لوگ تم پر اعتبار کرنے لگتے ہیں تو پھر تمہارا بھرم ان کی آنکھوں میں قائم ہو جاتا ہے۔

دھوکا۔ صورت ظاہری سے غلطی کھانے کو کہتے ہیں اور فریب۔ اپنی طرف کھینچنا۔ اپنے دام میں پھنسانا۔ اور اپنا دلدادہ کر لینا شرط ہے۔

جتھا۔ دھڑا بندی کا خیال لئے ہوئے ہے جو گروہ میں نہیں

ابال اور جوش گرم پانی سے نکل کر ایک تو غصہ کے جذبہ تک اور دوسرا عام تیزی اور سرگرمی سے بھی پرے تک پہنچ گیا ہے۔

دھڑکا۔ دل کے دھڑکنے اور اُسوقت کی حالت کا نام ہے جو خوف اور بیم و امید کی صورت میں پیدا ہوتی ہے چاکر اصل میں نوکر سے ماتحت کام کرنے والا ہے ۔

۱۷۔ متحد الشکل الفاظ میں بھی تفریق معانی ہو جاتی ہے	یہ کہا جاسکتا ہے کہ

یہ الفاظ پہلے معنوی جدائی کی طرف رجحان رکھتے تھے کیونکہ ان کا واسطہ مختلف نسلوں سے تھا اور اس واسطہ کے اختلاف نے زیادہ تر اس جدائی میں مدد دی ہوگی۔ یہ توضیح مگر یہی حالت بھی سلسلہ ان الفاظ میں بھی جاری ہے جہاں اختلاف نسل کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

انتظام اور اہتمام ہر دو عربی نسل سے ہیں لیکن انتظام نظم۔ لڑی میں پرونے سے ہے۔ اور بکھری ہوئی اجزا کو قاعدہ اور ضابطہ میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔

اہتمام۔ ہم۔ فکر سے ہے۔ اور انتظام کے افکار۔ محنت۔ اور نگرانی پر دال ہے۔ اسی طرح حجت اور دلیل بھی عربی ہیں لیکن اب حجت میں معقولیت ناپید ہوتی جاتی ہے۔

کسوف وخسوف ہر دو عربی النسل ہیں۔ اور گرہن کے معنوں میں آتے ہیں لیکن کسوف سورج گرہن ہے اور خسوف چاند گرہن ہے۔

داستان و فسانہ دونو فارسی ہیں۔ دونو کہانی کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن داستان میں اصلیت اور سچائی کا عنصر غالب۔ اور فسانہ میں بالکل غائب ہے۔

سودائی } بھی عربی الاصل ہیں۔ ایک ہی مخرج سے لئے گئے ہیں۔
سوداوی } معنوں میں فرق دیکھو۔ سودائی تو یقیناً پاگل ہی ہوتا ہے۔ سوداوی تو مزاج کے لحاظ سے اسے قبیل سے ہے مگر اس درجہ کو نہیں پہنچتا۔

عیسائی حضرت عیسیٰؑ کا پیرو۔ عیسوی۔ منسوب بہ عیسیٰ جیسے سنہ عیسوی۔ آہنی۔ لوہے کا بنا ہُوا۔ آہنین۔ لوہے کی طرح

۱۸۔ اختلاف مادہ اور اختلاف معانی

اب چند ایسے الفاظ لو جنہیں صرف رواج نے آپس میں ممیز نہیں کر دیا بلکہ ان میں اصولی اور مادی فرق ہے۔ مگر وہ فرق ایسا ہے کہ اس کا تاڑنا سہل نہیں اور بالخصوص جب تک ہمیں الفاظ کی صورت پر ہی اعتبار ہوگا کوئی فرق ظاہر ہونا مشکل ہے۔ آؤ فرق نکالیں اور پھر دیکھیں کہ اس سے کہاں تک فائدہ ہوتا ہے۔

مرتبہ۔ درجہ۔ اور پایہ ہم ایک ہی معنوں میں ہر روز استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہم ان کے مادہ پر غور کریں۔ اور ان میں جو امتیازی حد ان کی اصلیت نے قائم کی ہوئی ہے وہاں تک پہنچیں تو ہم باشبہ خوش ہونگے کہ ان الفاظ کی بدولت بجائے ایک غیر معین خیال کے ہم تین الگ الگ واضح اور مستقل مجموعہ خیالات کے

مالک ہیں۔

مرتبہ۔ اصل میں ترتیب دینے سے پیدا ہوا۔ اور اس ترتیب میں استقلال حاصل کر کے اولیت کا سہرا باندھ بیٹھے۔ ترتیب میں تو مختلف رتبے قائم ہو گئے اور چھوٹے بڑے ایک ہی نام سے موسوم ہیں لیکن مرتبہ کا اطلاق اب بغیر کسی صفت کے اعلےٰ رُتبہ ہونے لگا ہے۔

درجہ۔ آہستہ آہستہ ترقی کا نتیجہ ہے۔ اور کسی درجہ پر پہنچنا ظاہر کرتا ہے کہ پہنچنے والے نے اپنی محنت۔ لیاقت اور قابلیت سے اور خدا جانے کن وسائل سے مختلف مدارج طے کر کے کوئی درجہ حاصل کیا ہے۔

پایہ۔ پانوں۔ بنیاد۔ پر مبنی ہے اس کے اصلیت میں ہی استحکام اور مضبوطی ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس کی ابتدا ہیں رہی بزرگی تھی۔ اس کی بنیاد ہی اچھی ہے اس میں چھوٹے درجہ سے بڑے درجہ تک پہنچنے کا خیال ضروری جزو نہیں۔

اسی طرح تحقیقات۔ تجسس۔ اور تفتیش اور تفحص کی مخرج بھی مفید طلب ہیں۔

تحقیقات۔ حق جوئی ہے۔

تجسّس کے مادہ میں خبر کی تلاش اور وہ بھی بدی کے لئے مرکوز ہے۔

جاسوس۔ اسی مادہ سے نکلا ہے اور اس کا کام مشہور ہے۔

تفتیش۔ کریدنا اور کرید کرید کر کسی بات کا نکالنا ہے تفحص میں بھی کریدنے کا جزو شامل ہے اور ساتھ ہی اسکے عیب جوئی درازجوئی بھی ہے۔

تفتیش میں کسی قسم کی بدنیتی کا دخل نہیں۔ اصل میں یہہ تحقیقات۔ یعنے حقیقت امر دریافت کرنے کے لئے ہونی چاہئے تجسّس و تفحص میں نیت اور ارادہ نیک نہیں ہوتے۔ ان میں فرق صرف یہ ہے کہ تجسّس میں نتیجہ کا علم حاصل کرکے اس سے کوئی بدی کرنے کا منشاء ہوتا ہے۔ تفحص میں بدنیتی محض حصول علم کے متعلق ہی ہے۔ اس سے بڑھ کر نہیں کہ کوئی عیب یا راز معلوم کیا جائے۔ یہ کہ اس علم سے کیا فایدہ اُٹھایا جائیگا۔ تفحص کا جزو نہیں۔

بیزاری۔ نفرت اور حقارت میں فرق بیّن ہے۔ جب ہمیں کسی سے نفرت ہوجاتی ہے تو ہم اس سے بھاگنا چاہتے ہیں۔ اور جب ہم ناخوش ہوتے ہیں اپنی خواہش۔ اپنی

پسندیدگی کے مطابق کسی کو نہیں پاتے تو ہم اس سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ اور جب ہمیں کسی سے حقارت ہوتی ہے تو سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ہم اسے چھوٹا اور ذلیل سمجھتے ہیں ۔

۱۹۔ غیر مترادف الفاظ بعض اوقات ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں

بعض اوقات الفاظ مترادف نہیں ہوتے مگر ایک دوسرے کی جگہ کئی بار استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس بیجا استعمال کے سبب ضروری ہے کہ ہم انہیں ایک دوسرے سے تمیز کرنے کے لئے ان کی مخارج کا خیال رکھیں۔

مثلاً جعلی اور فرضی کا فرق قابل غور ہے جعلی کے لئے ضروری ہے کہ اس کی اصلیت بھی ہو۔ جعل۔ ایک اصلی چیز کی نقل بنا کر اصلی کے لئے پیش کرنا ہے۔ فرضی کے واسطے کوئی اصلیت ضروری نہیں۔ بلکہ فرضی تو وہی ہے کہ جس کی اصلیت کچھ نہ ہو۔ جعلی صرف اشیاء کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ فرضی اشیاء اور انسان دونوں کے لئے آتا ہے۔ جعلی۔ دستاویز یا جعلی سکہ لوگ بنا لیتے ہیں۔ اور فرضی بات یا فرضی آدمی پیش کر کے دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

۲۰۔ الفاظ اپنی اصلیت سے بہرحال وابستگی رکھتے ہیں

آپ نے دیکھا ہوگا کہ

اکثر الفاظ میں جو ہم نے بیان کئے ہیں ان کا استعمال ان کے مخرج کے حوالے سے ظاہر کیا گیا ہے اور مادہ کی رہنمائی سے ان کی حد امتیاز قائم کی گئی ہے۔ مترادف الفاظ کی ایک کتاب میں یہ بحث اُٹھائی گئی ہے کہ ایسی کتاب کا موضوع صرف الفاظ کی موجودہ اضافی حیثیت ہی ہو سکتی ہے۔ اور ان کی اصلیت اور مخارج سے سروکار نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ اگر مادہ اور اصلیت کی طرف رجوع کیا جائے تو معنوں میں بجائے وضاحت کے ابہام اور ایہام کی صورت نظر آنے لگے گی۔ اس میں کلام نہیں کہ بسا اوقات الفاظ اپنی اصلیت پر قائم رہنے میں بہت تساہل کرتے ہیں اور استعمال اور رواج کے لہروں میں اِدھر کے اُدھر اور اُدھر کے اِدھر بھرتے ہوتے ہیں لیکن ان حالات میں بھی اپنی اصلیت سے ضرور وابستہ ہوتے ہیں۔ قطع تعلق کی مثالیں شاذ ہیں۔

+ مشعلچی مشعل اُٹھانے والا ہے۔ اور اگرچہ اب باورچی خانہ کے برتن صاف کرنے والا بھی اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ شعلہ کی نسبت دور نہیں ہوئی۔

غریب۔ اجنبی۔ غیر وطن تھا۔ جیسا کہ غریب الوطن میں ابھی تک موجود ہے۔ اب نادار اور بیکس ہے۔ لیکن دیکھ لو اجنبیت

اور وطن سے دُور ہونے کی حالت نے پیچھا نہیں چھوڑا خصم عربی دشمن تھا یہاں مالک ہوا اور پھر اُردو میں خاوند ہو گیا۔ جیرہ دستی کا خیال مشترک ہے۔

۱۲۔ اگر ظاہر نہیں تو اس میں اصلیت کی جھلک تو ضرور ہوتی ہے

جو الفاظ اپنی اصلیت کا تعلق ایسی وضاحت سے بیان نہیں کر رہے ہوتے۔ ان میں بھی اس کا اثر خاموشی سے اپنی جھلک دکھا دیتا ہے اور بسا اوقات خیال تک نہیں ہوتا اور یہ اپنی موجودگی سے آگاہی دیدیتا ہے۔ ایسا بھی ہُوا ہے کہ ایک مدت مدید کے بعد جس میں معلوم ہوتا تھا کہ ایک لفظ اپنی اصلیت بالکل بھول گیا ہے اِدھر اُدھر بھٹک کر وہ اپنے ماخذ کی طرف پھر رجوع کر لیتا ہے۔ اور کسی زبان کے اُستاد اور ماہرین جو اپنی مادری زبان کے طاقتوں کو حالت قوہ سے فعل میں لانا چاہتے ہیں بالعموم الفاظ کے استعمال کو ان کے مادہ سے دوبارہ جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں اور الفاظ چاہے کتنی ہی سرکشی کریں وہ انہیں ان زنجیروں سے باندھ دیتے ہیں۔ خواہ کچھ ہی ہو۔ کسی لفظ کی گذشتہ تاریخ۔ اور یہ تاریخ یقیناً اس کی مادہ سے ہی شروع ہوتی ہے۔ خواہ...... جلد نسیاً منسیا ہو جائے۔ لیکن جب کبھی ہمیں اس لفظ کی موجودہ حیثیت دریافت کرنی ہو گی اسکی تاریخ کو کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کر سکینگے۔ یہ درست ہے

کہ الفاظ کے لغوی یا ابتدائی معنوں کا علم ان کی موجودہ معنے کا فیصلہ کُن نہیں ہو سکتا کیونکہ استعمال انہیں مخرج سے کہیں دُور لیجاتا ہے۔ لیکن معنوں کے تعین میں ہم الفاظ کی ابتدا اور مخرج کو نہیں بھول سکتے۔ آج ایک انسان کی حالت کل سے بالکل مختلف ہو تو ہو۔ لیکن اس کی موجودہ حالت کا اندازہ کرنے کے لئے اس کی سابقہ زندگی اور گذشتہ حالات معلوم کرنا غیر ضروری نہیں کہا جا سکتا اور یہی بات الفاظ کی ہے۔

۲۲۔ مترادف الفاظ کا اخلاقی فائدہ بعض اوقات مترادف الفاظ کا استعمال اخلاقی فایدہ سے خالی نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہمارے دل میں ہوتا ہے وہی ہم زبان سے نکالتے ہیں اور اس طرح ان مترادف الفاظ کی مدد سے ہم اپنے اظہار خیالات میں منافقت کے گناہ سے بچ جاتے ہیں۔ کسی امر کی تائید کرتے ہوئے ضروری نہیں کہ ہم دل سے اس کی راستی کے قائل ہوں اور نہ ہی ہم تائید میں کوئی ایسا خیال ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہم کسی امر کی تصدیق کر رہے ہونگے تو ہم صاف صاف بتا رہے ہونگے کہ ہم خود دل سے اس کے قائل ہیں اور دل سے موید۔

تلطف و مدارا ۔ تلطف میں مہربانی۔ شفقت پائی جاتی ہے۔

اور مدارات۔ صرف خوش اخلاقی سے پیش آنا ہے تلطف کا دل سے واسطہ ہے۔ مدارات۔ محض ظاہری طریق عمل ہے۔ دل سے کوئی تعلق نہیں۔

بادوستان تلطف بادشمناں مدارا

اس تمیز کا شاہد ہے۔

نمائش اور نمود دونو دکھانے کے لئے ہیں۔ لیکن نمائش میں صرف دکھاوا ہی ہے۔ اور نمود میں عزت ملحوظ ہے۔

۲۳۔ مترادف الفاظ میں تفریق کی اہمیت چند دیگر مثالوں میں۔

مترادف الفاظ کے معانی میں تمیز کرنے کے لئے ایک اور مثال قابل غور ہے۔ ابداع۔ اختراع و ایجاد میں گو بظاہر اور روزمرہ کے استعمال میں کوئی ایسا فرق بیّن نہ ہو۔ مگر اختراع میں اجزاء کا وجود موہوم ہوتا ہے۔ حقیقت اور اصلیت تھوڑی ہوتی ہے اور ایجاد میں مختلف اجزاء موجودہ کو یکجا کرکے نئی شکل دی جاتی ہے اور ایک نئی چیز تیار کی جاتی ہے۔

کسی شخص کی من گھڑت بات کو اس کی اپنی اختراع کے نام سے پکارتے ہیں اور نام موزون ہے۔ لیکن انجن ایک ایجاد ہے۔ جو بھاپ کی طاقت دریافت ہونے پر تیار کیا گیا ہے۔ ایک

موجود مگر نامعلوم چیز کو دریافت اور منکشف کیا جاتا ہے معلوم یا دریافت شدہ اجزاء کو مجتمع کرنے سے ایک نئی چیز ایجاد کی جاتی ہے۔ اختراع محض ڈھکوسلا ہے۔ اگرچہ بسا اوقات ایجاد کے معنوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

مُرتد اور کافر کے الفاظ بھی بار بار سُنے ہونگے۔ اور بولنے والوں نے بہت ہی کم اس امر کو مدنظر رکھا ہوگا کہ لفظ جو وہ استعمال کر رہے ہیں فی الحقیقت موزون ہے یا نہیں۔ مُرتد کی اصلی معنوں میں ارتداد ضروری جزو ہے اور اسلام سے ارتداد۔ مُرتد بنا دیتا ہے۔ اس طرح مُرتد کے لئے پہلے مسلم ہونا شرط ہے۔ کافر کے لئے کوئی ایسی شرط نہیں آپ تعجب کرینگے اگر آپ کو یہ بتایا جائے کہ مترادف الفاظ میں امتیاز کرنے سے بعض اوقات بڑے فسادات اور خونریزیاں روک دی گئی ہیں اِس موقعہ پر ہم مولانا شبلی کی سیرۃ النعمان سے ایک واقعہ نقل کرنے بغیر نہیں رہ سکتے۔

ضحاک خارجی نے جو خارجیوں کا ایک مشہور سردار تھا اور بنوامیۃ کے زمانہ میں کوفہ پر قابض ہوگیا تھا۔ کوفہ پہنچ کر قتل عام کا حکم دیا۔ امام ابوحنیفہؒ کو خبر ہوئی دوڑے گئے اور پوچھا کہ آخران لوگوں نے کیا جرم کیا ہے۔ اس نے کہا یہ سب مُرتد ہوگئے ہیں۔

امام صاحب نے فرمایا "پہلے ان لوگوں کا کچھ اور مذہب تھا جس کو انہوں نے چھوڑ دیا یا ہمیشہ سے یہی مذہب رکھتے تھے جواب رکھتے ہیں، ضحاک نے کہا۔ کیا کہا پھر کہنا۔ امام صاحب نے زیادہ وضاحت سے بیان کیا۔ ضحاک نے کہا بیشک میری خطا تھی۔ اسیوقت حکم دیا کہ تلواریں نیام میں کر لی جاویں،

متقابل اور متضاد میں تمیز کرنا بھی خالی از فایدہ نہ ہوگا مقابلہ اور ضد میں فرق نمایاں ہے۔ متقابل اشیاء ایک دوسرے کی ترتیب و تکمیل میں ممد و معاون ہو سکتی ہیں لیکن متضاد اشیاء باہم منافی ہیں۔

اخلاقی اور ذہنی خاصیتیں جو ایک دوسرے کے متقابل ہیں۔ ایک ہی آدمی میں پائی جا سکتی ہیں۔ مگر متضاد خاصیتوں کا اسطرح مجتمع ہونا ناممکن ہے۔ مثلاً ایک سپاہی دُور اندیش اور دلیر ہو سکتا ہے لیکن دُور اندیشی اور ناعاقبت اندیش تندی متضاد ہیں اور یکجا نہیں ہو سکتیں۔ ہم ایک ہی وقت میں ایک ہی شخص کو محبت اور خوف سے دیکھ سکتے ہیں۔ خدائے جلّ و علا کی محبت اور ڈر ہمارے دل میں ہونا ہماری عین سعادت سمجھی گئی ہے۔ البتہ محبت اور نفرت ایک ہی وقت میں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ دور اندیشی اور

دلبری محبت اور ڈر ایک دوسرے کے متقابل ہیں متضاد نہیں اور اسواسطے ایک ہی جگہ ایک ہی وقت میں اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ برخلاف اس کے دور اندیشی اور تندی یا تیزی جسے ہم نے اسکی صفت ناعاقبت اندیشی سے زیادہ ممیز کر دیا ہے اور محبت اور نفرت متضاد صفتیں جن کا اجتماع ایسا ہی ناممکن ہے جیسے سفیدی اور سیاہی۔ گرمی اور سردی کا ایک ہی وقت میں ایک جگہ پر ہونا۔ شیرینی اور ترشی بھی متقابل تو ہیں لیکن شیرینی اور تلخی متضاد ہیں۔

اوپر کی مثالوں سے واضح ہو گیا ہو گا کہ متقابل اشیاء میں ایک قسم کا تعلق ہے۔ متقابل اشیاء ایک ہی جڑ سے مختلف شاخوں میں برقیات کے اثباتی اور منفی طاقتوں کی طرح پھیلتی ہیں اور اپنے اس تقابل میں ہی ایک دوسرے کا سہارا اور باعث قیام ہوتی ہیں۔

لیکن متضاد اشیاء مختلف مواقع سے ایک دوسرے کی مقابل اور مانع ہوتی ہیں اور ایک کی موجودگی کا سلسلہ دوسری کے نابودگی سے وابستہ ہے۔

متقابل اور متضاد کا یہ فرق اخلاقی اور دیگر شعبوں میں مد نظر رکھنے سے بیحد مفید ہو گا۔

۲۔ دوالفاظ کو بلا وجہ متحد المعانی تصور کر لینا اور اس کے نتائج

فی الحقیقت اس سے زیادہ کوئی منبع پریشانی اور نقصان نہیں کہ دو الفاظ بلا حیل و حجت ہم معنے فرض کر لئے جاتے ہیں اور اس لئے ایک دوسرے کی بجائے ان کا مستعمل کرنا جائز سمجھا جاتا ہے اور یہ بھی تصور کر لیا جاتا ہے کہ ان میں سے ایک کا منشا جو حقیقت میں صحیح ہوتا ہے دوسرے پر بھی جو اسی منشاء سے اجنبی ہے حاوی ہے مثال کے طور پر تعلیم گاہ۔ مکتب۔ مدرسہ اور دبستان قابل توجہ ہیں۔

موجودہ طریق تعلیم کے خیال سے تعلیم گاہ ایک ایسا لفظ ہے جو واقعات کو صحیح صحیح بیان کرتا ہے۔ یہاں علوم مروجہ کی تعلیم دیجاتی ہے۔ اس تعلیم کی مختلف شاخوں سے بچے جو نا آشنائے محض ہوتے ہیں انہیں متعدد مدارج میں ان شعبوں کی ضروریات سے آگاہی کرائی جاتی ہے اور اس طرح چند امور کی ناواقفیت کے درجہ سے نکال کر ان سے واقفیت حاصل کرانا۔ موجودہ تعلیم کا مقصد اور ماحصل ہے مکتب کا لفظ محدود ہے اور وہ محض کتابت تک ہی محدود کر دیا گیا ہے۔ موجودہ تعلیم میں لکھانا پڑھانا دونو شامل ہیں

اور مکتب لکھانے کے سوا اور کسی امر کا کفیل نہیں۔

مدرسہ۔ درسگاہ ہے۔ درس میں مشاقی مضمر ہے۔ مدرسہ۔ تعلیمگاہ اور مکتب سے یقیناً اعلےٰ رُتبہ کی چیز ہے۔

موجودہ تعلیم کے نقائص۔ اور مسلّمہ نقائص کا اعتراف اس سے زیادہ فصاحت سے اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہماری زبان نے دبستان کے لفظ کو وہ مقبولیت نہیں دی جو اس کا حق تھی۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ مقبولیت اسے مل بھی نہ سکتی تھی۔ زمانہ حال کی تعلیمگاہوں کو دبستان کے لفظ سے یاد کرنا محض افترا ہے۔ دبستان تو ادبستان ہے اور آجکل ادب آداب تو ہماری تعلیمگاہوں میں کہاں۔ ان کا مقصد اور منشاء تو جیسا اوپر ذکر کیا گیا ہے چند امور سے معرفی کرانا ہے اور بس۔ دبستان کا منشاء اولے ادب آموزی تھی جو یہاں مفقود ہے۔

۲۱۔ مترادف الفاظ میں تمیز کرنا اور اسکے فوائد اخیر میں مترادف الفاظ کے باہمی تمیز کرنے میں جو کثیر فوائد مضمر ہیں ان میں سے چند میں آپ کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں۔ ہمیں مان لینا چاہیئے کہ فوائد کثیر ہیں خواہ ہم خود وہ سب کے سب دیکھ نہیں سکتے۔ کیونکہ بسا اوقات بڑے بڑے زبان دانوں کو مختلف الفاظ

استعمال کرتے ہوئے ان کے معنوں کی تمیز اور تفریق پر غور کرنے کے لئے ٹھیرنا پڑا ہے۔ انہوں نے بیحد فکر و محنت اور بے انتہا نازک خیالی کو اس کام پر لگانے سے شکور پایا ہے اور مسلمہ طور پر وہ اس کی اہمیت کے قائل ہیں۔ ان کی تصنیفات بھی مصنفین کے اس خاص ارادہ اور مقصد کے بغیر ہی۔ امر زیر بحث میں صفحہ صفحہ پر سبق آموز ہیں۔ زبان کا ماہر اپنی تحریریں جو صحت لفظی و معنوی کو مدنظر رکھتے ہوئے لفظوں کو استعمال کرتا ہے ہمیں مترادف الفاظ کے ایک دوسرے سے تمیز کرنے میں لفظ لفظ پر مشق کراتا ہے۔ البتہ مترادف الفاظ پر غور کرنے کے فوائد کے لئے دوسروں پر اعتبار کرنے ضروری نہیں۔ الفاظ جو بظاہر ایک سے ہیں لیکن حقیقت میں نہیں ان میں تمیز کرنے کی قابلیت رکھنا علم و فضل کی دلیل ہے۔ دیکھو شہرت و تشہیر ایک ہی مادہ سے نکلے ہیں شہرت میں نیکنامی کا خیال غالب ہے اور تشہیر میں بدنامی کا دھبا نمایاں ہے۔ تشہر ہونے میں بھی بدنامی کا ساتھ نہیں چھوٹتا۔ الفاظ میں ہر وقت ایسا ساز و سامان موجود ہے کہ ہم طبیعت کو اس پر لگانے سے ماہر بنا سکتے ہیں۔ اور ذہانت کی استعداد سے الفاظ میں تمیز کرنے کی عادت کے ذریعے ابہام و پریشانی کو دور کر کے وضاحت و صراحت پیدا

کر سکتے ہیں الفاظ میں اس طرح تمیز کرنا محض ذہنی مشق کے خیال سے ہی مفید نہیں بلکہ اشیا میں جو حقیقت میں مختلف ہیں تمیز اور تفریق کرنے اور اس تمیز اور تفریق کو اپنے ذہن میں مستقل جگہ دیکر ہمیشہ کے لئے انہیں اپنا بنا لینے کا اس سے بہتر طریق اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہم انہیں مناسب ناموں اور مخصوص نشانات سے نامزد اور موسوم کردیں اور اس سے ہماری دماغی ذخیرہ علمی میں ترقی یقینی ہوگی۔

۱۱۲۔ مترادف الفاظ کی حدبندی میں مفید مضامین کی تہ تک پہنچنے کا موقعہ ہوتا ہے

الفاظ اور ان کے معانی کے درمیان حدبندی کرنے کی کوشش میں رفتہ رفتہ ہم ایسے مضامین کے تہ تک پہنچ سکتے ہیں جو از حد مفید ہیں۔ اور کسی مضمون اور اس کی جملہ خصوصیات پر حاوی ہونے سے ہی یہ حدود صحت اور کامیابی سے قائم ہو سکتی ہیں اسلامیوں کی اقتدار کے زمانہ میں ان کے سیاسی اور مذہبی خیالات کا صحیح صحیح اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے جو امیر المومنین۔ خلیفہ۔ اور سلطان کے مختلف مدارج اسلامی تاریخ میں یکے بعد دیگرے بغور مطالعہ کرکے ان ہرسہ الفاظ کے منشاء کو ذہن نشین کرلے۔ جو فرض۔ سُنت۔ واجب اور مستحب میں تمیز کر سکے۔

۷۔ مترادف الفاظ کی تفریق سلیس۔ بامحاورہ فصیح و بلیغ عبارت کے لکھنے پر مدد دیتے ہیں

اُردو زبان یا کسی دوسری زبان کے سلیس۔ بامحاورہ اور فصاحت و بلاغت سے لکھنے کے لئے کس قدر ضروری ہے کہ ہم بجائے اس کے کہ چند الفاظ میں سے جو بظاہر ان میں سے ہر ایک ہمارے مطلب کے ادا کرنے کے لئے موزوں معلوم ہوتا ہے کوئی ایک منتخب کر لیں ہم فی الفور دیکھ لیں کہ کونسا لفظ اور صرف وہی ہمیں منتخب کرنا چاہئے اور وہی لفظ ہمارے خیالات کے لئے موزوں تر لباس ہوگا۔ کسی خوش لباس آدمی کی اعلیٰ ترین خصوصیت یہ ہے کہ اس کے کپڑے اس کے جسم کے ہر طرح سے مناسب اور موزوں ہوں۔ یہ نہ ہو کہ تنگ ہونے کے سبب ادھر سے کھنچے تنے ہوں یا کھلے ہونے کی وجہ سے اُدھر سے ڈھیلا بنے ہوئے اور ڈھیلے ہوں اور یہی بڑی خوبی ایک عمدہ تحریر کی ہے کہ الفاظ خیالات کے عین مناسب اور مطابق ہوں۔ یہ نہ ہو کہیں تو کسی دیوزاد کے کپڑوں کی طرح جو ایک بونے کو پہنائے گئے ہوں سب طرف سے نیچے لٹک رہتے ہوں اور کہیں ایک بچے کے لباس کی مانند جس میں کسی جوان آدمی کو بڑی تکلیف اور مشکل سے دھکیل دیا گیا ہو ناموزونیت کا ایک تماشہ بنائے

ہوئے ہوں۔ پڑھنے والا کہیں یہ محسوس نہ کرے کہ لکھنے والے کی مراد کچھ اور ہے لیکن اظہار خیالات میں وہ قاصر رہا ہے۔ اور کہیں یہ خیال نہ کرے کہ اپنے منشاء دلی سے زیادہ بیان کر رہا ہے۔ یہ بھی نہ ہو کہ لکھنے والے نے لکھنا کچھ تھا اور الفاظ کچھ اور ہی بتا رہے ہیں۔ یا یہ کہ تحریر مطلقاً بے معنے اور کسی امر کے ظاہر اور بیان کرنے میں بھی کامیاب نہیں ہوئی اور یہ سب کچھ محض اس لئے کہ زبان کے استعمال میں بے ہنری اور کم بضاعتی نظر آ رہی ہے۔ اور لکھنے والا اپنے خیالات کے اظہار میں مناسب اور موزون ترین الفاظ کے انتخاب کرنے کی قابلیت سے بے بہرہ ہے +

۲۹۔ غیر مستعمل الفاظ کیطرف توجہ دلائی ہے

قریب قریب ہر ایک زبان میں کثیر التعداد الفاظ غیر مستعمل اور ناکارہ پڑے ہیں۔ کسقدر الفاظ جو رائج ہوتے اور ہونے چاہئے چند ادبیات کے مشہور مصنفین کے کتابی خزانوں میں بند پڑے ہیں۔ یا لغات کی کتابوں کے سوا اور کہیں نظر نہیں آتے اور ہم ہیں کہ اس دولت کے ہوتے ہوئے اپنے آپ کو اپنی پسند اور مرضی سے ناداری کی دلدل میں پھنسائے ہوئے ہیں۔ بسا اوقات بڑے نازک اور اہم امور

ہیں۔ اور بلاشبہ خیالات کو موزوں لباس پہنانا ایک نازک اور
اہم امر ہے۔ ہم اپنے آپ کو ایسی مدد سے جو ہمارے اشارہ پر
ہمیں مل سکتی بلا وجہ محروم کر دیتے ہیں۔ اور ہماری مثال بعینہ
اس صناع کی ہوگی جسے ایک مشکل اور اہم کام کے سلئے درجن
بھر مختلف اوزار مختلف مقاصد کیلئے دیئے گئے ہوں اور وہ اپنی
سستی اور شیخی کی وجہ سے صرف ایک ہی اوزار استعمال کرنے
پر مصر ہو۔ اور جو کام بڑی عمدگی سے ہو سکتا تھا اسے بھدے پن سے
سر انجام دے۔ یا کام کا وہ حصہ بالکل ہی چھوڑ دے جو وہ دوسرے
اوزاروں کی مدد سے بآسانی کر سکتا تھا۔ ایسا ہی دُنیا کی معاملات
اور لوگوں کے باہمی میل جول میں اکثر ہُوا ہے اور کتابوں میں بھی
ایک محدود تعداد الفاظ کی جا و بے جا استعمال کی گئی ہے۔
اور اس جا و بیجا استعمال سے ان الفاظ کا کچومر نکال دیا گیا ہے۔
اور سینکڑوں الفاظ بے کار پڑے ہیں اور ان سے وہ خدمت
نہیں لی جاتی جو وہ دوسروں کی نسبت بدرجہا بہتر سر انجام
دے سکتے تھے۔ اور انہیں اسقدر فراموش کر دیا گیا ہے کہ آہستہ
آہستہ وہ پیچھے جا پڑے ہیں اور اب متروک ہو گئے ہیں یا ہونے چلے
ہیں۔ بعد میں یہ بھی ہوگا کہ کبھی ان کی ضرورت پڑے گی اور

ہماری ناواقفیت جو ہم نے خود اپنی زبان کے خزانوں سے۔ خزانے جو ہماری نئی مطالبات پورے کرنے کے لئے کافی و وافی ہیں۔ ہمیں باہر غیر زبانوں سے استمداد کے لئے بھیجے گی تاکہ ان سے ہم الفاظ جو ہمارے اپنے ہاں بھی موجود ہیں اپنے مطالب ادا کرنے کے لئے حاصل کریں۔

۴۹۔ اظہار خیالات میں مناسب اور موزون الفاظ کا استعمال اخلاقی پہلو رکھتا ہے

ہمیں یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ مناسب اور موزون الفاظ میں بلاکم وکاست اظہار خیالات کی قابلیت ایک ذہنی خوبی ہے اور بس۔ فی الحقیقت یہ ایک ذہنی خوبی ہے اور شاید قویٰ دماغی کے تکمیل کے اس سے زیادہ اور کوئی دلیل بھی پیش نہیں کیجا سکتی۔ لیکن اس سے کہیں بڑھ کر اہمیت اس قابلیت کے اخلاقی پہلو کی ہے صراحتاً اس کا رابطہ صداقت اور راستی سے ہے اور اس لئے اس کا اخلاقی تعلق اظہر من الشمس ہے۔ جس کسی نے راستی اور صداقت کی کچھ بھی پرواہ کی ہے اور اس کی تلاش میں کچھ بھی وقت دیا ہے اسے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس دُنیا میں جھوٹ اور فریب زیادہ تر الفاظ کے پردہ میں رائج ہے اور کثیر التعداد تنازعے اور جھگڑے الفاظ سے جو بلا امتیاز اور

بددیانتی سے استعمال کیئے جاتے ہیں پیدا ہوتے اور قائم رہتے ہیں جب انسان کو اس کا حقیقی تجربہ ہوجائے اور اسکی نقصانات کا احساس ہو تو الفاظ سے اسے ایک قسم کی نفرت ہوجائے گی اور وہ انہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگیگا۔لیکن ان سے قطع تعلق تو ناممکن ہے اور اس کی نفرت اور حقارت دُور ہوجانی چاہیئے جب اسے یہ پتہ لجائے کہ الفاظ کی دروغ بیانی اور فریب دہی جو اس کی باعث نفرت ہے الفاظ کے صحیح استعمال کی نہیں بلکہ ان کے ناجائز اور مناسب استعمال کی کارپردازی ہے۔ اسے معلوم ہوجائیگا کہ دروغ وکذب کی خدمات بجالانے میں الفاظ کتنے ہی مستعد کیوں نہ ہوں وہ خود۔ بذات خود۔ راستبازہیں۔ زہر کے ساتھ ساتھ اس کا دارو بھی موجود ہے۔الفاظ اور ان کی دروغ بیانی پر طعن اور ملامت بھی تو الفاظ ہی کی مدد سے ہوسکتی ہے۔ خود انہی سے پوچھو ان کا منشاء کیا ہے ان کی مراد کیا ہے تاکہ تم الفاظ کی ستم پروری اور ستم شعاری سے اپنے آپ کو بچاؤ اور دوسروں کے بچانے میں بھی امداد کرسکو۔الفاظ میں تمیز کرنا سیکھو۔کیونکہ قدرت نے جو چیزیں الگ الگ کردی ہیں گفتگو میں انہیں ملا جلا دینا کُل غلطیوں کا منبع ہے۔اگرچہ ہم اس بات کا

وعدہ نہیں کرسکتے کہ مترادف الفاظ کا مطالعہ اور ان سے واقفیت۔ یا اصلیت اور مخارج الفاظ کا علم۔ یا کوئی اور شعبہ علم ماسوائے افضل ترین علوم یعنے علم دین ہمیں اس عطیہ آلہی یا کسی دوسرے عطیہ کے ناجائز اور ناروا استعمال کے ترغیب تحریص سے جو ہر وقت ہمارے پیش نظر ہوتی ہے۔ بچا سکتا ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ مطالعہ الفاظ اگر مناسب طریق پر کیا جائے تو کلام کی طاقت جو ہمیں اللہ جلّشانہ نے مرحمت کی ہے اور اسکا رعب ہمارے دل میں قائم رہیگا اور ہم اُس وہی طاقت کو جو قادر مطلق نے ہمیں اعلےٰ اور پاکیزہ مقاصد کے لئے عطا کی ہے کسی غلط اور بیجا طریق پر استعمال کرنے کے خیال سے ہی کانپ اُٹھینگے اور ہرگز جرأت نہ کرینگے کہ اسے کبھی بے جا استعمال کریں ۞

فصل ہفتم

مدرس اور الفاظ

ا۔ فن تعلیم میں ترقی

مدرسہ اور کالج کی تعلیم نے پچھلے چند سالوں میں ایسی شکل وصورت بدلی ہے۔ کہ انیسویں صدی کا طالب علم آج کل کے مدرسے میں جا کر محو حیرت ہو جاتا ہے۔ فن تعلیم کی ترقی نے ساز و سامان تعلیم کثرت سے مہیا کر دیا ہے۔ جو امور پہلے سمجھنے اور یاد کرنے مشکل معلوم ہوتے تھے۔ انہیں ذہن نشین کرنے کے لئے حد سے زیادہ سہولیتیں پیدا کر دی گئی ہیں۔ تعلیم و تعلم کی نئی راہیں کھول دی گئی ہیں۔ اور ہر اسنے طریق میں جو دقتیں نظر آتی تھیں اس طرح حل کر کے اٹھا دی گئی ہیں۔ کہ طلباء کو منزل مقصود تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

کنڈر گارٹن۔ اسباق الاشیاء۔ نقشے۔ آلات۔ جدید طریق تعلیم وغیرہ وغیرہ تحصیل علم میں ممد و معاون ہیں۔ اور ان کی امداد

بلاشبہ قابل قدر ہے۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ سب کچھ بمقابلہ اس مدد کے جو پہلے سے ہمیں ایک اور ذریعے سے مل رہی ہے۔ اگر ہم اس سے کبھی فایدہ اُٹھانے کی کوشش کریں۔ ہیچ محض ہے۔ جس وقت ہمارے سامنے ایک بچّہ بیٹھا ہوتا ہے۔ اس کی اور ہماری مشترکہ زبان کا ہر ایک لفظ تعلیم و تعلّم کی راہ میں بے اندازہ اور قیمتی امداد پہنچاتا ہے۔ اور وہ ایسی امداد ہے۔ جس کا مقابلہ کوئی بیرونی مدد چاہے وہ کتنے ہی وسیع پیمانے پر ہو۔ نہیں کرسکتی۔

جن لوگوں کو یہ بیرونی مدد میسّر نہیں۔ ان کے لئے یہ امر یقیناً باعث اطمینان اور مسرّت ہوگا۔ اور جنہیں یہ میسّر ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ اس بیرونی امداد پر کس قدر بھروسہ کرسکتے ہیں؟

۲۔ زبان میں تعلیمی ترقی کا ساز و سامان

زبان کے بنانے میں قوائے انسانی کی شبانہ روز کوششوں نے صریح اور مستقل نشانات قائم کئے ہوئے ہیں۔ اور ایک اہل زبان اسکی بدولت تازگیوں اور دلاویز رنگ آمیزیوں کے کبھی نہ ختم ہونے والے خزانوں کا مالک ہوتا ہے۔

تعلیم کی روزافزوں ترقی کے لئے بہت سا ساز و سامان غالباً کثیر المنفعت اور قدرے گراں قیمت بھی استعمال میں لایا جا رہا ہے۔ لیکن کوئی ساز و سامان ایسا ضروری یا ایسا مفید نہیں۔ جیسا کہ ہماری سیدی سادی کم خرچ زبان۔ یہی روز مرّہ جو پیش پا افتادہ اور ہر ایک ضرورت اور خدمت کے لئے ہر وقت موجود ہے۔

آپ کسی بڑی تعلیمی نمائش کا اہتمام کریں۔ اور اس نمائش کے کامیاب بنانے میں خواہ کتنی ہی کوشش۔ کتنی ہی محنت۔ اور کتنی ہی قابلیت دکھائیں۔ آپ دیکھیں گے کہ آپ کی اس نمائش کے مقابلہ میں ملک کی زبان تعلیمی مجربات اور علمی عملیات کے نتائج کا ذخیرہ بلا شبہ کہیں زیادہ پیش کر رہی ہوگی۔

اس امر کی صداقت میں کسی کو بھی کلام نہیں ہو سکتا۔ اور اس ضمن میں ہم چند طریقے بیان کرینگے۔ جن سے آپ اس عجیب غریب ساز و سامان کو اپنی زندگی کا مقصد پورا کرنے کے لئے موثر پیرایہ میں استعمال کر سکیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اس باب میں معلومات حاصل کرنے کی باتیں آپ خوشی سے سنینگے۔ کیونکہ جو کچھ اس سلسلے میں آپ کے کان میں پڑے گا۔ ہمیں یقین

واثق ہے۔ کہ آپ اسے دوسرے لوگوں تک پہونچانے کے خیال سے محظوظ ہونگے۔ اور اگر آپنے اس سلسلے کو جاری رکھنے کا خیال نہ کیا۔ اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں تساہل اور کوتاہی سے کام لیا۔ تو اس بارہ میں آپ کی محنت خود غرضی پر مبنی ہونے کی وجہ سے آپ کے کسی کام نہ آئیگی۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔ کہ حقیقی اہل علم وہی ہے۔ جو تعلیم و تعلم میں یکساں فرحت پاتا ہے۔ اور یہ الفاظ دل پر نقش کرنے کے قابل ہیں۔ ہمیں اپنے دل سے سچا وعدہ کر لینا چاہئے۔ کہ ہمارے اقوال میں ہمارے افعال میں۔ ہماری زندگی میں یہ اصول کبھی متروک اور فراموش نہ ہوگا۔ اور ہمیشہ اور ہر جگہ یہی مدنظر رہیگا۔

۳۔ رہنماؤں کی شناخت میں احتیاط شرط ہے

پیشتر اس کے کہ ہم قدم آگے بڑھائیں۔ ایک بات بیان کرنی ضروری سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ زبان میں ہم کوئی نئی تحقیقات نہیں کر سکتے۔ لیکن رہنماؤں کے انتخاب میں احتیاط شرط ہے۔ تاکہ ایسا نہ ہو۔ کہ سیدھے راہ سے بھٹک کر کہیں اِدھر اُدھر سرگرداں نہ رہیں۔ شاید آپ کو اس بات کا علم نہ ہو۔ کہ دوسرے علوم کی نسبت علم زبان کے وسیع میدان میں۔ اسقدر غیر معتبر رہنما ملتے

ہیں۔ کہ چپہ چپہ پر آنکھیں کھول کر چلنا لازمی ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ علم زبان کے دلدادہ تو بکثرت ملینگے لیکن انہوں نے اپنی دلی محبت کے جوش میں اسے خاص وعام کی نظروں میں غیر موقر اور سمجھدار اور بے سمجھ ہر دو قسم کے لوگوں میں ہنسی اور مذاق کا نشانہ بنا دیا ہے۔ قدما کی نسبت بیان کیا گیا ہے۔ کہ جب کبھی وہ علم زبان میں جد وجہد کرتے تھے۔ تو ان کی اس کوشش میں ایسی سہل انگاری نمایاں ہوتی تھی۔ جو ناگفتہ بہ ہوتی۔ لیکن یہ الزام دوسروں پر بھی عائد ہوتا ہے۔ اور اس سے انکار نہیں ہوسکتا۔ کہ ان کے بعد ان کے جانشین ایسے نااہل ثابت نہیں ہوئے بلکہ وہ بھی اپنے پیش روؤں کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔

۴۔ اشتقاق الفاظ میں جلد بازی

اب بھی کیا ہوتا ہے۔ بالعموم علم زبان کا مشتاق اصلیت الفاظ کی تلاش میں دائیں بائیں نظر دوڑاتا ہے۔ مختلف زبانیں۔ موجودہ یا گذشتہ جو اس کے احاطہ نگاہ میں آتی ہوں۔ ٹٹولتا ہے۔ اس کی سعی مشکور ہوتی ہے۔ اسے ایک لفظ مل جاتا ہے۔ (اس بات کی پرواہ نہیں۔ کہ کس زبان میں)۔ جو کم وبیش اس لفظ سے مشابہت

رکھتا نظر آتا ہے۔ بس اس نے سمجھ لیا۔ کہ مشکل حل ہو گئی۔ منشا پورا ہو گیا۔ اور اس خیالی دوڑ دھوپ میں اس نے اپنا شکار مار لیا بڑے بڑے ہشیار آدمی فاش غلطیوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور لغات کے زبردست ماہرین جو لفظوں کے معنے صحت اور فصاحت میں بلاکم وکاست بیان کرنے میں ید طولےٰ رکھتے ہیں۔ ان کی اصلیت کا پتہ لگانے میں بسا اوقات اور بہت بری طرح قاصر رہے ہیں۔ اور بعض حالات میں تو صاف ظاہر ہے کہ تھوڑی سی واقفیت بھی ایسی غلطیوں سے بچانے کے لئے کافی تھی ✣

۵۔ اس کے نتائج بسا اوقات اس لئے تکی تحقیقات لفظی میں ایک زبان کا لفظ دوسری زبان کے لفظ سے مشتق سمجھا جاتا ہے۔ اور اس امر کا مطلقاً لحاظ نہیں کیا جاتا۔ کہ ان دونو زبانوں میں کبھی کوئی تاریخی تعلق یا باہمی میل جول بالواسطہ یا بلا واسطہ نہیں ہوا۔ یہاں تک بھی تو پرواہ نہیں کی جاتی کہ اتنا تو معلوم کر لیا جائے۔ کہ کسی صورت میں لفظ زیر بحث کا ایک زبان سے دوسری زبان میں جانا حدامکان کے اندر بھی تھا یا نہیں۔ یا مشابہت محض سطحی اور دھوکا دینے والی ہی ہے۔ جو الفاظ کے زوائدات سے پاک کرنے پہ نابود ہو جاتی ہے ✣

جو لوگ اس میں بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں۔ وہ اپنا علم نہیں بڑھاتے۔ بلکہ اپنی ناواقفیت کے دائرے کو وسیع کرتے ہیں۔ الفاظ کے اشتقاق کی ایسی چند مثالیں دیکھنے کے قابل ہیں۔

۶۔ ظاہری مشابہت پر حکم لگانا خطرناک ہے

ظاہری مشابہت دیکھ کر اتحاد اصلیت پر حکم لگانا کس قدر خطرناک ہے۔ ذیل کی عبارت سے جو ہم مولانا مولوی محمد حسین صاحب آزاد مرحوم کی سخندان پارس سے لفظ بہ لفظ نقل کرتے ہیں۔ بخوبی واضح ہو جائے گا۔

"ایک دفعہ جوان ہمت اور شوق سیاحت مل کر مجھے ترکستان کے مُلک میں لے گئے۔ بلخ سے چند منزل آگے بڑھ کر ہمارا قافلہ اُترا۔ ان مُلکوں کے لوگ کم علم۔ کم معلومات ہوتے ہیں۔ اپنی آرام طلبی اور رستوں کی دشواری انہیں اُدھر کے سفر میں سدِ راہ ہوتی ہے۔ اس لئے ہمارے مُلک کے آدمیوں کے ساتھ شوق سے ملتے ہیں۔ اور ذرا ذرا سی بات معلوم کر کے خوش ہوتے ہیں چنانچہ گانوں کے لوگ آکر قافلہ میں پھرنے لگے۔ دستور ہے کہ اہل آبادی روٹیاں۔ گھی۔ دودھ۔ دہی۔ انڈے۔ گوشت۔ مُرغیاں۔ قالین (اپنے ہاتھ کے بنے ہوئے) لاتے ہیں۔ قافلہ والے قیمت میں

کپڑا۔ سوئیاں۔ رانگ پیتل کی انگوٹھیاں۔ گھنگنیاں۔ کانچ اور شیشے کے دانے دیکر خریدتے ہیں۔

ایک ترک بچہ طالب علم میرے بستر کے پاس آ بیٹھا۔ دو تنگے میرے ہاتھ میں تھے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے کرتے اسنے پوچھا۔ در مُلک شما ہمیں تنگ رواج دارد۔ ایک افغان کا بستر برابر تھا۔ وہ بولا۔ کہ در ہند روپیہ کلدار است۔ فرنگی بر آں تصویر خود را نقش میکند۔ طالب علم نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ چہ طور؟ مینے کہا۔ راست مے گوید روپیہ ہندسہ برابر تنگ شماست۔ اس نے پوچھا تصویر چرا نقش مے کنند؟ مینے کہا۔ سکۂ سلطنت است۔ در دور دائرہ نام و میانہ اشں تصویر شاہ است۔ آں ہم تمام نیست۔ کلہ اش را نقش مے کنند۔ ترک بچہ بولا۔ آرے ہمیں سبب روپیہ را کلہ دار نام کردہ باشند۔ کلدار کو کلہ دار کا مخفف سمجھا۔ خوب سمجھا۔ مگر غلط سمجھا۔ ایک دن میں کوکان میں چند اشخاص کے ساتھ بیٹھا تھا۔ چائے کا دَور چل رہا تھا۔ ایک بڈھے فرتوت نے پوچھا کہ در مُلک فرنگی سلطنت مے کند؟ مینے کہا بلے۔ اُسنے کہا او چہ نام دارد۔ مینے کہا بادشاہ در مُلک فرنگ بپایہ تخت خود است۔ برائے ما نائبے فرستادہ است او حکم میراند۔ بادشاہ ما

ہمانست۔پوچھا۔آخر توچہ نام دارد۔ مینے کہا بعد ہر چند سالے عوض مے شود البتہ باعتبار عہدہ و منصب آنرا لات مے گویند۔ ایک بولا گوبرناس باشد (یعنی گورنر) ۔ مینے کہا بلے۔ہمچنیں۔ ایک اور ترک نے کہا۔لات چہ معنے دارد۔ مینے تامل کیا کہ کیا کہوں۔ دوسرا بولا ہماں لات ومنات است۔ دوسرا بولا۔ نے! فرنگ بت پرست نیست۔ بڈھے ازبک نے کہا آخر کافر است۔کفر ہر جا یکست۔ لات شاں ہماں لات و منات باشد۔

اب تم غور سے خیال کرو۔ ہندوستان میں جو انگریزی روپیہ کے لئے کلدار کا لفظ پیدا ہوا۔ یہ بھی ایک عجیب ادر اتفاقی ولادت تھی پھر بھولے بھالے ترک نے جو اس کے لئے وجہ نکالی یہ عجیب درعجیب اتفاق ہے۔

لاٹ کو اور لارڈ کے معنوں کو دیکھو کہ ہندوستان مین اک لفظ میں کیا تغیر پیدا ہوا۔اور معنے اس کے یہاں کیا خیال پیدا کرتے ہیں۔پھر اس ازبک کو دیکھو کہ کیا سمجھا۔اور دلیل کیا خوب پیدا کی ہے حقیقت یہ ہے کہ اصلیت الفاظ کی تحقیق بہت نازک کام ہے۔ قیاس و اندازہ ہمارا ہرگز قابل اطمینان نہیں۔اندھیرے میں تیر پھینکتے ہیں۔لگا تو لگا ورنہ ہائے قسمت۔

جملہ معترضہ۔ اسی سلسلہ میں ایک شعر بھی یاد آگیا جو خالی از لطف نہیں ؎

یار من در آب عزت ماندہ است
من غریبم در زمستان حصار

آب عزت سے مُراد پانی پت اور زمستان حصار سے سیالکوٹ مُراد ہے۔ شاعر کا تخیل اشتقاق قابل داد ہے۔

ایسی ایسی غلطیاں کسی مدرس کے مُنہ سے چاہے کتنی بیہودہ معلوم ہوں۔ پھر بھی قابل معذوری ہو سکتی ہیں۔ لیکن الفاظ کے متعلق جو وہ استعمال کرتا ہے۔ اس کی غفلت شعاری۔ ان کی تاریخ۔ اصلیت۔ اور حقیقت معلوم کرنیسے بے اعتنائی ناقابل درگذر گناہ ہے۔ تلاش علم میں ٹھوکریں کھانا۔ ایسا بُرا نہیں۔ البتہ ٹھوکروں سے بچنے کے لئے تلاش میں ہی نہ نکلنا قابل ملامت ہے +

۷۔ سطحی مشابہت اور ظاہری اختلافات کا اثر

اگرچہ ایسی غلطیاں جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ قابل معافی ہیں۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے۔ کہ مختلف زبانوں میں مشابہت الفاظ اتحاد و اصلیت کی دلیل نہیں ہو سکتی اور اسی طرح آواز یا موجودہ صورت کا ظاہری اختلاف اتحاد کا منافی نہیں۔ اور جو لوگ اس اصول کو

مدنظر نہیں رکھتے۔ وہ ہمیشہ غلطیاں کرینگے۔ اور دوسروں کی غلطیوں کے باعث ہونگے۔ یہاں کا قاعدہ یہی ہے۔ کہ صورت پر نہ جاؤ۔

ایک حکیم نے جس کی دُوربین نظر مستقبل کے اکتشافات کو دیکھتی تھی چند سال گذرے ہیں۔ کہا تھا۔ کہ بہت سے مادے جو پہل نگاہ غیر اغلب خیال کرتی ہے۔ صحیح ہوتے ہیں۔ اور وہ یہ بھی ایزاد کرسکتا تھا۔ کہ بہت سے غلط مادے اغلب معلوم ہوتے ہیں۔ ان حالات میں ہوشمندی تو اسی میں ہے۔ کہ ایک طرف تو سطحی مشابہت پر بھروسا نہ کریں۔ اور دوسری طرف ظاہری اختلافات سے پرے نہ ہٹ جائیں۔ جو لوگ حروف کی بناء پر اور بالخصوص حروف کی مطابقت اور تبدیلی کے مقررہ اور مشہور اصولوں کی بناء پر نہیں۔ بلکہ آواز کی بناء پر اصلیت الفاظ تلاش کرتے ہیں۔ ان پر اعتبار نہ کرو۔ جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ اکثر اوقات جو غیر اغلب معلوم ہوتا ہے وہی صحیح ہوتا ہے؂

گندنش۔ فارسی میں ۔ گندیک۔ سنسکرت میں ہے
ہور۔ فارسی میں ۔ سُورج۔ سنسکرت میں ہے

گیسو۔ فارسی میں ۔ کیش۔ سنسکرت میں ہے۔
گام۔ فارسی میں ۔ گرام۔ سنسکرت میں ہے۔ گانوں۔ ہندی میں
حیز عربی۔ ہیز اور ہیجڑا ایک ہی ہے۔
بونگا۔ از بانکا۔ معنی کجرائے۔ بے محل بات کرنے والا۔
آدینہ۔ جمعہ آذینہ ہے۔ آذ بمعنی زیب و زینت۔ چونکہ جمعہ آرائش کا دن ہے۔ آزینہ سے آدینہ ہو گیا۔
دوسری طرف بھی قابل غور ہے۔
جاروب فارسی لفظ ہے۔ جارو اس کا مخفف بھی مستعمل ہے۔ ہندی جھاڑو سے اسے کوئی لفظی مناسبت نہیں البتہ دونوں ایک ہی کام کے لئے استعمال میں آتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے بعض لوگ انہیں متحد الاصل سمجھتے ہیں۔
انتقال۔ عربی الاصل ہے نقل سے مشتق ہے۔ اسے سنسکرت انتسا۔ انتسا۔ موت اور کال وقت سے ملانا بے جوڑ بات ہے۔ اسی طرح انتہا بھی عربی ہے۔ سنسکرت آن۔ تھاہ یعنی جس کی تہ نہ ملے بیان کرنا سراسر غلطی ہے۔

۸۔ ظاہری صورت سے دھوکا نہ کھاؤ	بہرحال جو بات ذہن نشین کرنے والی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ تحقیقات کی کامیابی کے لئے

ظاہریت۔ اور دھوکا دینے والے شکل وصورت سے پرہیز کرنا لازمی ہے۔ ظاہری صورت کو بالائے طاق رکھ کر اصل چیز تک پہنچنا اور اسے قابو میں لانا ضروری ہے۔ الفاظ کا بہروپ رنگ کا ہے۔ اور اس کی ماہیت معلوم کرنے کے لئے مستحکم ارادہ اور استقلال طبیعت درکار ہے۔ محنت اور تکلیف سے ہی الفاظ سے حسب منشا اور سچا جواب مل سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ پوچھنے والا اِدھر اُدھر کے جوابات سے نہیں ٹلیگا۔ انہیں چھوڑنے کا نہیں۔ مضبوط ہاتھ سے پکڑے رکھنے پر مصر ہوگا۔ تاوقتیکہ اصل روپ میں نمودار نہ ہوں اور سوالات کا سیدھا جواب نہ دیں۔

اسجگہ یہ کہدینا بھی بے فائدہ نہ ہوگا۔ کہ جو شخص اس طرح ظاہری صورت پر اعتبار کرنے سے ڈرتا ہے۔ اگر وہ اپنے دوسرے دائرہ تحقیقات ومعاملات میں اسی عادت پر کاربند رہا۔ تو اسے بیحد منفعت پہنچنے کی امید ہو سکتی ہے۔ ایسا شخص ہر ایک بات کی اصلیت و بنیاد پہ پہنچنے کی کوشش کرکے اپنا قدم جماتا ہے۔ اس کا اعتقاد ہے۔ کہ دروغ کو فروغ ہو سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی دروغ دروغ ہی ہے۔ اور گو راستی بیدمی دم

بدنما سی نظر آوے۔ اور اجنبیت کا لباس پہنے ہوئے غیر مانوس دکھائی دے۔ پھر بھی راستی راستی ہی ہے +

۹۔ اصوات اور ہجا ہم نفس مطلب سے دُور جا پڑے ہیں۔ اگرچہ نظر بحالات ضروری تھا۔ آپ نے دیکھ لیا ہے۔ کہ ہم الفاظ کے اشتقاق۔ ان کی اصلیت تک پہنچنے۔ ان کا مادہ نکالنے کو کس درجہ تک مفید سمجھتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہوئے ہمارے ذہن میں کسی زبان کے خزانے جو مذاق۔ عقل و خرد۔ نازک خیالی اور تواریخ سے بھرے پڑے ہیں۔ کلیتاً خالی کرنے کی اس سے بہتر اور کوئی تجویز نہیں ہو سکتی۔ کہ ہجا کو اصوات کے ماتحت کر دیا جائے۔ الفاظ کو اصوات کے مطابق لکھنا۔ تحریر کو ہر ایک مرحلے پر تقریر کی زنجیر میں باندھ دینا ہے۔ جس کی کوئی وجہ یا ضرورت معلوم نہیں دیتی۔ حقیقت میں ہر ایک لفظ کے دو وجود ہیں۔ تحریری اور تقریری۔ اور ہمارا کوئی حق نہیں۔ کہ ایک کو دوسرے پر قربان کر دیں۔ یا ایک کو دوسرے کی غلامی میں دیدیں۔ لفظ۔ آنکھ اور کان دونوں کے لئے ہستی رکھتا ہے۔ اور سوسائٹی کے اعلےٰ مدارج ترقی میں جب پڑھنا ایسا ہی عام ہوتا ہے۔ جیسا کہ بولنا۔ تو لفظ کی یہ ہستی کان اور آنکھ کے لئے

برابر برابر ہو جاتی ہے۔
تحریر ہی میں زبان کا قیام اور استحکام ہے۔ اور نہجی کا رگ و ریشہ اس سے وابستہ ہے۔

۱۰۔ نقصانات تجویز طریق ہجا میں اس قسم کی تبدیلی سے فائدہ تو جو کچھ ہوگا۔ سو معلوم۔ لیکن نقصانات بے شمار ہونگے۔ فائدہ اگر کچھ ہو بھی تو اس سے زیادہ نہیں۔ کہ ہجے سیکھنے میں جو محنت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اس میں کمی ہو جائے گی۔ لیکن اس محنت کے اندازہ کرنے میں مبالغہ سے کام لیا جا رہا ہے۔ حامیان تجویز کا بیان ہے۔ کہ ہزارہا گھنٹے بچہ ہجے سیکھنے میں ضائع کر دیتا ہے۔ اور بڑے بوڑھے بھی ہجے کی مشکلات کی وجہ سے کتاب لغات کی مدد بغیر ایک خط بھی نہیں لکھ سکتے۔

لیکن یہ فایدہ بھی دیرپا معلوم نہیں دیتا۔ کیونکہ تلفظ بھی تو ہر وقت بدلتا رہتا ہے۔ اچھا بُرا جو کچھ ہو رواج فیصلہ کرتا ہے۔ کثیر تعداد الفاظ آج اس لب ولہجہ سے بولے جا رہے ہیں۔ جو سَو سال ہوئے کہ نہ تھا بلکہ دس سال ہی ہوئے۔ کہ مختلف تھا۔ پس چند سال میں ہی صورت الفاظ اور ان کی اصوات میں پھر تفاوت ہو جاویگا۔ الّا ان حالات میں کہ صورت آواز کے ساتھ برابر بدلتی رہے۔ اور

یہ تبدیلی طوعاً وکرہاً اصوات کے جملہ اضطراری اور وحشیانہ تغیرات کے مطابق ہو۔ اس طرح تبدیلی صرف تلفظ میں ہی نہیں۔ بلکہ تحریر الفاظ میں بھی ہوتی رہے گی۔ اور تحریر ایک سایہ ہوگا۔ جو غلامانہ حیثیت میں بولی کے تابع ہوگا۔ ان تبدیلیوں اور تغیرات کے جمع ہونے پر جو موجودہ موانعات کے اُٹھا دینے سے بکثرت پیدا ہوجائینگی۔ زبان جو صورت اختیار کریگی۔ بتانا کوئی سہل امر نہیں +

۱۱۔ تجویز پر اعتراضات

اس تجویز کے خلاف یہ ایک چھوٹا سا اعتراض ہے۔ کہ ان وقتوں کے دُور کرنے میں ہی جو اس کا خاص مقصد و منشاء ہے۔ اس کا اثر صفر ہوگا۔ لیکن اس سے زیادہ وزن دار اعتراض بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اس تجویز کا معمولی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ بیشمار الفاظ میں ان کی اصلیت اور ماخذ کے نشانات مٹ جائینگے۔ نشانات جو اب ان کی پیشانی پر ثبت ہیں۔ یا ذرا سے استفسار پر سامنے آموجود ہوتے ہیں۔ اب الفاظ کا حسب ونسب معلوم ہے۔ اور الفاظ کا حسب ونسب۔ لوگوں کے حسب ونسب کی طرح۔ ایک بیش بہا مقبوضات میں سے ہے۔ اور انہیں اپنے بزرگوں کی طرح بڑے بڑے

کارناموں کا اہل بناتا ہے۔ مگر یہ تجویز ان کے علو مرتبت کے نشانات کو ملیا میٹ کر کے انہیں عامیانہ حیثیت کے قعر ذلت میں پھینک دیگی +

آجکل الفاظ ایک قوم کا رُتبہ رکھتے ہیں۔ اپنے اپنے قبیلے۔ اپنے اپنے گھرانے۔ چھوٹے یا بڑے میں منسلک ہیں۔ مجوّزہ تبدیلی انہیں ایک تبذل اور وحشیانہ گروہ بنانے کا حکم رکھیگی۔ بسا اوقات اب وہ اپنی اندرونی روشنی سے چمکتے رہتے ہیں۔ اور پھر وہ چمک جاتی رہیگی۔ اب ان کا جسم و جان ہیں۔ اور جان ان کے جسم میں روح رواں ہے اور پھر جسم بہت دفعہ بغیر جان اور روحِ رواں کے رہ جائیگا۔

یہ اعتراضات مدت ہوئی۔ کہ بیکن نے کئے تھے۔ اس کی رائے میں یہ اصلاح کہ صورت بھی آواز کے تابع ہو۔ ناکارہ طباعی کا کرشمہ ہے۔ اور بالخصوص اس سے غیر زبانوں سے آئے ہوئے الفاظ کے ماخذ نابود ہو جاوینگے +

۱۲۔ نقصانات کی چند مثالیں

ان زیاں کاریوں سے جو وقتاً فوقتاً اس قبیل کی کوششوں سے ظہور میں آتی رہی ہیں۔ ہم ان نقصانات کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جو اس تجویز کی مکمل صورت

ہیں عمل میں لانے سے پیدا ہونگے۔

حقیقت میں اس تجویز کا نتیجہ تو یہ ہوگا۔ کہ علما و فضلاء بجائے اس کے کہ جاہل اور ناخواندہ لوگوں کو اپنے برابر اُٹھا لیں۔ خوداراداتاً ان کی سی کم مایگی اختیار کر لینگے +

۱۴۔ تجویز کی عملدرآمد پر اختلافات پیدا ہو جاوینگے

اسی ضمن میں ایک بات اور کہنی ہے۔ اور بس۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ہر قسم اور ہر طرح کی مشکلات کا جمگھٹا جو موجودہ حالت اور آیندہ صورت کے درمیانی دَورا در یہ دَور یقیناً ایک معتد بہ زمانہ ہوگا بھیڑ لگا دیگا۔ ہمارا قیاس ہے کہ حامیانِ اصوات کی نظروں میں نہیں آیا۔ یہ تو ابھی سے دکھائی دیتا ہے۔ کہ جونہی اصلاح تہجی کوئی عملی صورت خواہ وہ کتنی ہی نامکمل کیوں نہ ہو۔ اختیار کرے گی۔ مصلحین جو تا ہنوز باقی دنیا سے جھگڑتے تھے۔ فوراً آپس میں جھگڑنے لگینگے۔ اور فی الفور یہ سوال پیدا ہو جاویگا۔ کہ زبان کے اس نئے جسم یا نئے روپ کی تکالیف کا یکلخت سامنا ہو۔ یا قدرے قدرے ضروری تغیرات عمل میں لاکر امتدادِ زمانہ سے مدعا حاصل کیا جاوے۔

مدعا بیشک ایک ہوگا۔ لیکن مدعا کے حاصل کرنے کیلئے

مختلف وسائل عمل میں لائے جاوینگے۔ اور ہر ایک مصلح اپنی اپنی جگہ پر حصول مدعا میں بہترین کوشش کر رہا ہوگا۔ مگر دوسرے کی سعی کو بے اعتباری کی نظر سے۔ منزل مقصود سے کہیں پرے لیجاتا ہوا دیکھے گا۔

۱۴۔ الفاظ کے باہمی رشتہ میں پردہ ہوتا ہے

اس بحث میں ہم کہیں کے کہیں جا پہونچے اصل مطلب کی طرف آیئے۔ اب بھی الفاظ کا باہمی رشتہ جو ان کا حقیقی منشاء پانے اور معانی سمجھنے کیلئے ازبس ضروری ہے۔ برابر طاق نسیاں پہ ہی دھرا رہتا ہے۔ اور ہلکا سا پردہ اُن کی اصلیت اور گھرانے کو ہماری آنکھوں سے چھپا رہا ہوتا ہے۔ مثلاً ہمارے کتنے اسم نکرہ فی الحقیقت اسم مصدر ہیں۔ اور ہمیں اس کا وہم تک نہیں۔ یا کسی اور نہج پہ افعال سے رابطہ رکھتے ہیں۔ کبھی ان کا ایسا باہمی واسطہ ہمارے ذہن میں آیا تک نہیں۔ ہمیں اگر کسی طرح معلوم ہو جائے۔ کہ الفاظ جن کی بابت ابھی تک باہمی اجنبیت کا خیال ہمارے دل میں سمایا ہُوا ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ رشتہ یگانگت رکھتے ہیں۔ تو یقیناً ہماری خوشی کی کوئی حد نہ ہوگی۔ اور ایسی معلومات سے ہم بلاشبہ اپنی زبان پہ حاوی ہو جاویں گے۔

مثلاً تافتہ۔ کپڑا۔ یہی تافتن مروڑنا سے ہے۔ لفظ واہیات پر ایک دو لمحہ کے لئے ٹھہر جاؤ۔ اس کی اصلیت کا پتہ لینا چاہئے تحقیقات خالی از دلچسپی نہیں۔ واہیات عربی الاصل ہے۔ جمع کا صیغہ اور واہی اس کا واحد ہے۔ واہی وہی سے ہے اور وہی کے معنے ٹوٹنا اور پھٹنا ہے۔ اس طرح واہی ٹوٹی پھوٹی اور ناکارہ چیز ہوئی۔ اور باتوں کے متعلق لفظ واہیات کا اطلاق ہوا۔ تو اس کے معنے سوائے بیہودہ اور بکواس کے اور کیا ہو سکتے تھے۔

رومال۔ منہ ملنے والا۔ منہ صاف کرنے والا۔ پیچک میں کاف مفعولیت ہے۔ اور پیچک۔ پیچیدہ کے سوا اور کچھ نہیں۔

تعویذ۔ اعوذ پڑھنا۔ اس لئے محفوظ رکھنے کی چیز۔ قبر کا تعویذ۔ قبر کو محفوظ رکھنے والا۔

بسمل۔ تھوڑے سے استفسار پر ایک پُرمضمون داستان بیان کریگا۔ ذرا توجہ کیجئے۔ بسمل یہی بسم اللہ ہے۔ اور مرنے والے حقیقی تو ہوئے ہی۔ مجازی بھی یہی اصطلاحی مرنے والے۔ معشوق پہ مرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو اللہ کے نام پہ حلال ہونے والوں میں شمار کرتے آئے ہیں۔

بھیڑ۔ اور بھیڑیا کی نسبت ملاحظہ ہو۔
اور پھر یہ بھی دیکھو کہ بھیڑ چال کو بھی بھیڑیا چال کہہ دینے میں کوئی رُکاوٹ نہیں۔
سوتیلا۔ صاف بتا رہا ہے کہ محض سوت کی نسبت سے معرض وجود میں آیا ہے اور اسی نسبت سے زندہ ہے ٭

۱۵۔ مختلف الفاظ کا باہمی تعلق اور مثالیں

الفاظ کو ایک دوسرے کے ساتھ ان کے اصلی تعلق اور واسطہ کے سلسلہ میں پہنچا لینے کی مشق میں ایک قدم آگے بڑھانے سے اور ہی سربستہ راز کھُل جائینگے۔ ایک دو لفظ کی حقیقت کیا ہے۔ الفاظ کی جماعتوں کی جماعتیں جو بظاہر ایک دوسرے سے الگ تھلگ اور ناواقف دکھائی دیتی ہیں۔ اور کوئی رشتہ اخوت تسلیم کرتی نظر نہیں آتیں۔ تھوڑی سی کوشش پر ایک ہی ماں باپ کی اولاد اور اگر یہ نہیں تو عم زادگی کی قرابت باہمی تو بہرحال ضرور بتا دینگی۔ اس جگہ شاید زیادہ مثالیں درکار نہیں۔ دو یا تین ہی کافی ہونگی۔
طلوع۔ طلعت۔ مطالعہ۔ اطلاع ایک ہی اصل سے ہیں۔

فرق - فراق - تفریق - فرقت - کا بھی یہی حال ہے۔
جنوں - مجنوں - جنت - جن - جنین ایک ہی قبیلے سے ہیں۔

عارض - عارضہ - عرضی - عرض - عریضہ - اور عروض - ایک ہی گھرانے کے ہیں۔

اور اس طرح جدھر دیکھو ایسا ہی واسطہ اور ایسی ہی قرابت بکثرت نظر آئیگی۔

۱۶ - ایک ہی لفظ کے مختلف معانی میں رابطہ

لیکن الفاظ کی جماعتوں کا اس طرح باہمی رشتہ اخوت قائم کرنا - اوران کی مشترک اصلیت کا سُراغ نکالنا علم اشتقاق کی زیادہ واقفیت اور کتب لغات کی بہت سی امداد چاہتا ہے - اور یہ بات ہر ایک شخص کو ہر وقت میسّر نہیں - ایک اور طریق ہے - اور غالباً آپ کے اپنے لئے اور دوسروں کے لئے بھی کم مفید نہ ہوگا - اور ساتھ ہی اس کے سہل بھی ہے -

آپ کتابوں میں دیکھتے ہونگے - کہ بعض اوقات ایک ہی کتاب میں - اور شاید اسی کتاب کے ایک ہی صفحہ پر ایک ہی لفظ ایسے مختلف معانی میں استعمال ہُوا ہے - کہ ان مختلف

معانی میں کوئی رابطہ معلوم نہیں ہوتا۔ جب کبھی کوئی ایسا لفظ ملے۔ جو دو چار معنوں میں استعمال ہوتا ہو۔ تو ان مختلف معانی میں باہمی رشتہ تلاش کرو۔ رشتہ اور رابطہ ان میں ضرور ہے۔ مگر اس کا پتہ تب ہی چل سکتا ہے۔ جب ہم لفظ کا مادہ نکالیں۔ اس کی جڑ تک پہنچیں۔ جہاں سے پھیلنے پھولنے والے بیج کی طرح اس کی یہ سب شاخیں پیدا ہو گئی ہیں۔ اس سارے سلسلے کی سب سے پہلی کڑی کو ڈھونڈ نکالیں۔ جس سے کہ یہ ساری بعد کی کڑیاں بالواسطہ یا بلاواسطہ لٹک رہی ہیں۔ ہمیں یہ تحقیقات جاری رکھنی چاہیئے۔ اور سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ہم ضرور یہ پتہ لگا لینگے۔ یا کم از کم ایسا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس میں کلام نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک لفظ کے معنے ابتدا میں ایک ہی ہوتے ہیں۔ اور بعد کے معانی چاہے اصلی معنوں سے کتنے ہی علیحدہ اور دُور ہو جاویں۔ اپنے رابطہ کو چھوڑتے نہیں۔ اور اپنے لغوی معنوں سے جو ہر وقت انہیں پکڑے اور ایک دوسرے کے ساتھ جکڑے رکھتے ہیں۔ بآسانی ملائے جا سکتے ہیں۔ اور ان کی مثال بعینہ نسلِ انسان کی طرح ہے۔ ان کا بھی وہی حال ہے جیسے کہ مختلف اقوام انسانی۔

کالے۔گورے۔پیلے۔اور لال باوجود اپنے موجودہ اختلاف رنگ وعادات وصفات اور باوجود اقطاع عالم میں اِدھر اُدھر پھیلے ہونے کے اپنے اتحاد۔اصلیت اور بنی آدم ہونے کی حیثیت سے کہیں گریز نہیں کرسکتے۔

۱۷۔ مثالیں آؤ ایک دو مثالیں دیکھیں۔

لفظ وجہ کس قدر مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

چہرہ۔طریق۔سبب۔دلائل۔گذارہ۔تنخواہ۔وغیرہ وغیرہ۔

خوبصورت وجہ کا آدمی وجیہ کہلاتا ہے۔بات کرنے کے لئے ایسی وجہ اختیار کرنی چاہئے جو کسی کو بُری نہ لگے۔

بلاوجہ کسی سے جھگڑنا مناسب نہیں۔

وجوہات اپیل۔وجہ ثانی۔

وجہ معاش۔

وجہ مقررہ۔

کیا ان مختلف معانی میں کوئی بات مشترک نہیں۔اصلی اور ابتدائی معنی رُخ کے ہیں۔چہرہ تو خود رُخ ہی ہے۔اور جب ہم کسی بات کے کرنے کی کوئی خاص وجہ اختیار کرتے ہیں۔ تو یقیناً ہم اس کی صورت اور رُخ کو جس میں اسے پیش کرنا ہو۔

قرار دے لیتے ہیں۔

جھگڑنے کے لئے کسی سبب کی تلاش ہو۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ ہم اپنی اس حرکت کو لوگوں کے دکھانے کے لئے ایک صورت اور شکل دینا چاہتے ہیں۔ تاکہ بغیر کسی وجہ کے ہم پر بلا وجہ جھگڑنے کا الزام عائد نہ ہو۔ **وجوہات** اپیل۔ دلائل یعنی اپنی ناراضگی کے خیالات کو جو صورت یا شکل ہم دیتے ہیں۔ وہی ہمارے وجوہات اپیل ہیں۔

وجہ معاش }
وجہ مقررہ } وہی گذارہ کی صورت ہی ہے۔

اسی طرح لفظ اسامی اسم کی جمع الجمع ہے۔ اُردو میں واحد کے صیغہ میں مستعمل ہے۔

اسامی۔ شخص۔ آدمی۔ لاکھوں کی اسامی۔

اسامی۔ گاہک۔ ہماری اسامی کو نہ بھکاؤ۔

اسامی۔ عُہدہ۔ نوکری۔ کوئی اسامی خالی نہیں۔

اسامی۔ کرایہ دار۔ کاشتکار۔ موروثی اسامی ہے۔

اسامی۔ مدعا علیہ۔ ملزم۔ اسامی کو حاضر کرو۔

اسامی۔ امیر۔ یہ بھی ایک اسامی ہیں۔

ذراسی توجہ پر معلوم ہو جائیگا۔ کہ ہر ایک معنی میں لفظ اسم کا دخل ہے۔ نام سے شخص۔ خریداروں کی فہرست ہی سے نام گاہک کا۔ اور پھر کام کرنے والے کے نام سے اس کا کام یا عُہدہ۔ مالک اراضی کی فہرست کاشتکاروں کے اسما سے کاشتکار۔ عدالت کی فہرست مقدمات کے ناموں میں سے مدعا علیہ یا مُلزم اور بڑے آدمیوں کے ناموں میں سے دولتمند اور امیر آدمی مراد لئے گئے ہیں۔

اسی طرح آنچ۔ شعلہ اور پھر اس کی تپش سے تاؤ اور جوش۔ اور جوش سے ماتما کے معنی نکلے ہیں۔ شعلہ کے اثرات زخم کھائے ہونے چاہئیں۔ اور اسی بناء پر تلوار کی آنچ بنی ہے۔ اور آنچ کے معنے مطلق صدمے کے ہو گئے۔ ذرا آنچ نہ آنے دی صاف بچا لیا۔ اور اس سے مصیبت اور بلا۔ لالچ اور طمع کے معنوں میں بھی آنچ کا استعمال ہونے لگ گیا +

۸۱۔ صورت الفاظ یکساں لیکن مادہ مختلف اس میں شک نہیں۔ کہ ایک لفظ کے مختلف معانی ایک ہی اصل کی طرف منسوب کئے جا سکتے ہیں۔ جس سے بالواسطہ یا بلا واسطہ ان میں سے ہر ایک پھلتا پھولتا ہے۔ اور کوئی ایسا لفظ نہیں۔ جو ابتدا میں ایک سے

زیادہ معنی رکھتا ہو۔ لیکن اسی سلسلہ میں ہمیں یہ امر بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ کہ بعض اوقات دو یا دو سے زیادہ الفاظ ایسے بھی نظر آئینگے۔ جو ہجا اور تلفظ میں یکساں۔ مگر مادّہ اور ابتدائی معنوں میں مختلف ہونگے۔ ایسے الفاظ میں کوئی رابطہ اتحاد اس مشابہت کی بُنیاد پر تلاش کرنا محض بے سود ہے۔ اور اس امر واقعہ سے مختلف المعانی الفاظ کی نسبت ہمارا بیان مسترد نہیں ہوسکتا۔ اس دوسری صورت میں تو حروف کی مطابقت ہے۔ لیکن الفاظ مختلف ہیں۔ چند مثالیں ذیل میں ثبت ہیں:۔

کالا
- سیاہ۔
- اسباب۔

مالی
- مال سے۔ جیسے مالی حالت
- مالی باغ کا۔

مور
- چیونٹی۔
- مورنی کا مذکر۔

در
- دروازہ۔
- قیمت۔ نرخ۔

جریب { عصا۔
پیمائش کے لئے کڑیاں۔

تولیا۔ { برتن۔
کپڑا۔

بندر۔ { جانور
بندرگاہ۔

بار۔ { بار بار
بوجھ۔
مجلس میں بار پانا۔

الفاظ کی ایک ایسی فہرست مرتب کرنا خالی از فایدہ نہیں۔ اگر آپ الفاظ جن کا ظاہری لباس بالکل ایک سا ہی ہے۔ اور اصلیت کلیتاً مختلف ہے سارے کے سارے جمع کر سکیں اور انکی ایک مکمّل فہرست بنالیں۔ تو سبحان اللہ۔

کسی اور زبان میں بھی جو آپ سیکھ رہے ہوں۔ ایسی فہرست بنانا یقیناً مفید ہوگا۔ اور ہر ایک زبان میں اس قسم کی فہرست تیار ہو سکتی ہے۔ ان الفاظ میں مشابہت صرف سطحی اور صوتی ہوتی ہے۔ اور اس سے زیادہ اور کوئی تضیع اوقات کا مشغلہ

نہیں ہوسکتا۔ کہ ہم ان کے معنوی یگانگت کی تلاش کریں۔ جو فی الحقیقت ان میں اسی قدر مفقود ہے۔ جتنی کہ لفظی قرابت۔

۱۹۔ اشتقاق الفاظ کی مزید مثالیں

الفاظ کی تحقیقات میں اور بھی دلچسپ پہلو ہیں۔ بعض تو ایسے الفاظ ہیں۔ جو ہماری تھوڑی سی توجہ پر ہی ہماری سعی کو مشکور کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ اور اپنی اصلیت کا راز سربستہ ہمارے سامنے فی الفور کھول کر رکھ دینے کے لئے بالکل تیار ہیں۔ ایسے بھی ہیں۔ جو راز حقیقت کا پردہ اُٹھائے جانے میں سخت مانع ہیں۔ اور سوائے اس کے کہ ہم انہیں ان کے حال پر ہی رہنے دیں۔ ہم کچھ نہیں کرسکتے۔ لیکن ایک کثیر تعداد الفاظ کی کھلے بندوں۔ اپنے دل کے حالات من وعن بیان کرنے کے لئے ہر وقت اور ہر موقعہ پر مستعد ہے۔

دیباچہ۔ کتابوں کے آغاز میں خدا جانے آپ نے کتنی دفعہ دیکھا اور پڑھا ہوگا۔ لیکن اس کے اصل معنی بھی کبھی سوچے۔ غالباً کبھی نہیں۔ موجودہ مطلب اور منشاء سمجھا اور بس۔ ذرا اس کی اصلیت پر غور توکرو۔ اور دیکھو۔ کیا کچھ بتاتا ہے۔ دیباچہ دیبا کا معرب بیان کیا جاتا ہے۔ دیبا۔ اصل میں دیو بافتہ ہے۔

کپڑے کی خوبصورتی اور خوبی کی بناء پر دیکھنے والوں نے اسے انسانی ہنر کی طاقت سے باہر خیال کیا۔ اور دیووں کا بنایا ہوا سمجھا۔ اور پھر اسی دیبا کی نسبت سے کتاب کے سرورق نے اپنی بیش بہا زرین جدول اور بیل کی خوبی اور خوبصورتی کو اسی نام سے تعبیر کرایا۔ مقدمہ کا مضمون۔ سرورق کی ہمسائگی ہیں اسکے روپ اور نام کا مستحق ہو گیا۔

نخاس۔ نخس سے ہے۔ نخس کے معنے ہانکنا۔ یا اُنگلیوں (ٹر انگشت فشردن) سے جانچنے کے ہیں۔ مویشی کے خریدار اُنگلیوں سے مویشی کی فربہی وغیرہ کا اندازہ کرتے ہیں۔ ابتدا میں مال غنیمت۔ مویشی یا غلاموں کے بیچنے والوں کو کہتے تھے۔ اُردو میں غلاموں کی خرید و فروخت کی منڈی۔ اور پھر گھوڑوں کی منڈی۔ اور مویشی کی منڈی پر اطلاق پانے لگا۔ بعض دیسی ریاستوں میں۔ گھوڑوں اور مویشی کی خرید و فروخت پر جو محصول لگایا جاتا ہے۔ وہ بھی اسی نام سے مشہور ہے۔

پاکھنڈ۔ لغوی معنے وید کے برخلاف بدعت۔ وہ عبارت جو دکھاوے کی ہو۔ حرمزدگی۔ بدذاتی۔ شرارت۔

ھوس۔ ہوس سے ہے۔ ھوس۔ خواہشات کا غلام محبت کا مارا

اور جنونی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر اب کیمیا کا جن جس کے سر پر سوار ہو جائے۔ اور اس کی دوڑ دھوپ میں دیوانہ وار۔ سراسیمہ اور سرگرداں رہے۔ ہوس ہے۔

بغض للّٰہی۔ خدا واسطہ کا بیر۔ ناحق کی دشمنی۔ اصل میں حق اللہ یا حقوق الٰہی میں تجاوز کرنے والے شخص سے دشمنی رکھنے کو بغض للّٰہی کہتے ہیں۔ چونکہ اس عداوت میں کوئی ذاتی آزردگی نہیں ہوتی بلا وجہ دشمنی رکھنے کو ہی بغض للّٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ معنے برعکس ہیں۔

طومار۔ طُمر لپیٹنا ہے۔ کاغذ وغیرہ جو لپیٹا ہوا ہو۔ کتاب حساب۔ اور اب ایک لمبی داستان رطب و یابس سے بھری ہوئی (جو ناگوار ہو جاوے) سے مراد ہے۔ اور تودہ طوفان کے معنوں میں بھی آتا ہے۔

رام کہانی۔ رامائن کا قصہ طولانی کون نہیں جانتا۔ راجہ رامچندر جی کی دُکھ درد بھری داستان سُن کر کس کا دل نہیں پسیجتا اصل اس کی وہی ہے۔ مگر اب کسی کی اپنی مصیبت بھری کہانی کو اسی لمبی اور تکالیف سے پُر کہانی سے تعبیر کیا جاتا ہے بعض وقت اس کو غلط اور زوایدات سے لبریز قصہ کا بھی مترادف سمجھا جاتا ہے

"غنیمت - ابتدائے زمانہ عرب میں چونکہ لوٹ میں زیادہ تر بکریاں ہات آتی تھیں۔ اور بکری کو عربی میں غنم کہتے ہیں اسلئے لوٹ کے مال کو عربی میں غنیمت کہنے لگے۔ اس لفظ نے پھر یہ وسعت حاصل کی کہ قیصر و کسریٰ کا تاج و تخت لٹ کر آیا تو اسی نام سے پکارا گیا۔ رفتہ رفتہ یہی لفظ عربی قوم، عربی زبان، عربی تاریخ کا سب سے زیادہ محبوب۔ سب سے زیادہ نمایاں۔ سب سے زیادہ وسیع الاثر لفظ بن گیا آج بھی ایک سلطان - ایک رئیس - ایک شیخ القبائل اپنے عزیز و اقارب کو سفر کے وقت رخصت کرتا ہے تو کہتا ہے سالماً غانماً۔ یعنے سلامت آنا اور لوٹ کر لانا ہماری زبان میں سب سے عزیز چیز کو جو "غنیمت" کہتے ہیں (مثلاً آپ کا تشریف لانا نہایت غنیمت ہے) یہ وہی لفظ ہے اور عربی زبان سے آیا ہے"۔

۲۰- استعارات ابتدا میں کسی حقیقت پر مبنی تھے

ایک بات تو کسی صورت میں بھی قابل فراموشی نہیں اور اُستاد اور شاگرد دونو کو اس کا خیال ہونا چاہیئے۔ وہ کیا ہے؟ کہ بیشمار الفاظ جواب استعارہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ ابتدا میں ظاہری حالات کے کسی ایک واقعہ پر مبنی تھے۔ اور ہمارے سامنے اس کی ایک روشن تصویر

پیش کرتے تھے۔ اور اب اس واقعہ کو انہوں نے اپنے صورت میں مجتمع اور مجسّم کر دیا ہے۔

ذیل کی چند مثالیں ذہین طلبا کے لئے کافی مصالحہ دلچسپی کا پیش کرینگی۔

طعنہ۔ طعن۔ نیزہ سے خستہ کرنے کو کہتے ہیں۔ اور اب کسی شخص کی عیب جوئی اور اسے بُرا بھلا کہنا ہوگیا۔

ہتک۔ اصل میں پھاڑنا۔ اور اب کسی کی بے عزّتی کرنے کے معنوں میں مستعمل ہے۔

پشتی۔ پُشت۔ پیٹھ سے ہے۔ اور چونکہ پُشت جسم انسانی کا سہارا ہے۔ اس لئے پشتی مدد ہوگیا۔

تواضع۔ وضع۔ رکھنے سے مشتق ہے۔ تواضع اپنے آپ کو کسی کے سامنے ڈالدینا۔ فروتنی سے مُراد ہوگئی۔ فروتنی خود بھی اسی واقعہ اور اسی خیال کی مثال ہے۔

عداوت۔ دوڑکر حملہ کرنے کو کہتے ہیں۔ اور یہی دشمن کا کام ہے۔

۱۴۔ مطالعہ الفاظ اور وطن پرستی اور قوم پرستی	مطالعہ الفاظ میں تعلیم و تعلم کے خزانے۔ دماغ انسانی کی لطافت۔ محنت۔ اور

چھان بین کی قابل قدر یادگاریں ہیں۔ وطن اور قوم پرستوں کے لئے بھی الفاظ نے جا بجا نشان قائم کر دیئے ہیں۔ کہ وہ اپنی محبت اور دلچسپی کے قیام کے لئے ان نشانات کو دیکھ کر ٹھہر جائیں ان سے واقفیت پیدا کریں۔ اور سہارا پائیں۔ زمانہ ماضی کے نقش کہیں بھی ایسے صاف اور صریح نظر نہیں آتے جتنے کہ الفاظ میں ہوتے ہیں۔ یہاں تھوڑی سی توجہ درکار ہے۔ اور بس۔ اور اگر توجہ نہیں۔ تو چاہے ہم سینکڑوں بلکہ ہزاروں اور لاکھوں دفعہ اپنی عمر میں ان سے ملیں۔ انہیں شناخت کرنا مشکل ہوگا۔ دیکھو ذیل کے الفاظ ہمیں کیا کچھ کہتے ہیں۔

گڑھ نگر ہندی ہے۔ پور بھی ہندی ہے۔ آباد فارسی ہے۔

اکال گڑھ۔ رام نگر۔ ہندی غلبہ اور رسول پور۔ علی پور اسلامی تسلط ہند کی کہانی بتا رہے ہیں۔

اکبر آباد۔ شاہجہان آباد۔ اورنگ آباد۔ مغلوں کی یادگاریں ہیں۔ امرت سر پنجاب میں حکومت سنگھاں کا نام روشن کر رہا ہے اور لودھیانہ لودھیوں سے اور راجپوتانہ راجپوتوں سے منسوب ہے۔

منٹگمری۔ لائل پور۔ لارنس پور کی صورت میں انگریزی

حب الوطنی نے اپنے اقتدار ہند کو نمایاں کیا ہے ایک اور قسم کی مثال بھی قابل غور ہے ڈسکہ اصل میں دس کوہ ہے۔ اور چونکہ یہ قصبہ سیالکوٹ۔ سمبڑیال اور گوجرانوالہ سے دس دس کوس کے فاصلہ پر ہے اسکا نام دس کوہ ہوگیا اور رفتہ رفتہ ڈسکہ بن گیا۔

۴۳۔ الفاظ اور مذہبی تعلیم

آؤ۔ ذرا غور کریں۔ کہ ہم مطالعہ الفاظ سے اپنے مدارس میں مذہبی تعلیم پر کہاں تک اثر ڈال سکتے ہیں۔ اس طریق سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم بسا اوقات الفاظ کے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں۔ جو حکومت سلطنت کے سکّہ۔ چاندی اور سونے کے ساتھ کرتی ہے۔ جب سکّہ دیر تک رائج رہتا ہے۔ اور بکثرت ہاتھوں ہاتھ اور بعض اوقات بددیانت ہاتھوں سے نقصان اٹھا کر متداول ہونے سے چہرہ کی چمک اور نقش کی وضاحت اور صفائی کھو بیٹھتا ہے۔ صرف یہی نہیں۔ بلکہ جو وزن اور قیمت ٹکسال سے لیکر نکلا تھا۔ اس میں بھی کمی ہو جاتی ہے۔ تو حکومت اسے واپس لے لیتی ہے۔ اور از سرِ نو پھر اسے جاری کرتی ہے۔ شاہی چہرہ پھر واضح اور صاف اس پر نقش کیا جاتا ہے۔ اور پہلے کی طرح پورا وزن اور پوری قیمت لیکر رواج پاتا ہے۔ زبان کی ٹکسال کے حقیقی مالک بھی۔

اور ہم میں سے ہر ایک کو یہ حق حاصل ہو سکتا ہے۔ بسا اوقات الفاظ کو جو وہ استعمال کرتے ہیں۔ دنیا میں رواج دینگے۔ واپس لینگے۔ اور پھر نئے سرے سے رواج دینگے۔ جہاں استعمال اور رواج سوسائٹی نے ان کے معانی فرسودہ کر دیئے ہیں۔ ہمیں بھی انہیں واپس لیکر پھر از سر نو رائج کرنا چاہیئے۔ کتنے الفاظ کے ساتھ یہی واقعہ پیش آچکا ہے۔ مثال کے طور پر ایک کا نام تو لیا جا سکتا ہے۔

تلاوت۔ قرآن کا پڑھنا تو ہے۔ لیکن اب سوائے اس کے۔ کہ قرآن مجید کھولا۔ اور الفاظ پر عبور کیا۔ اور کچھ بھی نہیں اگر ہم تلاوت کا حق ادا کریں۔ تلاوت میں درپے ہونے کی صفت پیدا کریں۔ اور جو کچھ پڑھیں۔ اس کی لفظ بہ لفظ پیروی کریں۔ تو ہمیں تھوڑے دنوں میں ہی پتہ لگ جائیگا۔ کہ تلاوت کا اطلاق کلام الٰہی کے متعلق کن روحانی منافع کو مدنظر رکھ کر کیا گیا تھا۔ اور اسکا مدعا و منشاء کیا تھا۔

قرآن۔ لغوی معنوں میں پڑھنے کی کتاب ہے۔ لیکن یہ لفظ کتاب الٰہی سے مختص ہو گیا ہے۔ یہی ایک کتاب ہے۔ جو خصوصیت سے پڑھنے والی ہے۔ اور کتابوں کا پڑھنا اس کے

سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ کتاب پڑھنے کو کلام الٰہی سے مخصوص کر دینا کن جذبات و خیالات کے اجتماع کی دلیل ہے۔

وید۔ علم ہے۔ اور کُل علوم کا منبع۔ کل علوم کا خلاصہ وید ہے۔ دیگر علوم۔ علم کے نام کے مستحق ہوں یا نہ ہوں جُملہ علوم کا عِلم اس مقدس کتاب میں مجتمع ہے۔

گرنتھ کے معنے بھی کتاب کے ہی ہیں۔ لیکن گرو گرنتھ صاحب کی عظمت کتابی حیثیت سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

ہماری خواہش سادہ اور سلیس زبان بولنے کی چاہے کتنی ہی کیوں نہ ہو۔ بڑے ادق الفاظ عربی اور سنسکرت کے جیسا کہ صورت ہو۔ ہمیں استعمال کرنے پڑتے ہیں اور سچ تو یہ ہے۔ کہ روزمرّہ میں ان کا مترادف نہیں ملتا۔ ہماری مشکلات خواہ کتنی ہی ہوں۔ یہ الفاظ ان حقائق کو اپنے سینہ میں لئے پھرتے ہیں۔ جو ہماری زندگی کی روح رواں ہے۔ ان الفاظ کی تشریح میں بہتر طریقہ یہی ہے۔ کہ جہاںتک ممکن ہو بالالتزام مادہ سے شروع کرو۔ اور حتی الامکان مادہ ہی پر ختم بھی کرو۔

مُعجزہ۔ کسی نبی کا اپنے مخالفین کو اپنی نبوت کی نشانی دکھاکر عاجز کر دینا ہے۔

سنسکار- تکمیل ہے۔ اور انسان اپنے عمرِ طبعی کے فرائض پورے کر دینے سے تکمیل کی منزل کو پہنچ جاتا ہے۔ اور خود پورا ہو جاتا ہے۔

کفارہ- وہی اصل ہے۔ جو کفر کی ہے۔ کفر حق کو چھپائے ہوتا ہے۔ اور کفارہ گناہوں کا چھپانے والا ہوتا ہے۔

قربانی کی ماہیت اس کی اصلیت سے ظاہر ہے۔ قرب۔ قربانی کا مقصد اور مدعا بتاتا ہے۔ خدائی خوشنودی۔ اس کی رضاجوئی۔ اس کا قرب۔ قربانی سے حاصل ہوتے ہیں۔ قربانی چاہے کسی صورت میں ہو۔ ہماری اپنی خواہشات و جذبات نفسانی کی قربانی بھی قرب کے واسطے درکار ہے۔ جانور کی قربانی بھی انہی جذبات و خواہشات کی قربانی کا ایک جزو ہے۔ اور اسلامی قربانی کی ابتدا اور تاریخ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے قصہ کی صورت میں ہمارے ان معنوں کی شاہد ہے۔

ستی کی کہانی بھی اسی قبیل کی ہے۔ ستی۔ ست۔ حقیقت۔ سے ماخوذ ہے۔ شیوجی کی زوجہ ستی نام تھیں۔ ان کے والد ایک بڑے راجہ تھے۔ راجہ نے ایک دفعہ جگ رچایا اور اپنی سب بیٹیوں کو اس موقعہ پر بلایا۔ مگر ستی کو مدعو نہ کیا۔ ستی اس پر

گھبرائیں۔ شیوجی سے مشورہ کیا۔ انہوں نے صلاح نہ دی کہ جائیں۔ یہ مصر تھیں اور چاہتی تھیں کہ دوسری بہنوں کے ساتھ جگ میں شریک ہوں۔ آخر شیوجی نے رضامندی دیدی اور یہ بن بُلائے والد کے ہاں چلی گئیں۔ والد پھر بھی بے اعتنائی سے پیش آئے اور ستی کو بے توجہی سے دل شکستہ کر دیا۔ والد کی اس بے رُخی اور اپنی بے وقری سے بیزار ہو کر ستی۔ جگ کے عین موقعہ پہ آگ میں کود پڑیں اور بھسم ہو گئیں۔ اب ستی ہونا حقیقت۔ اصل ہستی کے طلب میں۔ خود داری کی دیوی ستی کی پیروی کرنا ہے اور بس ٭

۴۲۔ خاتمہ اور لفظ بلا کی تحقیقات لفظ تو بہت خیال میں ہیں۔ لیکن ہم اب ایک لفظ پہ ہی اکتفا کرتے ہیں۔ دوسروں کے متعلق زیادہ طول دینے سے کیا فائدہ۔ اپنی حالت پہ ہی غور کرنا لازم ہے۔ اور بس۔

بلا ۔ کے معنے آزمائش کے ہیں۔ چاہے نعمت سے ہو۔ چاہے محنت سے۔ یہ ایک لفظ کن حقائق سے بھرا ہوا ہے۔ اور ہماری دُنیاوی زندگی کے اصول کو کس خوش اسلوبی سے بیان کرتا ہے۔ اگر ہم اس پر ایک لمحہ کے لئے بھی غور کریں۔ تو

ہماری زندگی موجودہ حالت سے کہیں اعلےٰ اور ارفع ہو جائے۔ دُنیاوی برکتوں سے ہمارا سر پھر جاتا ہے۔ دماغ کا کوئی ٹھکانا نہیں رہتا۔ دولت۔ اولاد۔ اور رُتبہ ہمیں مغرور کر دیتے ہیں۔ رعونت۔ فرعونیت۔ ہماری ضعیف البنیانی کے خیال کو ہمارے دماغ کے کسی دُور از کار کونے میں مُردہ کر کے پھینک دیتی ہے۔ کوئی انسان نہیں۔ جو ہماری آنکھوں میں سمائے۔ انسان کی تو حقیقت ہی کیا ہے۔ خدا کو بھی بھُول جاتے ہیں۔ لیکن اگر ہمیں اس تین حروف کے چھوٹے سے لفظ پر ذرا غور کرنے کا موقعہ مل جائے۔ تو ساری قلعی کھُل جائے۔ اگر عقل سلیم مدد دے۔ تو پتہ لگ جائے۔ کہ یہ تو سب کچھ۔ سب نعمتیں۔ ہمارے امتحان کے سامان ہیں۔ ہمارا حوصلہ۔ ہمارا ایمان آزمائش میں ہے۔ "گر بدولت برسی مست نگردی مردی" کی آواز ہمارے کان میں پڑ رہی ہے۔ معمولی آزمائش نہیں۔ بلا ہے۔ وہی بلا جس سے ہم دن رات ڈرتے رہتے ہیں۔ جس سے ہم اپنے خدائے عزّ و جل سے بھی پناہ مانگتے رہتے ہیں۔ اسوقت ثابت قدم رہنا۔ مردی ہے۔ اپنی اصلیت۔ اپنی کمزوری۔ اور اپنی ہیچ میرزی کا۔

ہستی کی ناپائداری۔ خیال میں رکھنی چاہیئے۔ یہ جاہ و مال۔ اولاد۔
قرآنی الفاظ میں متاع غرور سے زیادہ نہیں۔ اور ان پہ اترانا
عقلمندی سے بعید ہے۔ دوسرا پہلو بھی ایسا ہی واضح ہے۔
تکالیف دُنیاوی۔ رزق کی تنگی۔ اولاد کا نہ ہونا۔ بیماری
اور جُملہ مصائب و نوائب۔ بلائیں ہیں۔ جن سے ہماری
جان جاتی ہے۔ اور جن سے ہم ہر وقت بچنا چاہتے ہیں۔
آخر ان سب بلاؤں کی حقیقت کیا ہے۔ بلا وہی آزمائش
ہے۔ نعمت سے نہیں۔ محنت سے۔ تکالیف سے۔ لیکن
آزمائش میں ہمارا فرض ہے۔ استقلال۔ اور صبر۔ اور
آزمائش جو ہمارے معبود حقیقی کی طرف سے ہم پر آئی ہے۔
اُس میں پورا اُترنا ہی ہماری بریت اور ہمارے بچاؤ کی
صورت ہے۔ بلا اس نظر سے کوئی ڈراؤنی اور دل توڑنے
والی چیز نہیں ہونی چاہیئے۔ مرضی مولا از ہمہ اولٰے پر کاربند
رہنا۔ ہمارے ایمان کا ایک جزو ہے۔ اور اسی زرّین
اصول کی نگہداشت اور پیروی اسی پہلو سے ہوسکتی ہے۔
کہ بلا کو جو ہم پر آئے۔ ہم اُسی قادر مطلق کی طرف سے
سمجھیں۔ اور اپنی آزمائش سے زیادہ نہ سمجھیں۔ پھر ہمیں

صبر اور استقلال کی خداوند کریم کی درگاہ سے خود بخود توفیق ہو جائے گی۔ اور آزمائش کے دن۔ امتحان کا زمانہ۔ ہنستے کھیلتے گذر جائے گا۔ اور اس صبر و استقلال کی بدولت ہمیں آیندہ زندگی میں اِس جہان میں بھی۔ اور اُس جہان میں بھی بارگاہِ الٰہی سے انعام واکرام کی نعمتیں بیحد و بے شمار عطا ہونگی ؎

تمام شد

فہرست الفاظ

الفاظ	صفحہ	الفاظ	صفحہ	الفاظ	صفحہ	الفاظ	صفحہ
		آٹا -	۱۳۷	ادبیات	۲۳۰	استبداد	۱۹۲
(ا)		اٹکل -	۲۳۶	آدینہ	۲۷۴	استعداد	۱۵۷
آب آتشیں	۱۱۱	احتشام -	۱۳۸	آذینہ	۲۷۴	آستان	۱۳۲
آب حیات	۱۱۱	احرار -	۱۵۷	انڈو یوروپین	۱۵۴	آسمان	۱۳۷
آبدوز کشتی	۱۹۲	احدی -	۱۷۱	آرام	۱۳۸	آسمان وزمین	۱۳۱
ابراہیم عادل	۴۰	احمدی	۱۵۷-۱۳۱	ارجمند	۵۰	اسلام	۱۱۶
آبکاری	۸۲	احسان -	۱۲۰	ارجمندی	۱۳۱	اسیر	۱۹۵
آب طرب	۱۱۱	احمد آباد -	۱۷۷	اردو	۱۴۰	اشرفی	۱۵۹
آب عزت	۲۷۲	اجبار -	۱۹۵	اربع عناصر	۱۴۱	اصطبل	۱۶۹
آب وآتش	۱۳۱	اختراع -	۲۴۹	آریہ سماج	۱۵۷	اصطرلاب	۲۵۵
ابن الوقت	۸۷	افسون -	۸۲	آزار	۲۰۲	اطاعت	۱۳۰-۱۳۸
		اجاڑو	۸۲				
اتالیق	۲۳۱	اجیانی	۱۸۷	اسامی	۲۸۷	اعتبار	۲۳۸
آتش زن	۷۱	اجل -	۶۴	آستین	۲۵۲	اعتدال پسند	۱۵۷
آتش تر	۱۱۱	اچار	۲۰۳	آسائش	۱۳۸	اعیان مملکت	۶۱
اُتّو کرنا	۸۲	اُچکا	۸۲	استاد	۲۳۱	آفتاب	۲۲۹

الفاظ	صفحہ	الفاظ	صفحہ	الفاظ	صفحہ	الفاظ	صفحہ
آفتاب پرست	۶۷	ام الخبائث	۵۷	انتہا	۲۷۴	ایمان	۱۷۷
افراتفری	۶۲	ام الصبیان	۴۳	انتہاپسند	۱۵۷	**ب**	
افغان	۲۱۴	امرت سر	۱۷۷، ۱۷۹، ۲۹۶	انسانیت	۱۰۱		
افغانستان	۷۷-۱۷۹	امیر	۱۳۰، ۱۳۸	انشا	۷۴	بار	۲۹۰
افواہ	۲۰۳	امیرالمومنین	۱۷۷	انصار	۱۴۵	بازار	۲۳۹
افیون	۲۱۱	آثار	۷۲	آواگون	۳۰	بازاری	۲۳۹
آکا	۲۴	انبالہ	۱۹۲	اوباش	۸۲	باقر	۵۰
آکاس	۱۳۷	انبساط	۵۹	اوپریشن	۱۴۰	باقرخانی	۲۰۳
اکال گڑھ	۲۹۶	انبہ	۳۷	اورنگ آباد	۱۲۲	باب المندب	۶۴
اکبرآباد	۷۷-۲۹۶	انت کال	۲۷۴	اہتمام	۲۴۱	باثر	۱۳۱
آگ	۱۳۶	ان تھاہ	۲۷۴	اہل حدیث	۱۴۳-۱۵۵	بادیا	۶۸
اقبال	۳۷	انتقال	۷۶، ۲۷۴	آہنی	۲۴۱	بارہ دری	۱۶۹
اقنوم	۲۰۰	انتظام	۴۴۱	آہنین	۲۴۱	باپ	۱۳۶
الحاد	۸۲	آنچ	۲۸۸	آئین	۱۳۱، ۲۳۷	بادل	۱۳۶
آلو	۲۰۳	اندھا	۹۹	آئینہ	۱۶۹	بادشاہ	۱۳۸ و ۲۲۹، ۲۳۰
اللہ	۱۸۲	اندرکااکھاڑا	۱۶۷	آیا	۱۴۲	بانکا	۲۶۴
اللہ بیلی	۳۸	اندرگڑھ	۶۵	ایجاد	۲۴۹	بترہ	۱۹۲
السام	۱۲۰	اندرپرست	۶۷			بٹن	۲۱۲

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
بخت	۱۰۵	بقائے اکمل	۳۰	بھیڑیا چال	۲۸۳	بیٹی	۱۳۶
بخشش	۱۱۰	بگلا بھگت	۵۳	بھول بھلیاں	۱۳۷	بیدمشک	۲۰۳
بددیانتی	۱۱۶	بلبل	۱۳۸	بہن	۱۳۶	پ	
بدطالعی	۱۶۷	بلوچستان	۱۷۷	بوٹ	۱۴۰		
بدلہ	۲۳۵	بلا ۳۰۱-	۲۱۵	بوریا	۱۳۲	پاداشں	۸۸
برباد	۱۰	بالا	۱۸۴	بورانی ۱۳۸-	۱۶۰	پادری	۱۴۲
بروبرز	۱۳۲	باٹھنا	۲۳۸	بوزنہ	۶۹	پاجامہ	۲۰۲
برقع	۲۰۳	بنات النعش	۵۵	بونگا	۲۷۴	پاکبازی	۱۱۶
برف	۱۳۸	بندر	۲۴۰	بے ایمانی	۱۱۶	پاکھنڈ	۲۹۱
برق آبی	۲۱۰	بندرابن	۱۶۳	بیزاری	۲۴۴	پانی	۱۳۶
بریانی	۱۳۸	بھائی	۱۳۶	بیڑا اٹھانا	۱۶۵	پاشئے ترسا	۱۰۸
بزاخفش	۱۶۱	بھان متی	۲۱۵	بیدار	۱۱	پایہ	۲۴۳
بستان افروز	۶۵	بہار	۲۳۶	بیت المال	۱۳۰	پتلون	۱۴۰
بسمل	۲۸۲	بھرم	۲۳۶	بیطاری	۱۵۷	پٹھان	۲۱۴
بصیر	۹۹	بھروسہ	۲۳۸	بیراگی	۱۶۲	پدر ۱۳۰	۱۴۳
بطریق	۲۱۲	بھیڑ	۲۰۳	بیلی	۲۱۲	پدمنی	۱۳۶
بغداد ۱۶۸-	۱۷۷	بھیڑیا	۲۸۳	بینک	۲۵۲	پر	۱۳۸
بعض للّتی-	۲۹۳	بھیڑ چال	۲۸۳	بیٹا	۱۳۶	پردہ	۱۳۹

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
پرتھوی	۱۳۷	پھانسی	۲۰۴	تائید	۲۴۹	تسلسل	۷۴
پرستان	۱۶۷	پھوڑا	۱۴۲	تبت یلابی لسبہ	۳۶	تشہیر	۲۵۵
پرستش	۲۳۷	پھلمال	۱۸۸	تثلیث	۱۷۷	تصدیق	۲۴۹
پروانہ	۶۹	پھلجھڑی	۷۲	تجسّس	۲۴۳	تصنیف	۷۴
پروفیسر	۲۳۱	پھُنسی	۱۴۲	تجویز	۱۳۹	تعجب	۸۸
پری	۱۶۷	پیرمغاں	۱۳۴	تحریر	۱۶۴	تعلیمگاہ	۲۵۴
پریوش	۱۶۷	پیرکی-	۱۶۴	تحصیلدار	۱۴۰	تعمق	۶۱
پستی	۲۹۵	پیچک	۲۸۲	تحقیقات	۲۴۳	تعوید	۲۸۲
پسر ۱۳۱	۲۲۹	پیغام	۲۳۰	تخت ۲۲۹	۱۳۸	تعیش	۱۳
پگڑی	۱۳۷	پیغامبر ۱۹۱-۳۰	۲۲۶،۸	تختہ نرد	۲۰۳	تفار	۲۰۴
پلاؤ ۱۳۸	۲۰۳	پنیں	۱۵۹	تخمینہ	۲۳۶	تفتیش-۷۵	۲۴۳
پور	۲۲۹			تخیل	۲۳۸	تفحص	۲۴۳
پوستین	۲۰۲	ت		ترازو	۱۳۹	تفریق	۲۱۴
پنجاب	۱۷۷	تاج خروس	۶۵	ترشی	۲۵۲	تقسیم	۲۳۸
پنچایتی	۱۰۹	تاجیک	۱۲۴	ترک	۱۳۴	تکیہ ۱۳۸	۲۰۲
پنڈت	۲۳۱	تازہ	۱۳۹	ترکستانی	۱۴۸	تلاوت	۲۹۸
پنڈت خانہ	۱۰۷	تازی	۱۳۲	ترکی	۱۲۱	تلاطم	۵۹
پنڈارا	۱۲۲	تافتہ	۲۰۲	تسبیح	۱۷۷	تلخی	۲۵۳

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
تلطف	۲۴۹	تھانہ دار	۱۴۰	جتھا	۲۳۶	جھاڑو	۲۷۴
تلیر	۷۰	تہذیب-۵۶-۱۹۲-	۲۳۸	ججی	۱۴۰	جہانگیر	۴۴
تماشائی	۲۳۴	تہ خانہ	۱۳۹	جرح	۷۸	جھمنہ	۱۱۵
تماش بین	۲۳۴	تہلیل	۱۷۷	جریب	۲۹۰	جھونپڑا	۱۳۷
تماشہ	۱۶۹	تیار	۵۹	جزیرہ المخضرہ	۶۵	چ	
تمباکو	۱۵۸-۱۷۷-۲۰۲	تیجا	۱۶۶	جزیہ ۳۰-	۲۰۹		
تمنا	۲۳۸	ٹ		جعلی	۲۴۰	چاپلوسی	۲۳۷
تناسخ	۳۰	ٹکٹکی ۴۴-	۲۴۴	جگر گوشہ	۵۳	چاچ	۱۶۹
تنخواہ	۱۳۹	ٹوپی-	۱۳۷	جگنو میاں	۳۹	چادر	۲۲۴
تن زیب	۶۳	ث		جلاب-۱۰۸	۱۳۸	چارمیخ-۴۴-۸۴	۲۰۴
تنقیح	۶۴			جلاد ۱۳۸-	۲۰۴	چاکر	۲۳۷
تنگ	۱۳۹	ثالث بالخیر	۱۰۹	جن	۲۸۴	چالاک	۲۳۸
تنور	۲۰۳	ثروت	۱۳۸	جنت	۲۸۴	چالیا	۲۳۸
تواضع	۲۹۵	ج		جنوں	۲۸۴	چاند	۱۳۶
توحید	۱۶۱			جنین	۲۸۴	چاہ	۲۲۴
توران	۱۷۷	جاہ	۱۳۸	جو	۱۳۴	چاہنا	۲۳۸
توشک	۱۳۸	جاروب	۲۷۴	جوتا	۱۳۷	چپاتی	۲۰۲
تولیا	۲۹۰	جبل الطارق	۱۷۷	جوشش	۲۳۶	چٹکلا	۲۳۷

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
چراغ	۱۳۴	حاجب ۱۳۰ -	۱۷۰	حنفی	۲۰۹	خصم ۱۳۷ -	۲۴۵
چرخ	۱۶۷	حاتم	۱۶۰	حواری	۱۷۷	خلیفہ	۲۵۶
چڑھی ہوئی	۱۰۸	حج	۱۷۷	حیز	۲۶۴	خوابیدہ	۱۱
چغل	۱۴۲	حجت	۱۱۶	حیلہ ۸۹ -	۲۳۶	خوان	۱۳۲
چق ۔ ۱۴۲ -	۲۰۴	حرفت باز	۸۹	**خ**		خوجی	۱۶۲
چقماق	۱۴۲	حرفہ	۱۳۹			خورشید	۱۲۹
چلمن	۱۴۲	حرص	۲۲۷	خارجی	۱۸۵	خورشید عالم	۵۰
چمن	۶۴	حریسہ	۲۰۳	خانہ	۱۳۲	خوشامد ۔ ۹۸ -	۲۳۷
چمچہ	۲۰۳	حریت	۱۹۲	خاوند	۱۳۷	خوش طالعی	۱۱
چوغا	۲۰۲	حزب الاحرار	۱۹۲	خشکی	۱۵۹	خوض	۶۱
چوٹی	۵۰	حسد	۸۳	خدا	۲۳۷	خون سیاوشاں	۶۷
چور	۱۴۰	حشر	۱۷۷	خداوندی	۱۸۳	خیرو ۔	۶۵
چہرہ	۱۳۸	حشیش	۲۰۵	خدائی فوجدار	۹۹	**د**	
چھوکرا	۸۷	حقارت	۲۴۴	خرابات	۱۳	داتا	۲۳۶
چھوکری	۸۷	حقہ	۲۰۳	خراج	۱۳۰	داد	۲۳۸
چھوئی موئی	۶۶	حکومت	۱۳۰	خرمن ماہ	۵۵	دارالمکافات	۹۵
چین	۲۳۷	حلالخور	۱۸۷	خسوف	۲۴۱	داروغہ	۱۴۰
ح		حمام	۲۰۳	خبیث	۹۶	داستان	۲۴۱

الفاظ	صفحہ	الفاظ	صفحہ	الفاظ	صفحہ	الفاظ	صفحہ
داعی	۱۴۸	دلی	۱۷۷	دھوکا	۲۳۶	ڈینگ	۲۳۷
داغ	۳۷	دلیری	۲۵۲	دہی	۱۳۷	**ذ**	
دال بھات	۱۳۷	دن	۱۲	دیانت	۹۷	ذمی ۱۴۸	۱۷۷
دالان	۱۳۹	دنیا	۲۳۸	دیباچہ-۱۶۵	۲۹۱	**ر**	
دقیقی	۱۵۸	دوات	۱۳۸	دینار	۱۳۴		
دختر ۱۳۱-	۱۴۳	دودھ	۱۳۷	دیو	۱۱۷	رات	۱۳۶
دختر آفتاب	۱۰۸	دوراندیشی	۲۵۲	دیوان	۲۰۹	راجپوت	۱۴۸
دخت رز	۱۰۸	دوزخ	۱۷۷	دیوانہ	۶۰	راجپوتانہ	۲۹۶
دراز	۲۰۲	دوشیزہ	۱۴۴	دہیم	۲۲۹	راجہ	۲۲۹
در	۲۸۹	دولت	۱۳۰	دیور	۱۹۹	راحت	۲۳۷
درجہ	۲۴۳	دہائی	۲۳۶	**ڈ**		راس	۱۵۵
				ڈاکٹر	۱۴۰	رافضی	۱۵۵
درہ	۱۳۹	دہریہ	۱۵۶	ڈالی	۱۱۰	رام رنگی	۱۸۶
درہم	۱۳۴	دھرم	۱۷۷	ڈپٹی کمشنر	۱۴۰	رام کہانی	۲۹۳
دریافت	۲۵۰	دھڑکا	۲۳۷	ڈر	۲۵۲	رام نگر	۲۹۶
درتیم	۷۲	دہش	۲۳۸	ڈراؤنا	۲۳۸	راؤ	۲۲۹
دکان	۲۳۰	دہقان	۱۳۲	ڈسکہ	۲۹۷	رائے	۲۲۹
دلال-۸۹	۱۳۸	دھوتی	۱۳۷	ڈومنی	۶۸	ربع مسکون	۱۴۸

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
ردیف	۷۴	ریش قاضی	۱۰۹	**س**		سرادگی	۱۵۷
رس بھری	۲۱۲	**ز**				سُرخ	۲۲۷
رستم	۱۶۲			ساچق	۱۴۲	سرخاب	۶۸
رستمی	۱۶۲	زاویہ	۲۳۷	سادہ	۱۰۳	سرخوش	۱۰۸
رسد	۱۳۹	زبان	۲۳۶	سارنگی	۱۶۰	سروال	۱۳۴
رسول	۲۳۷	زرجعفری	۱۶۰	ساقی	۱۶۱	سزا-۸۸-۲۰۴	۲۳۵
رسول پور	۲۹۶	زردہ ۱۳۸	۲۰۳	سالار	۱۳۱	ستی	۳۰۰
رشوت	۱۱۰	زکوٰۃ	۱۶۷	سلامت روی	۹۷	سفرہ	۱۳۲
رضاکار	۱۹۲	زین	۱۳۷	ساون بھادوں	۷۲	سکہ-۴-۱۳	۱۷۷
رضائی	۱۶۰	زن	۱۳۱	سبز	۲۲۷	سکھر-۱۱۷	۱۷۷
رقعہ	۱۳۸	زنجیر	۱۰۵	سبزک	۶۸	سکھاشاہی	۲۰۵
رکاب	۱۳۸	زلیخا	۵۰	سبزہ بیگانہ	۶۶	سکھ درشن	۶۷
رکابی	۱۰۳	زمستان جھا	۲۷۲	سپرغم	۶۵	سگ	۱۳۴
روئی	۱۳۷	زندیق	۱۴۶	ستار	۱۶۹	سلطان-۱۳۰-۱۳۸	۱۴۰
روزنامہ	۱۹۵	زیب النسا	۴۶	ستارگان	۱۳۱	سلطنت	۱۳۸
سوجستا روضہ-۹۳-۷۷	۱۳۲ ۲۳۷	زیچ	۲۰۰	ستنبہ گرہ	۱۹۲	سلیم	۹۹
روغن جوش	۱۳۸	زین	۱۳۹	سحر حلال	۵۳	سمک	۱۵۳
رومال-۳۰۲	۲۸۲	زیور	۱۹۲	سخی	۲۳۶	سمرقند	۱۴۷

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
سناتن دھرم سبھا	۱۵۷	سوقیانہ	۲۳۹	شاہین	۶۸	شمعدان	۲۰۳
سنت	۲۵۶	سولی-۸۴-	۲۰۴	شبدیز	۶۸	شومئی بخت	۱۱
سنگترہ	۱۰۸	سونا	۱۳۷	شبنم	۷۳	شوہر	۱۳۱
سنسکار	۳۱۰	سیالکوٹ	۱۷۷	شترمرغ	۶۷	شہاب ثاقب	۷۱
سنگ دلی	۵۱	سیاہ کاری	۱۰۰	شستری	۱۵۸	شہادت	۱۲۰
سنگسار-۸۴-	۲۰۴	سیاہی	۱۳۸	شخص	۲۳۰	شہباز	۶۷
سنگ موسیٰ	۷۲	سیب زین	۲۰۳	شدنی	۹۴	شہرت	۲۵۵
سنگھ	۱۱۷	سیمرغ	۶۸	شرارت	۹۷	شہریار	۲۲۹
سنگ یہود	۷۲	سینی	۲۰۳	شراب	۱۱۰	شہلا	۶۶
سوار	۱۰۸	**ش**		شرع	۲۲۷	شہید	۹۱
سوارج	۱۹۲			شریعت	۹۲	شیخ-۱۰۲-	۱۱۸
سوتیلا	۲۸۳	شاطر	۸۶	شطرنج	۱۳۹	شیرافگن	۴۱
سودا	۲۳۰	شال	۲۰۲	شفیع	۹۲	شیرمال	۴۲
سودائی	۲۴۱	شائستگی	۲۳۸	شکل	۱۳۸	شیرینی	۲۵۲
سوداوی	۲۴۱	شاہ	۱۳۰	شکنجبین	۱۶۸	شیشہ	۲۰۳
	۱۴۰	شاہجہاں	۴۴	شکنجہ	۸۴	شیعہ	۱۵۶
سوڈان	۶۳	شاہجہاں آباد	۱۷۷	شماتت	۸۳	**ص**	
سورج	۲۶۴	شاہجہاں پور	۲۹۶	شمع	۲۰۳	صابون	۲۰۳

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
صباغ	۵۵	طشتری	۲۰۳	عدم تعاون	۱۹۲	عورت	۱۳۷
صبح خیز سے	۱۱۰	طفیل	۱۱۱	عرض	۲۸۴	عیار	۸۶
صحیح	۱۳۹	طلعت	۲۸۳	عرضی	۲۸۴	عیسےٰ	۴۱
صدبرگ	۶۵	طعنہ	۲۹۵	عرفی	۳۷	عیسائی	۱۴۱
صراف	۱۳۸	طلوع	۲۸۳	عروض	۲۸۴	عیسوی	۲۴۱
صلواتیں	۱۱۴	طوطا	۱۳۱	عریضہ	۲۸۴	عیش ۱۳-	۱۰۰
صلوٰۃ	۲۳۷	طومار	۲۹۳	عزت ۱۳۸-	۲۳۶	عین الکمال	۹۰
صندوق	۱۳۹	طیار	۵۱	عشرت	۱۳	عینک	۱۳۹
صورت	۱۳۸	طیارہ	۱۹۲	عصافیر	۴۷	**غ**	
صوم	۲۳۶	**ع**		عصفور	۷۰		
صوفی	۲۱۳			عصمت	۱۰۱	غار	۱۹۲
ط		عارض	۲۸۴	عقد	۷۵	غریب ۷۶-	۲۳۸
طاعون	۹۵	عارضہ	۲۸۴	عقرب	۵۵	غرور	۲۲۷
طالع	۱۰۴	عالمگیر	۴۴	عقیدہ	۱۳۹	غصہ	۱۰۰
طالعمند	۱۰۵	عبادت	۲۳۶	علی	۴۱	غضنفر	۵۰
طاؤس	۷۰	عجمی	۱۳	علی پور	۲۹۶	غلام	۸۶
طبیعت	۱۳۸	عداوت ۲۸،۴۴-	۲۹۵	عمل انتخاب طبعی	۳۰	غلط	۱۳۹
طشت	۱۳۴	عدو اصم	۷۵	عمامہ	۲۰۲	غنچہ	۶۶

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
غنچۂ دہن	۵۱	فرقدان	۵۴	قافلہ	۹۹	قلم	۱۳۸
غنیمت	۲۹۳	فرمانبرداری	۱۳۸	قافیہ	۷۴	قمری	۱۳۸
غور	۶۱	فرنگ	۱۴۰	قالین ۱۴۳	۱۳۸	قمیض	۱۳۸
غیر مقلد	۳۰	فرنی	۲۰۳	قران	۲۹۸	قورمہ	۱۳۸
ف		فروتنی	۲۹۵	قبا	۲۰۲	قوس	۲۰۰
فاختہ	۱۳۸	فرہاد	۲۳۶	قبہ ومینار	۱۳۰	قوس رستم	۵۴
فالودہ	۲۰۴	فریب	۲۳۶	قتل مستلزم السوا	۱۹۷	قوس شیطان	۵۴
فراش	۱۳۸	فسانہ	۲۴۱	قدریہ	۳۰	قوس قزح	۵۴
فراق	۲۸۴	فطرتی	۱۱۵	قربانی ۱۲۰-	۳۰۰	قیمہ	۱۴۰
فردوس	۹۲	فقرہ	۷۴	قسمت	۱۰۵	قیمت	۲۳۰
فرش	۱۳۸	فقیر	۲۳۸	قرطبہ	۱۷۷	ک	
فرشتہ	۱۸۳	فلاسفر	۲۰۹	قرق	۱۳۹	کاریگر	۱۳۹
فرض	۲۵۶	فلسفۂ اشراق	۳۱	قرمزی	۲۲۷	کاس	۱۳۴
فرضی	۲۴۵	فلسفی	۲۰۹	قصر و قلعہ	۱۳۲	کاشانہ	۱۳۳
فرعونیت	۱۹۱	فیضی	۳۷	قلانچ	۲۰۴	کافر	۲۵۰
فرغل	۲۰۲	فیلسوف	۸۷	قل اعوذی	۱۱۸	کافور	۳۶
فرق	۲۸۴	فینیشین	۱۵۳	قلع و قمع	۵۴	کانسٹبل	۱۴۰
فرقت	۲۸۴	ق		قلعہ	۱۳۰	کالا	۲۰۹

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
کالر	١٤٠	کنارہ	٣٠٠	کوٹ	١٤٠	گاؤ	١٣٤
کاویانی	٣٩	کفالت	٧٥	کوٹھا	١٣٧	گاؤتکیہ	٢٠٢
کباب	١٣٨	کفگیر	٢٠٣	کوزہ	١٣٤	گرام	٢٧٤
کبوتر ١٣٤-	١٣٨	کلاہ	١٣٨	کولمبس	١٦٢	گربہ	١٣٤
کپتان اسکیں	١٠٨	کلاہ خسروانی	١٣١	کوہ طور	٧٢	گردون	١٩٧
کٹ ملا	١١٨	کلب	١١٨	کوہ نور	٧٢	گروہ	٢٣٦
کٹھ پھوڑا	٧٠	کل چھپا	٩٠	کھانا	١٣٧	گرفتاری	١٤٥
کدال	١٣٧	کلدار	٢٥٠	کھٹمل	٧٠	گریبان	٢٠٢
کربلا	٦٣	کلکتہ	١٧٧	کہکشاں	٥٤	گلاب	٢٠٣
کرتہ ١٣٤-	٢٠٢	کلکٹر	١٤٠	کھیت	١٣٧	گل اندام	٥١
کرستان	١٧٧	کمشنر	١٤٠	کھیچا	٢٣٨	گل دوپہر	٧٢
کرسی	١٣٩	کناس	٩٦	کیتلی	٢٠٢	گلستان	٩٤
کسوف	٢٤١	کنجد	١٣٤	کیسہ	٢٠٣	گلسرہ	١٨٨
کشتی	٢٠٣	کنجوس	٩٦	کیش	١٥٨	گلعذار	٥١
کشتی دخانی	٢٠٣	کنڈرگارٹن	٢٧٣	گ		گندش	٢٧٣
کشش	٢٣٨	کنگال	٢٣٨	گاڑی	١٦٩	گندم	١٣٤
کشمکش وجودی	٣٠	کنواں	١٣٧	گام	٢٧٤	گندھک	٢٧٣
کعبتین	١١٦	کوتل	١٣٩	گاہ	١٣١	گنجفہ	٢٠٣

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
گوبرناس	٢٧١	لائل پور	٢٩٦	ملاح	١٣٩	محمدی - ١١٣ -	١٣٤
گورمتا	٨٨	لبادہ	٢٠٢	مال و دولت	١٣٨	مدارا	٢٤٩
گوروگھنٹال	٨٨	لحاف	١٣٨	ملاحت	٥١	مدمغ	١٦٣
گوسائیں	١١٦	لدھیانہ	٢٩٦	مالن	٤٤	مدرسہ	٢٥٤
گوسپند	١٣٤	لڑکی	٢٢٤	مالی	٢٨٩	مدینہ	١٤٤
گوسوامی	١١٦	لکھنؤ	١٧٧	ماں	١٣٦	مذاق	٢٣٧
گوشہ	٢٣٧	لگام	١٣٨	مائدہ	١٣٢	مربا	٢٠٣
گھر	١٣٧	لن ترانی	١١٦	مبعوثین	١٩٢	مرتبہ	٢٤٣
گھی	١٣٧	لنگڑا آم	٣٠١	متضاد	٢٥١	مرتبت	١٣٨
گیسو	٢٧٤	لونڈی - ٨٦ -	٣٣٤	متنجن	٢٠٣	مرتد	٢٥٠
ل		لئیم	٩٦	مجسٹریٹی	١٤٠	مرجیہ	٢١٤
لاادریہ	١٥٦؟	لیمونیڈ	١٤٠	مجلس علیہ	١٩٣	مرزبوم	١٣٢
لات	٢٧٨	**م**		مجنوں	٢٨٤	مرزائی	١١٣
لاٹ	١٤٠	مابہ الاختظاظ	١٩٧	محبت	٢٥٢	مرغا	١٣٩
لارنس پور	٢٩٦	ماتا	٤٣	محتسب	١١٨	مرغ زریں	٦٨
لاف	٢٣٧	مادر ١٣١ -	١٤٣	محراب	٧٥	مرغی	١٣٩
لالچ	٢٢٧	مالکیان	١٣٤	محل ١٣٠ -	١٣٨	مروت	١٢٠
لاہور	١٧٧	ماسٹر	٢٣١	محمد فاضل	٤٣	مرہٹی	١٢٢

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
مزاج	۱۳۸	معلوم	۱۳۹	منت	۱۰۱	مہار	۱۰۵
مزدور	۱۳۸	مغ بچہ	۸۷	منٹگمری	۲۹۶	مناکین ۱۷۷-۱۷۵	-۲۰۴
متحب	۲۱۱	مغرب	۱۹۲	مُنش	۲۳۰	مہتر	۷۲
مسرت	۱۳	مغرور	۹۰	منصف	۱۴۰	مہ جبیں	۵۱
مسخرا	۱۳۸	مغل	۷۲	منطقی	۱۰۴	مہر	۲۲۹
مسلم ۱۷۷	-۱۸۷	مغلانی	۱۴	منکشف	۲۵۰	مہرالنسا	۵۰
میحائی	۱۶۱	مغنیسیا	۱۵۸	منگتا	۲۳۱	مہرووفا	۱۳۱
موسیقار	۷۱	مقابل	۲۵۱	من موہن	۵۰	مہ لقا	۵۱
مشاطہ	۱۳۹	مقلد	۳۰	مواخذہ	۷۵	مہینہ	۱۳۶
مشائین	۱۴۴	مقناطیس	۱۵۸	موافق	۱۳۹	مٹی	۱۳۶
مشعلچی ۱۷۱	۲۷۵	مقیش	۲۱۴	موبد	۱۳۱	میدان	۱۳۹
مصیبت	۹۴	مکان	۱۳۸	موحد	۱۱۳	میز	۲۱۴
مصراع	۷۴	مکتب	۲۵۴	موحدین	۱۵۴	میزان	۵۵
مطالعہ	۲۸۳	مُلا	۱۱۸	مور	۲۸۹	ن	
مطلب	۱۳۹	ملانا	۱۱۸	موسلی	۴۱	نتھو	۳۹
معتزلہ	۱۵۶	ململ	۱۵۹	موسری	۱۹۲	نادرگردی	۲۰۵
معجزہ	۲۹۹	ملیچھ	۱۲۲	مولانا	۱۱۸	نادری	۱۶۱
معلم	۲۳۱	مومن	۲۱۷	مولوی ۱۱۸	۲۳۱	نارنگی	۱۶۹

لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ	لفظ	صفحہ
ناستک	۳۰	نفرت-۴۴-۲۴۴	۲۵۲	وادی الکبیر	۱۷۷	ہری چگ	۵۷
ناصر علی	۳۶	نکٹائی	۱۴۰	واسکٹ	۱۴۰	ہزار داستاں	۶۸
ناگ پھن	۶۶	نمانہ-۹۳-۱۷۷	۲۳۷	واہیات	۲۸۲	ہفت اقلیم	۱۶۸
نامل ورتن	۱۹۲	نمائش	۲۴۹	......	..	ہل	۱۳۷
نان	۱۳۸	نمایندے	۱۹۲	وجاہت	۱۳۸	ہمالہ	۶۴
نائب السلطنت	۱۳۰	نمود	۲۴۹	وجہ	۲۸۶	ہمایوں	۱۶۷
ناٹک	۸۹	نوردین	۳۷	وحی	۱۲۰	ہند	۱۷۷
نجیا	۴۱	نورجہاں	۳۷	وزیر ۱۳۰	۱۳۸	ہوا	۱۳۶
نخاس	۲۹۱	نوشیرواں	۱۶۰	وفا	۱۳۹	ہوائی جہاز	۲۰۳
نذر	۱۱۰	نوکر	۲۳۷	ولی	۴۱	ہور	۲۷۴
نسخ	۲۳۰	نومید	۱۵۲	ولیعہد ۱۸۷	۱۳۰	ہولدری	۱۹۲
نردبان	۷۵	نیچہ	۳۰۳	وہابی-۱۱۳-۱۳۰	۱۵۵	ہیجڑا	۲۷۴
نرغہ	۶۱	نیچری-۳۰-۱۵۶	۱۵۷	وید	۲۹۹	ی	
نروان ۱۱۷-۱۷۷	۱۸۳	نیک اختری	۱۰۵-۱۶۷	ہ			
نازبو	۶۶	نیلام	۱۴۲	ہاتھ گرمانا	۱۱۰	یارغار ۱۴۶-۱۶۷	۱۶۹
نشتر	۱۴۰	نین سکھ	۷۳	ہنبق	۱۶۱	یوسف	۱۶۰
نصیحت	۱۳۸	و		ہتک	۲۹۵	......	
نعل	۱۳۹	واجب	۲۵۶	ہجرت ۱۴۵-۱۶۸	۲۴۳	......	